اضافہ شدہ ایڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (آل عمران ۱۳۸)

مواعظِ طارق

مصنف: مولانا عطاء اللہ طارق

ناشر
مکتبہ اصحاب الحدیث
حسن مارکیٹ مچھلی منڈی، نیو اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-7321823

مواعظِ طارق

جلد اول۔ دوم

مصنف: مولانا عطاء اللہ طارق

ناشر

مکتبہ اصحاب الحدیث

فون: 042-7321823

جملہ حقوق واشاعت

نام کتاب ____ مواعظ طارق

مصنف ____ مولانا عطاء اللہ طارق

ناشر ____ مکتبہ اصحاب الحدیث

طبع اول اکتوبر

تعداد ____ 1100

قیمت ____ کامل سیٹ ____

ملنے کے پتے

1- ادارہ اصلاح المسلمین، جامع قدس اہل حدیث، گگو منڈی، ضلع وہاڑی
2- شیخ محمد طاہر، انچارج سیرت منڈی 128 روف مارکیٹ اوکاڑہ
3- مولانا محمد علی کوٹ کبیری خطیب جامع مسجد اہلحدیث کھٹہ جہانیاں ضلع خانیوال
4- مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد
5- مکتبہ دارارقم امین پور بازار فیصل آباد
6- مکتبہ تفہیم السنۃ اوکاڑہ
7- نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

فہرست

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ

حصہ سوم

بعنوان: وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔

حصہ چہارم

بعنوان : مسلک اہل حدیث

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان کی بقاء۔ عقائد کی اصلاح ۔ روح کی غذا!

تیتیس ایمان افروز تقاریر

کا بے مثال

مجموعہ

انتساب

اپنے مشفق والدین کے نام جنہوں نے مجھے دینی تعلیم کے
حصول کے لئے وقف کیا۔

اور

مہربان اساتذہ کرام کے نام جنہوں نے
مجھے زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔

پہلے مجھے پڑھیئے

کتاب مواعظ طارق کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کچھ ایسی قبولیت حاصل ہوئی ہے کہ جس کسی نے اس کے چند صفحات پڑھ لئے وہ اس کا گرویدہ ہو گیا اور اسے منگوائے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے پڑھنے والوں نے اس کی تعریف میں جو متعدد خطوط بندہ کو بھیجے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع میں ایک لاجواب کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے میں یہ بات کہتا ہوں کہ اس کتاب سے طلباء کے علاوہ اکثر مساجد کے آئمہ خطباء اور مبلغین نے بھی استفادہ کیا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے کئی ایڈیشن ختم ہو گئے اور ساتھ ہی مختلف مقامات سے اکثر احباب کے خطوط آنے لگے کہ اس سلسلہ کو جاری رکھا جائے۔ چنانچہ بھائیوں کے اصرار پر اب میں مواعظ طارق کو کچھ اضافے کے ساتھ ایک ہی جلد میں پیش کر رہا ہوں جس کی ترتیب یوں ہے۔

پہلا حصہ بعنوان لا الہ الا اللہ۔ جس میں مسئلہ توحید کا اثبات اس کی اہمیت اور شرک کی تردید پر سات تقاریر۔

دوسرا حصہ بعنوان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس میں سیرت رسولؐ مقام رسولؐ شان رسولؐ حب رسولؐ اخلاق رسولؐ معراج رسولؐ جیسے اہم مضامین پر گیارہ تقاریر۔

تیسرا حصہ بعنوان والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ جس میں فضائل صحابہؓ فضائل خلفاء راشدین اور ان کی اسلامی

خدمات پر سات تقاریر۔

چوتھا حصہ بعنوان مسلک اہل حدیث ان کے عقائد۔ جس میں مسلک اہل حدیث کی صداقت' قدامت اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستگی اور علماء اہل حدیث کی خدمات پر آٹھ تقاریر۔

امید ہے کہ اگر کوئی شخص فرقہ پرستی کی حمایت کا بت توڑ کر اور تعصب کی عینک اتار کر اس کتاب کا مطالعہ کرے گا تو اس کے دل سے وہ تمام غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی جو معاندین حضرات نے جماعت اہل حدیث کے متعلق پیدا کر رکھی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو میرے لئے اور میرے والدین کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین)

عطاء اللہ طارق

خطیب جامع مسجد قدس

گگو منڈی' ضلع وہاڑی

والد صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک

ہم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے پانچ بھائی ہیں ۔ والد صاحب کی دیرینہ خواہش تھی کہ میرا ایک لڑکا عالم دین بن جائے ۔ ان کی نظر نے اس سلسلہ میں مجھے منتخب کیا۔

میٹرک کا امتحان دینے سے بہت پہلے ہی وہ مجھے دینی تعلیم کے حصول کے لئے اوڈانوالہ حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں چھوڑ آئے ۔ پہلی جماعت میں داخلہ لیا۔ مگر وہاں دل نہ لگا جس کے نتیجہ میں گھر آ گیا۔

چند ماہ گزرنے کے بعد طبیعت نے پھر جوش مارا اور والد صاحب کی دلی خواہش کی تکمیل کے لئے ایک بار پھر کوشش کی جامعہ سلفیہ فیصل آباد چلا گیا۔ ایک سال وہاں گزارا، پھر لاہور جامع مسجد چوک دالگراں محدث زمان مفتی دوراں حضرت العلام حافظ عبداللہ صاحب روپڑی رحمتہ اللہ کے مدرسہ میں چلا گیا۔ دو سال وہاں رہا۔ پھر لکھوی خاندان کے مشہور و معروف مدرسہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں آ کر داخلہ لیا اور سند فراغت حاصل کی۔ جس کے نتیجہ میں آج خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خطابت کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔

مگر وہ بزرگوار شخصیت جنہوں نے اس دین حنیف کی تعلیم کے لئے مجھے وقف کیا تھا اور محنت مزدوری کر کے تعلیم کے زیور سے آراستہ کروایا تھا۔ آج دنیا سے رخصت

ہو چکے ہیں۔ کاش کہ اللہ تعالیٰ ان کو لمبی زندگی عطا فرماتے تاکہ وہ مجھے دین کی خدمت کرتے ہوئے دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ بہ کروٹ راحت نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور میری اس حقیر سی محنت کو قبول فرما کے ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔ (آمین)

عطاء اللہ طارق

مواعظ طارق مولانا ثاقب صاحب کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمداں تمام پاک رب رحمان نوں　　خالق تے مالک پیدا کیتا جہان نوں
علم تے فہم جس دتا انسان نوں　　اوہ واحد سبحان اللہ سائیں
بھیج پیغمبر بہت احسان کمایا اے　　شرم و حیا ادب اداب سکھایا اے
دنیا تے رہنا سینا خوب سمجھایا اے　　ایہ رب دا احسان حد نائیں
نبیاں تو بعد عالم رب دے دین دے　　ایہ دس طریقے سنت نبیؐ امین دے
علم ورتاون خادم دین متین دے　　رب دے پیارے شک نائیں
مولانا عطاء اللہ طارق جوان آں　　دین دا عالم رکھدا جذبہ ایمان آں
خوب مقرر کردا سوہنا بیان آپ　　علم بھی دتا اللہ سائیں
ضلع وہاڑی منڈی گگو خطیب آ　　خلق عظیم واہ واہ نیک نصیب آ
تھوڑا جیا وقت ہوکے ڈٹھا قریب آ　　حسد تے بغض کوئی نائیں
اونہاں لکھے احوال جو اصحاب رسول دے　　نبی دے عاشق نہیں حکم عدول دے
جاناں نوں وارن بندے نیک مقبول دے　　شان بیان ہوندا نائیں
لکھیاں اصحاباں کیویں عزتاں پایاں　　مال اولاد جاناں گھول گھمایاں
جدھر نوں حکم ملیا کر لیاں دھایاں　　کوئی پرواہ کیتی نائیں
مواعظ طارق اک حصہ کتاب جے　　کی کجھ کردے رہے سوہنے اصحاب جے
توحید دے عاشق اللہ دے تے خطاب جے　　لکھے بیاں انت نائیں

کویں جہاد کر دے کرن قربانیاں — رب دی یاد وچہ لنگیاں جوانیاں
دنیا دے اتے چھڈ گئے نشانیاں — امت کرے گی یاد اوہناں تائیں
اک اک واقعہ لکھیا بن بن باب جے — پڑھیئے تے لطف آوندا خوب کتاب جے
نبی دے اصحابی سوہنے جنتی نواب جے — کیویں لنگایا عمراں تائیں
اک اک واقعہ پیا سینے نوں ٹھار دا — پڑھ پڑھ آوندا دیکھو مزا پیار دا
نبی دا عاشق دیکھو کیویں جان نوں واردا — پڑھو تے پتہ لگے تساں تائیں
مواعظ طارق دو حصے بنائے — قرآن و حدیث وچوں لکھے لکھائے
ہن تیسرا حصہ لکھیا مسئلے سمجھائے — دیوے توفیق اللہ سائیں
میرا اعلان ہے جے مومناں بھائیاں نوں — پڑھو کتاباں لیکے پاؤ بھلیایاں نوں
قصے کہانیاں چھڈو گلاں پرایاں نوں — آوے گی سمجھ تساں تائیں
میں دیاں مبارک طارق اپنے بھائی نوں — اللہ خوش رکھے سو جہنی قلم اٹھائی نوں
کرے قبول اللہ محنت کمائی نوں — ایہ صدقہ ہے جاریہ دیر تائیں
انشاء اللہ جے کوئی پڑھے پڑھاوے گا — پڑھ کے کتاب جو کوئی عمل کماوے گا
میرا گماں سدھا جنت نوں جاوے گا — کوئی رکاوٹ ہوئی نا تائیں
بس کر ثاقب نہ کر طول بیان نوں — رب ہمت توفیق دیوے طارق جوان نوں

لکھ لکھ تازہ کرے ساڈے ایمان نوں
رحمتاں کرے اللہ سائیں

انقلاب ۔۔۔۔میری زندگی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا عطاء اللہ طارق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ عرصہ ہوا آپ کے مواعظ طارق حصہ دوم اتفاقاً کسی صاحب نے لاہور میں مطالعہ کے لئے دیئے ۔ یہ مواعظ ہیں یا کہ علوم کتاب وسنت کا متلاطم سمندر کوزے میں دریا بن کر سمٹ آیا۔ ماشاء اللہ جس انداز اور اسلوب کو آپ نے اختیار فرمایا۔ یقیناً اس سے بہت گم گشتہ راہ ہدایت پر گامزن ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نورِ قرآن وحدیث کو اور زیادہ پھیلانے کی آپ کو توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

مسلک اہل حدیث کے بارے میں بہت تردّد تھا کیونکہ آباؤ اجداد اور پھر حنفی علماء مشائخ سے وراثتاً ملنے والی اندھی تقلید حنفیت نے آنکھوں پر ایسی پٹی باندھ رکھی تھی جس کو ہٹانا میرے بس کا روگ نہ تھا اور عموماً اہلحدیث حضرات کے بارے میں شنید یہ تھی کہ یہ لوگ بے ادب وگستاخ ہیں۔ مگر آپ کے مواعظ پڑھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حقیقتاً اطاعتِ رسولؐ اور عشق رسول وہی ہے جو آپ نے بیان کیا ہے اور حنفیت کے مبلغوں نے خوامخواہ ہمیں درس نفرت دے رکھا تھا اور ہم مسلک اہلحدیث کو شجر ممنوعہ سمجھ کر اس سے دور بھاگتے رہے کہ کہیں اس کو چھو کر خلدِ بریں سے آدمؑ کی طرح باہر نہ نکال دیئے جائیں۔

بہرکیف اب میں نے تعصب کے ان پردوں کو جنہوں نے حق شناسی سے دور

رکھا ہوا تھا چاک کر دیا ہے اور مجھے اب یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ کورانہ تقلید نے حقیقی اسلام سے ہمیں کوسوں دور رکھا اور احناف کے ان خلاف عقل ونقل مسائل کو اب دل قبول نہیں کرتا۔ جن میں مفقود الجزکی اہلیہ کو نوے برس تک انتظار کرنا پڑے۔ علاوہ ازیں اور ایسے ہی کئی مسائل ہیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت نہیں مگر ہم اسلئے انہیں عین اسلام کہتے رہے کہ یہ احناف کا عقیدہ ہے۔

جناب مولانا صاحب! اللہ تعالٰی آپ کو اجر جزیل وعظیم عطا فرمائے۔ مواعظ پڑھنے کے بعد دل ودماغ پر یہ بات نقش کالحجر ہو گئی ہے کہ دین صرف اور صرف قرآن و حدیث ہے۔ باقی شخصیات پرستی سب بتان آذری کی پوجا کے مترادف ہے۔

• دیگر گذارش یہ ہے کہ آپ کے مواعظ طارق حصہ سوم فضائل صحابہ کرامؓ کے عنوان پر زیر طبع ہے۔ اگر یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہو تو فوراً بھیج دیجئے۔ اگر اشاعت کے بعد ختم ہو چکی ہو تو ایسی صورت میں بھی کسی نہ کسی طرح ہر قیمت ایک نسخہ روانہ فرمادیں اور مواعظ طارق حصہ اول بھی ارسال فرمادیں کیونکہ میں آپ کے ان مواعظ حسنہ کو تبلیغی ذریعہ اور منہاج بنانا چاہتا ہوں۔ نیز وقتاً فوقتاً آپ سے رابطہ رہے گا۔

مکرراً معروض ہوں کہ فضائل خلفائے راشدین ودیگر صحابہؓ ہر قیمت پر لازماً مطلوب ہیں جو فوراً .V.P (وی۔ پی) فرمادیں

والسلام

نیازمند: غلام رسول خطیب

محلہ ڈھوک مالی پنڈی گھیب

۱۹۔۱۱۔۸۱

حرف چند

پھول کہیں بھی اور کسی قسم کے بھی ہوں اپنے حسن دلربا سے دلوں کو لبھاتے اور اپنی شمیم جانفزا سے قلب وروح کو فرحت بخشنے اور محبت اور پیار کی دولت ہر خاص و عام میں بانٹتے ہیں۔

ایسے ہی ہمارے بزرگ مولانا عطاء اللہ طارق حفظہ اللہ کے گلستان تخیل میں اصلاح امت کی تڑپ اور مذہبی محبوب نظریے کی خوشبو پنہاں تھی جس کو مولانا نے اپنے نہاں خانہ تخیل میں رکھنے کی بجائے صفحہ قرطاس پر مرتسم کرتے ہوئے ''مواعظ طارق'' کے نام سے چار حصوں میں ہر خطیب کی ضرورت ہر واعظ کی مجبوری اور ہر مبتدی طالب علم کیلئے ایک سیڑھی بنا دیا جو مختلف اوقات میں اپنی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر مختلف مکتبوں سے شائع ہو کر قارئین میں یکساں خوشبو بانٹتی رہی۔

اب ان مختلف نوعیت کے بکھرے ہوئے پھولوں کو یکجا کر کے اور مزید اضافے کے ساتھ ایک گلدستے کی شکل میں ہر دماغ تک پہنچانے کا اہتمام کیا گیا ہے تا کہ جہاں وہ دماغی فرحت وانبساط کا سامان مہیا کرے۔ وہاں ملت بیضاء کی رہنمائی کا فریضہ بھی بدرجۂ اتم پورا کرے۔

مجھے زیر نظر مجموعے کو دیکھ کر خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ جو ایک پر مغز پر زور اور

علمی مواعظ ہی نہیں بلکہ ایک مستقل دستاویز بھی ہے۔ جس کا مطالعہ ایک عام آدمی کو بہترین گائیڈ لائن اور ولولہ خطابت کے طلبگار کو دل عزیز خطیب بنا کر کائنات کے سینے پر دھاڑنے والا شیر بنا سکتا ہے۔

مجھے پوری توقع ہے کہ یہ گلدستہ ہر قاری کے لئے یکساں مفید ہوگا۔ جو پہلے سے کئی گناہ زیادہ مقبولیت پائے گا۔ انشاءاللہ

الاحقر

محمد زبیر آل محمد

بورے والا

مولانا عطاء اللہ طارق حفظ اللہ

پاکستان میں جماعت اہل حدیث کے جن علمائے کرام نے دعوت وتبلیغ کے لئے تقریر وتحریر اور تالیف وتصانیف کے ذریعے خدمت سرانجام دی ان میں ہمارے لائق صد احترام بزرگ مولانا عطاء اللہ طارق صاحب حفظ اللہ کا نام نامی اسمِ گرامی نمایاں نظر آتا ہے۔ مولانا محترم نہایت خلیق، ملنسار، منکسر المزاج، متورع اور متبحر عالمِ دین ہیں۔ ان کے رگ وپے میں اسلام کی سچی محبت اور دین اسلام کی اشاعت کا جذبہ صادقہ پایا جاتا ہے۔ دعوت وتبلیغ کیلئے ہر آن پارے کی طرح مضطرب رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے علاقہ گگو منڈی ضلع وہاڑی میں مسلک اہلحدیث کی خوب اشاعت کی ہے۔ اور وہاں ان کے مخلصانہ دینی وتبلیغی کام اور سرگرمیوں کے اثرات واضح پائے جاتے ہیں۔ اللہم زدفزد۔ ان کی نیک نیتی اور خالص لوجہ اللہ دینی کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ بہت سے لوگ ان کے وعظ وتقریر کی اثر آفرینی اور تحریر ونگارش کی دلکشی وشگفتگی سے متاثر ہوکر توحید وسنت کی راہ پر گامزن ہوئے۔ راقم نے سب سے پہلے جو کتاب خریدی تھی وہ ان کی شہرہ آفاق تصنیف مواعظ طارق تھی۔ چند روز میں ہی میں نے اس کو پڑھ ڈالا۔ مصنف کا اندازِ تحریر ایسا متاثر کن اور پر اثر تھا کہ ہر بات دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتی چلی گئی۔ مواعظ طارق میں شامل توحید وسنت کے اسباق آج بھی میرے قلب وذہن پر نقش ہیں۔ چند سال قبل 1994ء کے ماہ اکتوبر کی 21 تاریخ کی صبح نماز فجر کے بعد منڈی ''مریدکے'' اجتماع میں مولانا عطاء اللہ طارق صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما تھے ان کے ہاں علماء کی مجلس لگی ہوئی تھی۔ میں اپنے مشفق بزرگ مناظرِ اسلام حضرت العلام مولانا محمد اشرف سلیم رحمہ اللہ (متوفی ۲۷ مئی ۲۰۰۲) کی معیت میں حاضر ہوا۔ مولانا انتہائی خندہ پیشانی سے ملے مولانا اشرف صاحب نے تعارف کروایا تو ان کی طرف سے اور بھی محبت وشفقت کا اظہار ہوا۔ دوسری دفعہ بھی وہیں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس بار پہلے سے بھی بڑھ کر شفقت فرمائی۔ بس میری ان سے یہی دو ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اس لیے کہ مادہ پرستی کے اس دور میں ایسے مخلص وسچے علماء خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے حیات مستعار کے قیمتی ایام کو اللہ کی رضا وخوشنودی اور دین کی خدمت کیلئے خود کو وقف کر رکھا ہو۔ جو بڑوں کا احترام اور اپنے سے

چھوٹوں پر شفقت فرماتے ہوں۔ مولانا طارق صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ وصف عطا کر رکھا ہے۔ وہ جہاں بلند پایہ عالم دین، عظیم المرتبہ مصنف اور اعلیٰ پائے کے خطیب و مقرر ہیں وہیں علو اخلاق اور عذوبت لسان کی صفت سے بھی متصف ہیں۔ توحید کے داعی اور سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی و شیدائی ہیں۔ اس رفیع المرتبہ عالمِ دین نے 1946ء میں مشرقی پنجاب کے شہر امرتسر میں آنکھ کھولی ان کے والد کا اسمِ گرامی احمد دین ہے۔ نیک سیرت والدین اپنی اولاد میں بیٹوں سے ایک کو عالمِ دین بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ قرعہ مولانا عطاء اللہ طارق صاحب کے نام نکلا۔ لائق اور سعادت مند فرزند نے والدین کی اس خواہش کو پورا کر دکھایا۔ مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد دینی تعلیم کیلئے سرگرم عمل ہوئے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور جامعہ اہل حدیث (چوک دالگراں لاہور) میں زیر تعلیم رہے۔ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے سند فراغت حاصل کی۔ ان کے عالی قدر اساتذہ کرام میں شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا حافظ عبداللہ روپڑیؒ، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ قاری عبدالطیف، حافظ عبدالغفور جہلمیؒ، شیخ القرآن مولانا مفتی محمد عبدالفلاحؒ اور مولانا عبداللہ امجد چھتوی صاحب کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد مولانا طارق صاحب نے وعظ و خطابت کے ذریعے دعوتِ دین کو پھیلانے کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ عرصہ دراز سے گگو منڈی (ضلع وہاڑی) کی جامع مسجد میں خطابت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

قلم و قرطاس سے آپ کو از حد محبت ہے۔ تحریر و نگارش کے میدان میں شہرت دوام حاصل کی ہے۔ اب تلک آپ کے پر بہار اور شگفتہ قلم سے کئی علمی شہ پارے منصۂ شہود پر آ کر داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں چند ایک یہ ہیں:

(۱) مواعظ طارق: خطبات کا یہ مجموعہ 4 حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں توحید' اتباع سنت' سیرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم' مقام صحابہؓ' فضائل خلفاء راشدینؓ' فکر آخرت' مسلک اہلحدیث جیسے خوبصورت عناوین کو دلنشیں انداز میں ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ ہر خطبہ توحید و سنت کی مہک سے معطر ہر لفظ اخلاص میں ڈوبا ہوا اور ہر بات صدقِ دل کی مظہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مواعظ طارق کا یہ مجموعہ دیگر خطبات کے مجموعوں میں سب سے زیادہ مقبول ہے۔ مواعظ طارق سے ہزاروں خطباء نے حظ وافر اٹھایا اور ہزاروں لوگ اس سے مستفید ہوئے اور انہوں نے توحید و سنت کو اپنایا۔

(۲) خطبات طارق: یہ رمضان المبارک کے فضائل و مناقب سے متعلق خطبات پر مشتمل ہے۔

(۳) فضائل سید المرسلین: اس کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو خوبصورت پیرائے میں تحریر کیا گیا ہے۔

(۴) مسند ابی ہریرۃؓ: یہ کتاب صحیح بخاری شریف کی ان روایات پر مشتمل ہے جو سیدنا حضرت ابی ہریرۃؓ سے منقول ہیں۔ مولانا طارق صاحب نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے یہ مسند مرتب فرمائی ہے۔ یہ بڑی عمدہ اور علمی کاوش ہے اللہ قبول فرمائے (آمین)

میری رسائی انہی کتب تک تھی جن کا تعارف کروا دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا محترم نے مختلف دینی مسائل پر کئی ایک پوسٹر بھی مرتب کر کے شائع کئے ہیں۔ بلاشبہ مولانا طارق صاحب ایک باہمت عالم دین اور صاحب قلم مصنف ہیں۔ ہمہ وقت اپنے قلم کو حرکت میں رکھتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی علمی چیز ان کے نوک قلم سے صفحۂ قرطاس پر مرتسم ہوتی رہتی ہے۔ عزیز دوست مولانا محمد زبیر ظہیر صاحب کے حکم پر یہ چند الفاظ لکھے گئے ہیں۔ زبیر صاحب باصلاحیت نوجوان اہل قلم ہیں تحریر و نگارش کا نفیس ذوق رکھتے ہیں۔ آج کل طارق صاحب کی تصانیف کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق شائع کرنے کا کام انہیں کے ذمے ہے۔ اور یہ دوست اس مبارک کام کو حسن و خوبی سے ادا کر رہے ہیں جس پر مجھے نہایت مسرت ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی قلمی کاوشوں اور دینی سعی کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمیں بھی خدمت دین کی توفیق دے۔ اپنی معروضات کا عربی کے اس خوبصورت شعر پر اختتام کرتا ہوں

احب الصالحین ولست منہم
لعل اللہ یرزقنی صلاحا

خادم العلم والعلماء

محمد رمضان یوسف سلفی

(ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور)

سنورہ کالونی، فیصل آباد (۲۰۰۲-۶-۱)

حمد باری تعالیٰ

اے خالق کل! اے مالک کل!
اے حافظ کل! اے رازق کل!
سبحان ہے تو، رحمان ہے تو تیری صفتیں کوئی بھی نہ پا سکا
ہر شئے پہ تصرف ہے تیرا جب حکم دیا تب مینہ برسا
اے مالک ابر سے تیرے سوا اک بوند بھی کوئی گرا نہ سکا
تو جس کو ڈبونے پر آئے پھر کس کی ہے طاقت پار کرے
محبوب تیرا مجبور رہا کشتی میں پسر کو بٹھا نہ سکا
قادر وہ نہیں جس سے بن سکتی نہیں اک مکھی بھی
مکھی تو بنانا دور رہا اک بال بھی بدلا جا نہ سکا
یونس نے پکارا اے اللہ اور بیٹھ گیا تھا کشتی میں
تیرا حکم تو مولا ٹل نہ سکا
وہ خود کو پار لگا نہ سکا

حصہ اول

بعنوان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

پہلا وعظ
وجود
باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صلی اللہ علیہ وسلم اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَ غَوٰى فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ" وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (پ ا' بقرہ)

ترجمہ:۔ اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تمہارے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ تاکہ تم خدا کے عذاب سے بچ جاؤ۔ وہ ذات جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی۔ پس خبردار! باوجود جاننے کے خدا تعالیٰ کے شریک مت مقرر کرو۔

دوستو اور بزرگو!۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم!!

آج میری تقریر کا عنوان ہے "وجود باری تعالیٰ"

اس مضمون کو بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے۔ کہ کئی بے دین لوگ سرے سے ہی ہستئی باری تعالیٰ کا انکار کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خدا ہے ہی نہیں۔ کائنات کا نظام خود بخود چل رہا ہے۔ موت وحیات اور گردش لیل ونہار سب اتفاقی حادثات ہیں۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو پڑھے لکھے اور عقلمند گمان کرتے ہیں۔ حالانکہ جس میں ذرا جتنی عقل ہے وہ ہستی باری تعالیٰ کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ میں انشاء اللہ عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ہے اور یقیناً ہے۔ اور اس کا انکار بہت بڑی جہالت اور دائرہ اسلام سے خروج کا سبب ہے۔

دیکھئے !اس کائنات میں جو کچھ بھی نظر آرہا ہے وہ ایک نہایت منظم اور بہترین طریقہ کے ساتھ رواں دواں ہے۔ سورج کے طلوع وغروب کا ایک خاص وقت مقرر ہے۔ ہوائیں مخصوص موسموں میں پانی سے اپنی چھاگلیں بھر کر مینہ برساتی ہیں۔ پھلوں اور پھولوں کے اگنے اور کھلنے کے اوقات مقرر ہیں۔ ہر خطہ اور ملک کے ماحول کی نسبت سے درخت پودے اور کھانے پینے کی چیزیں پیدا کی گئی ہیں۔ زمین وآسمان کی تخلیق' لیل ونہار کی گردش' سمندر میں چلنے والی کشتیاں' ہواؤں کے رخ کا تبدیل ہونا۔ آسمان سے بارش کا برسنا اور پھر زمین سے کئی قسم کی نباتات کا اگنا۔ کیا یہ سب کچھ کسی منتظم اور کنٹرولر کے بغیر ظہور میں آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں آسکتا۔ کائنات کی ایک ایک چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہے۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے

فَیَا عَجَبًا کَیْفَ یُعْصٰی الْاِلٰہُ

اَمْ کَیْفَ یَجْحَدُہُ الْجَاحِدُ

وَفِی کُلِّ شَیْئٍ لَہُ اٰیَۃٌ

تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہُ وَاحِدٌ

کہ تعجب ہے کہ کس طرح خدا کی نافرمانی کی جاتی ہے۔ اور کس طرح اس کا انکار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہر چیز میں نشانی ہے جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ٥ وَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ٥

کہ اے انسان اگر میرا پتہ لینا ہے تو زمین میں چل پھر کے میری قدرت کے نشانات دیکھ۔ اگر کسی وجہ سے تو چل پھر نہیں سکتا تو پھر کم از کم اپنے آپ کو ہی دیکھ لے۔ اپنی تخلیق پر ہی اگر تو غور کر لے تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میرا بنانے والا ضرور کوئی نہ کوئی ہے۔

آپ کسی پلنگ یا کرسی کو دیکھتے ہیں تو اس کے بنانے والے کا تصور خود بخود ذہن میں آ جاتا ہے۔ زیور کو دیکھیں تو سنار کا تصور آ جاتا ہے' جوتے کو دیکھ کر موچی کا تصور آ جاتا ہے۔ قمیض کو دیکھ کر درزی کا تصور آ جاتا ہے۔ مکان کو دیکھ کر معمار کا تصور آ جاتا ہے۔ حالانکہ ہم نے ان چیزوں کے بنانے والے کو دیکھا نہیں ہوتا۔ مگر مانتے ضرور ہیں کہ ان کا بنانے والا ہے۔

میرے محترم بھائیو! جب یہ چیزیں بغیر بنانے والے کے نہیں بن سکتیں۔

تو زمین آسمان اوران کے درمیان نظر آنے والی چیزیں بغیر بنانے والے کے کیسے معرض وجود میں آ گئیں؟

ایک بڑھیا چرخہ کات رہی تھی۔ کسی ملحد نے اس سے پوچھا کہ کیا خدا تعالیٰ ہے؟ اس نے کہا ہاں ہے۔ ملحد نے کہا دلیل کیا ہے کہنے لگی دلیل میرا چرخہ ہے۔ کہنے لگا وہ کیسے؟ بڑھیا نے چرخہ چلانا چھوڑ دیا۔ اور کہنے لگی کہ اب یہ چلتا کیوں نہیں۔ ملحد کہنے لگا کہ تم نے اسے چلانا چھوڑ دیا ہے۔ بڑھیا کہنے لگی جب ایک چرخہ بغیر کسی کے چلانے کے نہیں چل سکتا تو اس قدر عظیم نظام قدرت زمین' آسمان' چاند' سورج' ستارے بغیر کسی کے چلانے کے کس طرح چل سکتے ہیں؟

یہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے وجود پر زبردست دلیل موجود ہے۔ امام رازی نے بھی اس آیت سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال پیش کیا ہے۔ کہ زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنانا پھر آسمان سے پانی نازل کر کے مختلف قسم کے پھل اُگانا یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔

کسی اعرابی سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے تو وہ کہنے لگا:

''اِنَّ الْبَعْرَ لَیَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ o وَاِنَّ اَثَرَ الْاَقْدَمِ لَتَدُلُّ عَلَی الْمَسِیْرِ o فَسَمَآءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ وَّ اَرْضٌ ذَاتُ فِجَاجٍ وَّ بِحَارٌ ذَاتُ اَمْوَاجٍ اَلَا یَدُلُّ ذٰلِکَ عَلٰی وُجُوْدِ اللَّطِیْفِ الْخَبِیْرِ o''

ایک مینگنی سے اونٹ کا پتہ چل سکتا ہے۔ پاؤں کے نشان کو دیکھ کر انسان کا پتہ چل سکتا ہے۔ تو کیا یہ برجوں والا آسمان اور یہ راستوں والی زمین اور یہ موجیں مارنے والے سمندر اللہ تعالیٰ باریک بین اور خبردار کے وجود پر دلیل نہیں بن سکتے؟

حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ وجود باری تعالیٰ پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔تو فرمانے لگے:

"عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِم"..... کہ میں نے خدا تعالیٰ کو اپنے ارادوں میں ناکام ہونے سے پہچانا ہے۔"

میں ایک ارادہ کرتا تھا مگر اس کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔میں نے سمجھا کہ کوئی غائبانہ ایسی طاقت ہے جو میرے ارادوں کو منسوخ کر دیتی ہے۔

حضرت علیؓ کا "عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَآئِم" دلیل پیش کرنا خدا تعالیٰ کے وجود پر ایک زبردست دلیل ہے۔اس دلیل کو سامنے رکھ کر ذرا غور کریں کہ ہم کتنے پروگرام اور کتنے منصوبے بناتے ہیں کہ کل فلاں کام کریں گے مگر ہم اس کو کر نہیں سکتے ۔ کیوں نہیں کر سکتے' ہمارے منصوبوں میں کون حائل ہوا ہے؟ کس نے ہمارے پروگرام کو تبدیل کیا ہے؟

ایک غائبانہ طاقت ہے جو انسانی پروگراموں اور کوششوں کو ناکام بناتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ۔

ہر زمانے میں ملحد اور مادہ پرست آدمی ہستی باری تعالیٰ کا انکار کرتے چلے آئے ہیں۔آج سے سینکڑوں سال قبل یہی سوال آئمہ اربعہ کے سامنے پیش کیا گیا۔تو انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے معترضین کو ایسے مسکت جواب دیئے کہ وہ حیران وششدر رہ گئے۔ان کے وہ جواب آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں انکو نقل کیا ہے۔میرا دل چاہتا ہے کہ وہ آپ کے سامنے پیش کرتا جاؤں۔

سنیئے! خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں ایک ملحد نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو

وجود باری تعالیٰ پر مناظرہ کرنے کا چیلنج دیا۔ وہ کہنے لگا کہ میں ثابت کروں گا کہ اس دنیا کا کوئی خالق نہیں ہے۔ یہ سارا نظام خود بخود چل رہا ہے۔ امام صاحبؒ نے چیلنج قبول کرتے ہوئے ظہر کے بعد کا ٹائم مقرر فرمالیا۔

چنانچہ وقت مقررہ سے کچھ دیر بعد امام صاحبؒ وہاں پہنچ گئے اس ملحد نے آتے ہی سوال کر دیا کہ آپ دیر سے کیوں آئے ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے' میں اس بارے میں سوچتا رہا ہوں اس لئے دیر ہو گئی ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں نے مجھ سے کہا ہے'

"اِنَّ سَفِينَةً فِي الْبَحْرِ مُوْقَرَةٌ" فِيْهَا اَنْوَاعٌ" مِنَ الْمُتَاجِرِ وَلَيْسَ بِهَا اَحَدٌ" يَحْرِسُهَا وَلَا يَسُوْقُهَا وَ هِيَ مَعَ ذٰلِكَ تَذْهَبُ وَتَجِيْ وَتَسِيْرُ بِنَفْسِهَاوَتَخْتَرِقُ الْاَمْوَاجَ الْعِظَامَ حَتّٰى تَتَخَلَّصَ مِنْهَا وَتَسِيْرُ حَيْثُ شَاءَتْ بِنَفْسِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَسُوْقَهَا اَحَدٌ"۔"

کہ ایک کشتی جس میں طرح طرح کی تجارتی چیزیں ہیں۔ نہ کوئی اس کا نگہبان ہے اور نہ ہی کوئی چلانے والا ہے۔ مگر وہ بدستور دریا میں آ جا رہی ہے۔ بڑی بڑی موجوں کو خود بخود چیرتی پھاڑتی گزر جاتی ہے۔ ٹھہرنے کی جگہ ٹھہر جاتی ہے اور چلنے کی جگہ چل پڑتی ہے۔ نہ کوئی اس کا ملاح ہے اور نہ ہی کوئی منتظم۔

ملحد نے کہا: آپ کس فضول سوچ میں پڑ گئے ہیں:

"هٰذَا شَيْءٌ" لَا يَقُوْلُهُ عَاقِلٌ"

بھلا کوئی عاقل یہ بات کہہ سکتا ہے کہ ایک کشتی نظام کے ساتھ تلاطم والے دریا میں خود بخود آئے اور کوئی اس کا چلانے والا نہ ہو؟

امام صاحب نے فرمایا:

”وَيۡحَكُمۡ هٰذِهِ الۡمَوۡجُوۡدَاتُ بِمَا فِيۡهَا مِنَ الۡعَالَمِ الۡعُلۡوِيِّ وَ السِّفۡلِيِّ وَمَا اشۡتَمَلَتۡ عَلَيۡهِ مِنَ الۡاَشۡيَاءِ الۡمُحۡكَمَةِ لَيۡسَ لَهَا صَانِعٌ“۔

افسوس ہے تیری عقل پر' ایک کشتی تو بغیر چلانے والے کے چل نہیں سکتی۔ لیکن دنیا کا سارا انظام سورج چاند ستارے اور آسمان و زمین کی تمام چیزیں بغیر چلانے والے کے چل رہی ہوں؟

امام صاحب کا یہ جواب سن کر ”وَرَجَعُوا اِلَى الۡحَقِّ وَاسۡلَمُوۡا عَلٰى يَدَيۡهِ“ وہ اپنے عقیدہ بد سے باز آ گیا اور پکا' سچا مسلمان بن گیا۔

امام مالکؒ سے ہارون الرشید نے پوچھا کہ خدا تعالیٰ کے اثبات پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ تو امام صاحب نے فرمایا:

”بِاخۡتِلَافِ اللُّغَاتِ وَالۡاَصۡوَاتِ وَالنَّغَمَاتِ“

زبانوں کا مختلف ہونا' آوازوں کا جداگانہ ہونا اور نغموں کا الگ الگ ہونا ثابت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہے۔

امام شافعیؒ سے وجود باری تعالیٰ کے متعلق سوال ہوا تو آپ فرمانے لگے:

”هٰذَا وَرَقُ التُّوۡتِ طَعۡمُهٗ وَاحِدٌ“ تَاۡكُلُهُ الدُّوۡدُ فَيَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡعَسَلُ وَتَاۡكُلُهُ الشَّاةُ وَالۡبَقَرُ وَالۡاَنۡعَامُ فَتُلۡقِيۡهِ بَعۡرًا وَ رَوۡثًا وَ تَاۡكُلُهُ الظِّبَاءُ فَيَخۡرُجُ مِنۡهَا الۡمِسۡكُ“۔

شہتوت کے پتے ذائقہ کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ کیڑے' شہد کی مکھیاں' بکریاں' گائیں' ہرن بھی اس کو کھاتے ہیں۔ مگر کیڑا کھائے تو ریشم نکلتا ہے۔ شہد کی مکھی

کھائے تو شہد نکلتا ہے۔ گائے اور بکریاں کھائیں تو وہ دودھ بنتا ہے اور گوبر اور مینگنیاں نکلتی ہیں۔ ہرن کھائے تو کستوری نکلتی ہے۔

ایک کھانے سے مختلف چیزوں کا نکلنا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے' کہ مختلف خواص پیدا کرنے والا کوئی ہے اور وہ ہے اللہ تبارک تعالیٰ۔ وہی ہر چیز کا خالق' مالک' موجد اور صانع ہے۔

یہی سوال امام احمد بن حنبل سے ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں:

"ھٰھُنَا حِصْن" حَصِیْن" أمْلَس" لَیْسَ لَهُ بَاب" وَلَا مُنْفِذ" ظَاهِرُهُ كَالْفِضَّةِ الْبَیْضَاءِ وَ بَاطِنُهُ كَالذَّهَبِ الْاَبْرِیْزِ فَیْنَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذَا نْصَدَعَ جِدَارُهُ فَخَرَجَ مِنْهُ حَیْوَان" سَمِیْع" بَصِیْر" ذُوْ شَكْلٍ حَسَنٍ وَصَوْتٍ مَلِیْحٍ۔"

کہ ایک مضبوط قلعہ ہے جس میں نہ کوئی دروازہ اور نہ کوئی کھڑکی ہے بلکہ سوراخ تک نہیں ہے۔ باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے۔ اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے۔ اوپر نیچے دائیں بائیں چاروں طرف سے بند ہے ہوا تک اس میں نہیں جا سکتی۔ اچانک اس کی ایک دیوار گرتی ہے اور ایک آنکھوں اور کانوں والا چلتا پھرتا خوبصورت شکل اور پیاری آواز والا جانور نکل آتا ہے۔

بتاؤ اس مضبوط اور محفوظ مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں؟ اور وہ ہستی انسانی ہستیوں سے بالاتر اور اس کی قدرت غیر محدود ہے کہ نہیں؟ مطلب آپ کا یہ تھا کہ انڈے کو دیکھو چاروں طرف سے بند ہے پھر اس میں پروردگار عالم ایک جانور پیدا فرما دیتا ہے اور یہی دلیل ہے وجود باری تعالیٰ پر۔

میرے محترم بھائیو! دیکھا آپ نے آئمہ اربعہ نے وجود باری تعالیٰ پر کتنے

مضبوط' لاجواب اور بے مثال دلائل پیش کیے ہیں۔ اب بھی اگر کوئی انسان نہ سمجھے تو پھر اس کی عقل پر ماتم ہی کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کے ان الفاظ: "وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" پر غور کیا جائے تو صاحب بصیرت انسان کو وجود باری تعالیٰ پر لاکھوں قسم کے دلائل مہیا ہو سکتے ہیں۔

آسمانوں کی بلندی' ان کی وسعت ان پر چھوٹے بڑے لاکھوں کی تعداد میں روشن ستارے' سورج اور چاند' پھر ان کا چلنا پھرنا اور غروب ہونا۔ پھر سمندروں کو دیکھو۔ جو موجیں مارتے ہوئے زمین کو گھیرے ہوئے ہیں۔ پھر ان میں لاکھوں من وزنی بحری جہازوں کا ہزاروں سواریوں کو اٹھا کر ایک علاقے سے دوسرے علاقہ میں آنا اور جانا۔ پھر مختلف قسم کے اونچے نیچے مضبوط پہاڑ جو زمین میں گڑے ہوئے ہیں اور زمین کو ہلنے نہیں دیتے۔ پھر کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرنیوالی سینکڑوں میل لمبی نہریں پھر اس پانی سے پیدا ہونے والے پھل اور پھول۔ مختلف قسم کی سبزیاں مختلف ذائقے۔ باوجود اس کے کہ زمین ایک اور پانی بھی ایک۔ لیکن شکلیں صورتیں اور خوشبوئیں رنگت ذائقہ اور فائدہ الگ الگ۔ پھر مختلف قسم کی مخلوق چرندے پرندے درندے ہر ایک کی شکل لباس' خوراک' بود و باش پھر

"مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ وَ مِنْهُمْ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ۔"

کسی کو پیٹ کے بل چلایا۔ کسی کو دو ٹانگیں عطا فرمائیں اور کسی کو چار ٹانگوں پر چلایا۔ کیا یہ تمام مصنوعات نہیں بتاتیں کہ ان کا کوئی صانع بھی ہے؟ کیا یہ تمام موجودات بآواز بلند نہیں کہہ رہیں کہ ہمارا پیدا کرنے والا کوئی ہے۔ کیا یہ ساری مخلوق اپنے خالق کی

ہستی اور اس کی ذات کا پتہ نہیں دیتی؟ دنیا کی وہ کون سی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور وحدانیت کا ثبوت نہیں ملتا؟

میرے دوستو! اور بزرگو! قرآن مجید کا اگر مطالعہ کیا جائے تو آپ کو وجود باری تعالیٰ پر بے شمار عقلی اور نقلی دلائل مہیا ہوں گے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور قدرت منوانے کے لئے خود بیان فرمائے ہیں۔ دیکھئے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَمِنْ اٰيَاتِهٖ اَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ٥ وَ مِنْ اٰيَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ٥ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِلْعٰلِمِيْنَ ٥ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ٥ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ٥ وَمِنْ اٰيَاتِهٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ٥" (پ۲۱ سورۃ روم)

کہ میں نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم میں سے ہی تمہارے سکون کیلئے تمہاری بیویاں پیدا کر دیں۔ پھر تمہارے درمیان محبت اور الفت ڈال دی۔ کیا تمہیں اور تمہاری بیویوں کا پیدا کرنا پھر ایک دوسرے کی ایک دوسرے کے دل میں محبت پیدا کرنا میرے ہونے کی دلیل نہیں ہے؟ کیا آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور تمہاری

زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا جاننے والوں کیلئے نشانی نہیں ہے؟ رات کو تمہاری نیند کے لئے اور دن کو تمہارے کاروبار کیلئے بنانا کس کا کام ہے؟ کیا رات اور دن کا تغیر وتبدل اس بات کی علامت نہیں ہے کہ میں ہوں؟ کیا بادلوں میں بجلی پیدا کرنا' آسمان سے بارش اتار کر مردہ زمین کو زندہ کرنا' سرسبز و شاداب فصلیں' مختلف قسم کے پھل اور پھول' سبزیاں اور میوہ جات میری ذات کے ہونے کا ثبوت نہیں ہے؟ اے لوگو! سن لو' جب تک میں چاہونگا' دنیا کے اس نظام کو قائم دائم رکھوگا اور جب چاہوں گا سب کچھ تباہ و برباد کر کے تمہیں اپنے سامنے لا کھڑا کروں گا۔ ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

''اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ''۔

کیا نہیں دیکھا انسان نے کہ ہم نے اسکو نطفے سے پیدا فرمایا تو وہ صریحاً جھگڑالو بن گیا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو ایک حقیر اور بودار پانی کے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے۔ قطرہ بھی وہ کہ جسے دیکھ کر یہ کراہت محسوس کرتا ہے۔ کپڑے پر لگ جائے تو فوراً دھو ڈالتا ہے۔ جس کی پیدائش ہی ماء مھین سے ہو۔ اسے کسی طرح بھی لائق نہیں ہے کہ وہ اپنے خالق کی نافرمانی کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے ہونے کا ثبوت اس طرح بیان فرما رہے ہیں کہ اے انسان دنیا میں جس چیز سے تیرا واسطہ پڑتا ہے ذرا دیکھ تو سہی ان کو کس نے بنایا ہے۔

''وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ٥ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ

تَسْرَحُوْنَ o وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" o وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً وَ يَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔"

(پارہ ۱۴ سورۃ نحل)

کہ وہ جانور جن کے بال اون اور صوف وغیرہ کا لباس بنا کر تم گرمی حاصل کرتے ہو اور جن کا دودھ پیتے ہو اور جن کا گوشت کھاتے ہو اور جن پر سواری کرتے ہو اور بوجھ لاد کر ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتے ہو اور جن جانوروں کو تم نے اپنے لئے زینت بنا رکھا ہے۔ بتاؤ یہ خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا ان کو بنانے والا اور ان سے تمہیں فوائد پہنچانے والا کوئی ہے؟

"هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ" وَّمِنْهُ شَجَرٌ" فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ o يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔" (پ ۱۴ سورۃ نحل)

وہ پانی جسے تم پیتے ہو اور جس سے اُگے ہوئے درخت تم اپنے جانوروں کو کھلاتے ہو۔ بتاؤ پانی سے تمہاری کھیتیاں' زیتون' کھجوریں' انگور اور ہر قسم کے پھل کون اگاتا ہے؟

رات کو تمہارے آرام کے لئے اور دن کو تمہارے کاروبار کے لئے چاند' سورج اور ستاروں کو تمہارے بے شمار فوائد کے لئے کس نے پیدا کیا ہے؟ کیا یہ خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا ان کو بنانے والا کوئی ہے؟ دریاؤں اور سمندروں کو کس نے بنایا ہے؟ ان میں لاکھوں ٹن وزنی بحری جہاز اور کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی صحیح سلامت ایک ملک

سے دوسرے ملک میں کون پہنچاتا ہے؟ پانی سے مچھلیاں پیدا کر کے ان کا تازہ گوشت تمہیں کون کھلاتا ہے؟

علی ھذ القیاس ; دنیا میں جو کچھ بھی نظر آرہا ہے۔ یہ سب اپنے آپ بن گیا ہے یا ان کا بنانے والا کوئی ہے؟

میرے بھائیو! دنیا کی ہر چیز پکار پکار کر بزبانِ حال یہ بات کہہ رہی ہے کہ میں خود بخود نہیں بنی بلکہ مجھے بنایا گیا ہے اور جس نے مجھے بنایا ہے وہ ہے رب کائنات۔

کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ انسان اپنے سامنے لاکھوں اور کروڑوں چیزیں دیکھنے کے بعد پھر بھی وجودِ باری تعالیٰ کا انکار کرتا ہے حالانکہ

اس کا وجود ہے خود شاہد وجودِ باری تعالیٰ پر
دلیل ایسی ہے یہ جو کبھی رد ہو نہیں سکتی

یورپ میں ڈاکٹر جانسن ایک بڑا مشہور ادیب گزرا ہے۔ وہ اپنے دفتر میں بیٹھا وجودِ باری تعالیٰ پر ایک مضمون لکھ رہا تھا کہ ایک ملحد آ گیا۔ اس نے تردید الحاد پر مضمون کو دیکھ کر تمسخر اڑایا۔ ڈاکٹر جانسن کو اس کی اس حماقت پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے ملحد کو اپنے پاؤں کے بوٹ سے ایک ایسی شدید ٹھوکر ماری کہ اس کی زبان سے شدت درد کی وجہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے (Oh My God) ہائے میرے اللہ۔ ڈاکٹر نے کہا یہ ہے وہ خدا جس کا تم انکار کرتے ہو۔ قطع نظر اس کے ہم اس مضمون پر بے شمار دلائل مہیا کریں۔ اپنے دن رات کے معمول اور روزمرہ کے کاموں کو ہی دیکھ لیں۔ کتنی دفعہ ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔

کوئی کام شروع کریں تو کہتے ہیں بِسْمِ اللّٰه۔ کسی کے شر سے بچنے کے لئے پناہ مانگیں تو کہتے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰه' تعریف کریں تو کہتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰه'

چھینک آئے تو کہتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰه ۔ جواب میں کہتے ہیں 'یَرْحَمُکَ اللّٰه' یَہْدِیْکُمُ اللّٰه 'گناہ سے معافی مانگیں تو اَسْتَغْفِرُ اللّٰه 'قسم کھائیں تو واللّٰه' باللّٰه تاللّٰه۔ کسی کو رخصت کریں تو اِسْتَوْدَعُ اللّٰه' فِی اَمَانِ اللّٰه۔ نیک اور صالح آدمی کو کہتے ہیں وَلِیُ اللّٰه۔ کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں تو اِنْشَاءَ اللّٰه۔ کوئی اچھی چیز دیکھیں تو مَاشَاءَ اللّٰه 'دکھ درد میں بے اختیار پکارتے ہیں ہائے اللہ۔ کسی کام کے صلے میں کہتے ہیں' جَزَاكَ اللّٰه۔ بوقت ملاقات کہتے ہیں' السلام علیکم و رحمۃ اللہ' برے وسواس سے بچنے کے لئے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه' گزران کیسی ہے' تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهُ۔ صدقہ مانگیں تو کہتے ہیں' فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ' صحابیؓ کا نام لیں تو کہتے ہیں رَضِیَ اللّٰهُ' بزرگ کے نام پر رحمۃ اللہ اپنے نام کے ساتھ عفی اللہ۔ جھوٹوں کو کہیں لعنت اللہ۔ نیک بادشاہ ہو تو کہیں ظِلُّ اللّٰه۔ کوئی مر جائے تو کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰه۔ غرضیکہ ہر طرف اللہ ہی کا نام آتا ہے۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں پکا سچا مسلمان بنائے۔

(آمین)

(و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین)

دوسرا وعظ
توحید
باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صلى الله عليه وسلم اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَ غَوٰى فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ" وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ٥ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ٥ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ٥ (پ ۳۰ سورة اخلاص)

ترجمہ:- کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہم جنس ہے۔

دوستو اور بزرگو۔۔۔۔۔السلام علیکم! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔

توحید باری تعالیٰ

قرآن مجید کے تیسویں پارے کی ایک چھوٹی سے مشہور و معروف سورۃ میں

نے آپ کے سامنے باترجمہ تلاوت کی ہے۔قبل اس کے کہ میں اپنی تقریر کا آغاز کروں۔اس سورت کا شان نزول بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت عکرمہؓ سے بیان کیا ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ ہم حضرت عزیر کی پرستش کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔عیسائی کہتے تھے کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔مجوسی کہتے تھے کہ ہم سورج اور چاند کی پرستش کرتے ہیں مشرکین مکہ کہتے تھے کہ ہم بت پرست ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تردید کرتے ہوئے یہ سورت اتاردی۔بعض روایات میں یوں بھی آتا ہے کہ مشرکین مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اپنے رب کے اوصاف بیان کیجئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ اتاردی کہ ان کو کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔اس کا کوئی وزیر کوئی شریک کوئی ہمسر نہیں ہے اور نہ کوئی ہم جنس ہے۔وہ اپنی صفتوں میں اور اپنے حکمت بھرے کاموں میں یکتا اور بے نظیر ہے۔وہ صمد ہے۔ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

میرے محترم بھائیو! یہ سورت ایک ایسی سورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کو بڑے پرزور الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔اس کی تائید میں ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ (سورہ بقرہ)

ترجمہ:۔اے لوگو سن لو تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے اور وہ بہت بخشش کرنے والا نہایت ہی مہربان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف ایک ہی معبود ہے۔اس کے سوا

دوسری کوئی ذات نہیں ہے۔ جس کے آگے سر جھکایا جائے اور جس کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جائے۔

لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔(پ۱۷)

ترجمہ :- اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو سارا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ معبود صرف ایک ہی ہونا چاہیے۔ بالفرض اگر دو ہوتے تو ان کا آپس میں اختلاف ہو جاتا۔ ایک کہتا بارش نازل کرنی ہے دوسرا کہتا نہیں کرنی۔ ایک کہتا کہ فلاں کو لڑکا دینا ہے دوسرا کہتا نہیں' لڑکی دینی ہے۔ ایک کہتا سورج مشرق سے نکالنا ہے' دوسرا کہتا نہیں میں نے مغرب سے نکالنا ہے' سارا نظام خراب ہو جاتا۔

کہتے ہیں کہ ایک بڑھیا چرخہ کات رہی تھی کہ ایک عالم نے اس سے پوچھا کہ اے بڑھیا کیا تمہیں خدا کی بھی کچھ پہچان ہے کہ ساری عمر چرخہ کاتتی رہی ہو؟ وہ کہنے لگی ہاں الحمدللہ! مجھے خدا کی پہچان ہے۔ عالم نے پوچھا اچھا بتاؤ' کہنے لگی جب تک میرے اس چرخے کو کوئی چلانے والی نہ ہو یہ نہیں چلتا تو میں نے سمجھ لیا کہ میرے اس چھوٹے سے چرخے کو چلانے والے کی ضرورت ہے اور یہ بغیر چلانے والے کے چل نہیں سکتا تو زمین و آسمان کا اتنا بڑا چرخہ بغیر کسی چلانے والے کے کیسے چل سکتا ہے۔ عالم بڑھیا کے جواب پر بڑا خوش ہوا۔ پھر پوچھنے لگا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ آسمان کا چرخہ چلانے والا ایک ہے یا دو؟ بڑھیا نے جواب دیا ایک ہے۔ عالم نے پوچھا وہ کیسے' کہنے لگی اگر میرے اس چرخہ کو چلانے کے لئے دو عورتیں بیٹھ جائیں تو یا تو وہ دونوں ایک ہی طرف چلائیں گی یا

ایک ایک طرف اور دوسری دوسری طرف' پہلی صورت میں تو چرخہ معمول سے زیادہ چلنے لگے گا اور دوسری صورت میں یا رک جائے گا یا ٹوٹ جائے گا اور اگر اسے چلانے والی ایک ہوگی تو اپنی مرضی سے اسے معمول کے مطابق ایک ہی طرف چلاتی رہے گی۔ میں نے سمجھ لیا ہے کہ اگر زمین و آسمان کے چرخے کو چلانے والے دو خدا ہوتے تو سارا نظام ہی خراب ہو جاتا۔ زمین و آسمان کا نظام بطریق احسن جو چل رہا ہے۔ یہی بات اس کی دلیل ہے کہ خدا ہے اور ایک ہے۔ تو ہاں جناب' قرآن مجید میں دو سورتیں ایسی ہیں جو کہ ہر ایک کو یاد ہیں۔ ایک سورۃ فاتحہ اور ایک یہی سورت۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورتیں ہر ایک کے ذہن میں اس لئے اتار دیں ہیں کہ اس کو مسئلہ توحید کا پتہ چل جائے۔

بدقسمتی سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم دونوں سورتوں کو بار بار نماز میں پڑھتے تو ہیں۔ مگر آج تک ان کا مطلب نہیں سمجھ سکے۔ ثناء پڑھتے ہیں تو اس میں اقرارِ توحید' بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ نماز ہے ہی ساری کی ساری اقرار توحید خداوندی۔

دیکھئے ناں۔ آدمی کہتا ہے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. کہ اے اللہ تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ۔ تیرا نام بڑا ہی بابرکت ہے اور تیری شان بڑی ہی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے۔

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

اے اللہ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ ساری تعریفوں کے لائق تو ہی ہے

(۲) اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

تو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

(۳) مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔

تو قیامت کے دن کا مالک ہے۔

(۴) اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۔

کہ یا اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۔ کہہ کر انسان اقرار کرتا ہے کہ عبادت اور استعانت کے لائق صرف ایک ہی ذات ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ۔ پھر جب سورۃ اخلاص پڑھتا ہے تو اس میں بھی اقرار کرتا ہے کہ یا اللہ تو صرف ایک ہے۔ تو بڑا بے نیاز ہے' تیری کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ ہی تو کسی کی اولاد ہے' اور نہ ہی کوئی تیرا شریک ہے۔

میرے دوستو اور عزیزو! یہ کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ نماز میں تو اقرار کرے کہ تیرے سوا نہ کسی کی عبادت جائز ہے اور نہ کسی سے مدد مانگنا جائز ہے۔ مگر بعد میں اس کئے ہوئے اقرار کو یکسر بھول جائے اور کہنا شروع کر دے

امداد کن امداد کن' در دین و دنیا شاد کن

از رنج و غم آزاد کن' یا شیخ عبدالقادرا

بگرداب بلا افتاد کشتی

مدد کن یا معین الدین چشتی

کہ اے شیخ عبدالقادر جیلانی اور اے معین الدین چشتی میں مصیبتوں اور پریشانیوں میں گھرا ہوا ہوں تو مجھے رہا کر دے۔

نماز میں اقرار کرنا کہ یا اللہ میں صرف تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد چاہتا ہوں مگر بعد میں یہ کہنا............

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا
يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِيْ فِيْ بَحْرِ غَمٍّ مُغْرَقٍ
خُذْ يَدِيْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَالَنَا

کہ اے اللہ کے رسول! میرے حال پر نظر کرو اور میری فریاد سنو۔ میں غموں کے دریا میں ڈوبا ہوا ہوں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر میری مشکلیں آسان کر دو۔

گویا کہ ہم نے اپنے کیے ہوئے اقرار سے بدعہدی کر کے یہ عقیدہ بنا لیا کہ اللہ تعالیٰ سے بھی مدد مانگنا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اور پیروں فقیروں سے بھی۔

یاد رکھیے! انسان کے حوائج و مشکلات حل کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ .(پ ۷)

کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں ہر مصیبت اور تکلیف سے نجات دیتا ہے۔ یہ سمجھنا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا بھی مشکل کشا ہے شرک ہے۔

یہاں کئی لوگ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں کہ اگر غیر اللہ سے مدد مانگنی اور غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے تو ڈاکٹر اور حکیم کو تکلیف میں کیوں بلاتے ہو۔ بوجھ زیادہ ہو تو کیوں کہتے ہو کہ بھائی ذرا اٹھوا دو۔ بیوی کو کیوں کہتے ہو روٹی پکا دو۔ بستر بچھا دو وغیرہ وغیرہ۔

سنئے! مدد دو قسم کی ہوتی ہے۔

ما تحت الاسباب اور مافوق الاسباب ۔اسباب کے تحت

ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا اور مدد مانگنا جائز ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی۔ (پ٦)

کہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے:

مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ۔

کہ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے اور مصیبت میں اس کے کام آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتیں پوری کر دیتا ہے۔(اور اس کے بگڑے ہوئے کام سنوار دیتا ہے)

بیماری میں ڈاکٹر اور حکیم سے علاج کروانا یہ اسباب کے تحت ہے اور جائز ہے۔کیونکہ آپ کا ارشاد ہے۔

يَا عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا: کہ اے اللہ کے بندو بیماری میں اپنا علاج کروا لیا کرو۔بیوی سے روٹی پکوانا اور بستر بچھوانا بھی جائز ہے۔کیونکہ یہ بھی اسباب کے تحت ہے۔دنیا میں اگر غیر اللہ زندہ موجود ہے تو اس سے اسباب کے تحت مدد مانگنا جائز ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جناب بیمار آدمی دوا لینے کے لئے کسی زندہ ڈاکٹر، حکیم کے پاس جاتا ہے۔فوت شدہ کے پاس کبھی نہیں گیا۔اسی طرح بوجھ اٹھانے کے لئے کسی زندہ آدمی کو کہا جاتا ہے کہ میرے سر پر رکھ دو' کسی فوت شدہ کو نہیں کہا جاتا۔بیوی زندہ ہو

اور پاس موجود ہو تو اس کو کہا جاتا ہے کہ روٹی پکا دو اور بستر بچھا دو۔ بیوی اگر میکے گئی ہو تو کبھی کسی نے نہیں کہا کہ میری روٹی پکا دو اور میرا بستر بچھا دو۔ اسی طرح نیک آدمی، ولی اور بزرگ سے دعا کروانا جائز ہے مگر جب وہ فوت ہو جائیں تو پھر ان کو کہنا کہ میری مدد کر دو یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ زندہ آدمی کو اسباب کے تحت بلانا اور اس سے مدد مانگنی جائز ہے۔ کسی فوت شدہ کو اپنی حاجات میں یہ سمجھ کر پکارنا کہ یہ میری فریاد سنتا ہے اور غائبانہ میری مدد کر سکتا ہے شرک ہے۔ قرآن مجید نے جس پکار اور استمداد غیر اللہ کو شرک قرار دیا ہے وہ غائبانہ اور مافوق الاسباب ہے۔

تو ہاں جناب میں عرض کر رہا تھا کہ اپنی حاجات اور مشکلات میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

اَیُّ الذَّنۡبِ اَکۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰہِ۔

کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ بہت بڑا ہے؟

تو آپ نے فرمایا:

اَنۡ تَدۡعُوۡا لِلّٰہِ نِدًّا وَ ھُوَ خَلَقَکَ۔

کہ اپنے خالق اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔

مطلب یہ ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ذات اور صفات میں اس کا شریک نہیں ہے۔ نبی، ولی، پیر و فقیر سب اس کے دروازے کے محتاج ہیں۔ قرآن مجید نے بیانگ دہل اس چیز کا اعلان فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ۔

کہ اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے دروازے کے محتاج اور فقیر ہو جب بھی تمہیں کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچے تو تم اسی کو پکارو۔

میں چاہتا ہوں کہ ذات اور صفات میں شرکت کے متعلق تھوڑی سی وضاحت کردوں۔ جب آدمی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جیسے وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ ایسے ہی اپنی صفات میں بھی اکیلا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں خدا کے برابر ہے تو یہ شرک ہے' ایسے ہی اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص میں خدائی صفات پائی جاتی ہیں تو یہ بھی شرک ہے۔

دیکھئے! پکارے جانے کے لائق' عبادت کے لائق' رکوع اور سجدے کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر یہ کام کسی غیر کے لئے کرے گا تو وہ شرک ہوگا۔ اسی طرح اولاد دینا' بیمار کو صحت دینا' عمر دراز کرنا' رزق فراخ کرنا' مصیبت کو دور کرنا' دشمن کو مغلوب کرنا' طوفان سے نجات دینا' یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا بھی یہ کام سرانجام دے سکتا ہے تو وہ شرک ہے۔ قرآن مجید میں بیشتر مقامات پر اس مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اجمالاً ایک ایک آیت بھی میں آپ کے سامنے پیش کردیتا ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے فرماتے ہیں:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً۔

کہ تم اپنے رب کو ہی پکارو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ۔

(پ ۲۴ سورۃ مومن)

ترجمہ :۔ تم مجھے ہی پکارو' میں ہی تمہاری دعا قبول کروں گا اور جو لوگ میری عبادت اور پکار سے سرتابی کرتے ہیں وہ ذلیل وخوار ورسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

پھر فرمایا:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔

کہ خالص اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو اور اسی ہی کو پکارو۔ (اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک مت کرو)

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ٥ (حم سجدہ)

ترجمہ :۔ اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو تو پھر سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس ذات کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔

سجدہ خالق کا ہی حق ہے۔ اس کی مخلوق کو خواہ وہ چاند ہو یا سورج' نبی ہو یا ولی' جن ہو یا فرشتہ' شجر ہو یا حجر' بت ہو یا قبر۔ کسی کے سامنے بھی جائز نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے یہاں کوئی شخص اعتراض کر دے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ اگر ہم کسی بزرگ کو سجدہ کر دیں تو کیا حرج ہے۔ تو یاد رکھیئے۔ فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو سجدہ کرنا عبادت کے لئے نہیں تھا بلکہ تعظیم کے لئے تھے اور تعظیمی سجدہ ان کی شریعت میں جائز تھا۔ جیسے کہ ان کی شریعت میں بہن بھائی کا نکاح بھی جائز تھا۔ اب اگر کوئی شخص اس کو دلیل سمجھ کر بہن سے شادی کر لے تو کیا جائز ہو جائے گا؟ قطعاً جائز نہیں ہو

گا۔ پہلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا۔ ہماری شریعت میں منع کر دیا گیا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے اور اس کے فرمان کو بلا چون و چرا اس تسلیم کر لینا چاہئے۔ خواہ مخواہ حجتیں نہیں پیش کرنی چاہئیں کہ پہلے لوگوں کو کیوں حکم دیا گیا اور ہمیں کیوں منع کیا گیا ہے۔

دیکھئے! ایک بادشاہ ایک قانون بناتا ہے اور مدت تک اس پر عمل ہوتا رہتا ہے۔ پھر وہ چاہتا ہے کہ اس کو منسوخ کر کے دوسرا قانون بنا دوں۔ قانون بنانے والے کو اختیار ہے۔ جب چاہے قانون کو منسوخ کر دے۔ ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم اس پر اعتراض کریں۔ ہمارا کام تو عمل کرنا ہے اب اگر کوئی شخص کہے کہ میں تو پہلے والے قانون پر ہی عمل کروں گا میں نئے قانون کو نہیں مانتا تو وہ حکومت کا باغی ہوگا اور مستوجب سزا ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے قانون بناتا ہے اور جتنی دیر کے لئے چاہتا ہے اس کو قائم رکھتا ہے۔ پھر جب چاہتا ہے اس کو منسوخ کر دیتا ہے۔ ہمیں کیا حق ہے کہ اس کے بنائے ہوئے قانون پر اعتراض کریں۔ جو شخص اعتراض کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے بنائے قانون کی مخالفت کرے گا وہ بھی باغی ہوگا اور مستوجب سزا ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔

اَتَیْتُ الْحِیْرَةَ فَرَأَیْتُهُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ۔

ترجمہ:۔ میں حیرا شہر میں (جو کوفہ کے قریب ہے) گیا دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کر رہے ہیں۔

میں نے سوچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَهٗ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق دار ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے۔ آپ کے سامنے آ کر سارا واقعہ

بیان کیا اور سجدہ کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا:

لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِی اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ۔

کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اس کو سجدہ کرو گے۔ میں نے کہا نہیں' آپؐ نے فرمایا.......

فَلَا تَفْعَلُوْا لَوْ کُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ یَسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ۔

مجھے سجدہ نہ کرو۔ اگر خدا کے سوا کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم کر دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی کتاب ''سجدہ حرمت تعظیم'' کے صفحہ ۴۳ پر لکھا ہے:

مَنْ سَجَدَ لِغَیْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی وَجْهِ التَّعْظِیْمِ کَفَرَ۔

کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے والا کافر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے متعلق لکھتے ہیں:

لَا یَمَسُّ عِنْدَ الزِّیَارَةِ الْجِدَارَ وَلَا یُقَبِّلُهٗ وَ لَا یَلْتَصِقُ بِهٖ وَلَا یَطُوْفُ وَلَا یَنْحَنِیْ وَلَا یُقَبِّلُ الْاَرْضَ فَاِنَّهٗ کُلُّ وَاحِدٍ بِدْعَةٌ غَیْرُ مُسْتَحْسِنَةٍ۔

ترجمہ:- زیارت روضہ انور کے وقت نہ دیوار کو ہاتھ لگائے' نہ چومے اور نہ اس سے چمٹے اور نہ طواف کرے اور نہ ہی زمین کو بوسہ دے کیونکہ سب کام بدعت قبیحہ ہیں۔ (کتاب مذکور ص ۶۳)

حضرات! اس حدیث سے اندازہ لگائیں کہ صحابی رسول آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ مگر آپ فرما رہے ہیں کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے سجدہ عبادت تو کجا، سجدہ تعظیمی کرنے والے کو بھی کافر کہا ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر بھی سجدہ حرام ہے۔ جب آپ کے روضہ مبارک پر سجدہ حرام ہے تو پھر اولیاء اللہ کے مزارات پر سجدہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں بے شمار سجدہ گاہیں بنی ہوئی ہیں جہاں دھوم دھام سے شرک ہوتا ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ ان شرک کے اڈوں کو ختم کرے۔

تو ہاں جناب میں عرض کر رہا تھا کہ عبادت کے لائق، رکوع سجدے کے لائق اور پکارے جانے کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ اسی طرح اولاد دینا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَo اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ"۔

(پارہ ۲۵، سورۃ شوریٰ)

کہ زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکیاں دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے دے دیتا ہے اور

جس کو چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ بڑے علم والا اور قدرت والا ہے۔ (کہ کس کو کیا دینا ہے اور کیا نہیں دینا)

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَ یَخْتَارُ مَا کَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ٥

ترجمہ:۔ تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی مختارِ کل ہے۔ اس کے علاوہ کوئی مختار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سب شریکوں سے پاک ہے۔

یہ آیات واضح کر رہی ہیں کہ اولاد دینا کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ خاصہ خداوندی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اولاد کی خواہش ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواست پیش کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰالِحِیْنَ۔

ترجمہ:۔ یا اللہ مجھے نیک لڑکا عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر کے فرشتوں سے کہا کہ جاؤ جا کر خوشخبری دے آؤ۔

چنانچہ فرشتے آئے اور کہا:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ٥

ترجمہ:۔ (اے ابراہیم!) ہم تمہیں بردبار تحمل والے لڑکے کی خوشخبری دینے آئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے خوشخبری سنی تو ان کی بیوی نے کہا:

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ" وَهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ" عَجِیْبٌ"۔ (پارہ ۱۲ سورۃ ھود)

ترجمہ:- کیا میں اولاد جنوں گی؟ میں تو بہت بوڑھی ہو چکی ہوں۔ اولاد جننے کے قابل نہیں رہی یہ میرے خاوند ابراہیم بھی بہت بوڑھے ہیں یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔

فرشتوں نے جواب دیا:

اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ۔

ترجمہ:- اے بی بی کیا تو خدا تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہے۔ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم دونوں کو اس عمر میں بھی اللہ تعالیٰ بیٹا دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر قیوم ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے ہاں بیٹا پیدا ہو گیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام باوجود نبی اور رسول ہونے کے اپنے لئے اولاد پیدا نہیں کر سکے۔ بلکہ نہایت عاجزی سے خدا تعالیٰ کے حضور درخواست پیش کرتے ہیں:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ۔

ترجمہ:- یا اللہ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ باوجود اس کے کہ:

رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیًّاo (پارہ ۱۶، سورۃ مریم)

ترجمہ:- میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے میرے بال سفید ہو چکے ہیں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے۔ مگر تیرے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ تو مجھے ان کمزوریوں کے باوجود بھی اولاد دے سکتا ہے۔ ابھی دعا کر ہی رہے تھے کہ خوشخبری مل جاتی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ وَسَیِّدًا

وَ حَصُوْرًا وَ نَبِيًّا مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (پارہ ۳، سورۃ آل عمران)

ترجمہ :۔ اے زکریا میں تجھے بیٹا عطا فرماؤں گا اور ہو گا بھی وہ نبی ۔ میں نے اس کا نام یحییٰ رکھ دیا ہے۔ (اس سے پہلے اس نام کا کوئی آدمی بھی پیدا نہیں ہوا)

آخر اللہ تعالیٰ نے بیٹا دے دیا۔

حضرات! ان دونوں پیغمبروں کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی بھی اپنے گھر خود اولاد پیدا کرنے کے مختار نہیں ہیں ۔ یہ کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اولاد کی طلب کسی غیر اللہ سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا بھی اولاد دے سکتا ہے تو یہ شرک ہو گا۔

یہاں ایک اعتراض ہے کہ اگر اولاد دینا خاصہ خداوندی ہے تو مریم علیہ السلام کو حضرت جرائیل نے بیٹا کیسے دے دیا؟ قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے :

إِنَّمَا أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ○

ترجمہ :۔ کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تجھے پاک بیٹا عطا کروں ۔

جناب! اگر جرائیل لڑکا دے سکتا ہے تو نبی اور ولی بھی دے سکتے ہیں؟

محترم! اس اعتراض کے حل کے لئے تھوڑا سا قرآن مجید کے الفاظ پر غور کیا جائے تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ حضرت مریم نے حضرت جرائیل سے کہا:

أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلَامٌ" وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ"۔

ترجمہ :۔ مجھے لڑکا کیسے ہو گا میرا تو نکاح ہی نہیں ہوا اور نہ ہی مجھے کسی بشر نے ہاتھ لگایا

ہے۔تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

قَالَ كَذَالِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ"۔

ترجمہ:- تیرے پروردگار نے کہا ہے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے۔

مریم علیہا السلام کے تعجب پر جبرائیل علیہ السلام نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ میں دے سکتا ہوں بلکہ اصل مالک اور معطی کو پیش کیا کہ بیٹا تو خدا تعالیٰ ہی دے گا۔ میں تو اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ : تیرے پاس رب کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ تجھے بیٹا ہوگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا یہ کہنا کہ:

اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ○

واضح کر رہا ہے کہ لڑکا ہبہ کرنے کا جو ذکر ہے اس کا فاعل دراصل جبرائیل نہیں بلکہ جبرائیل کو رسول بنا کر بھیجنے والا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کی حکایت ہے۔ یہ قول فرشتے کا اپنا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ جسے فرشتہ حضرت مریم علیہا السلام تک پہنچا رہا ہے۔

تو ہاں جناب! میں عرض کر رہا تھا کہ اولاد دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس کے اختیار میں ہے۔ اس کے اس فعل میں اس کی سلطنت میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ اسی طرح بیماری اور صحت بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرما رہے ہیں:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○

ترجمہ:- میں جب کبھی بیمار ہوتا ہوں تو اللہ ہی مجھے صحت بخشتا ہے اور شفا دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ وَ اِنْ

یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ

وَھُوَ الْغَفُوْرُ" الرَّحِیْمُ"o

ترجمہ:۔اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس کو اس کے سوا کوئی ہٹانے والا نہیں ہے اور اگر آپ کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو اس کو اس کے سوا کوئی روکنے والا نہیں ہے۔وہ جسے چاہے تکلیف دے اور جس کو چاہے راحت عطا فرمائے۔

رزق فراخ اور تنگ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ارشاد ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ اِنَّ فِیْ

ذَالِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَo (پارہ۲۱،ع ۷)

ترجمہ:۔ کہ کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ ایمان والوں کیلئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے تصرفات کو عقلی اور نقلی دلائل سے خوب واضح کیا ہے۔

سمجھ رکھنے والا انسان اگر غور سے قرآن مجید کا ترجمہ ہی پڑھ لے تو مسئلہ توحید سمجھ میں آسکتا ہے۔اسی لئے ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے کہ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کہ آدمی مشرک نہیں ہوتا۔سورۃ یٰسین میں ارشاد ہے:

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَ اِلَیْہِ

تُرْجَعُوْنَ o

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ہی وہ پاک ذات ہے جس کے قبضہ میں ہر چیز ہے اور تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

آخر میں میں گزارش کروں گا کہ خدارا! اپنے عقائد کی اصلاح کیجئے۔ شرک کی نجاست سے بچنے کے لئے قرآن مجید کو بار بار پڑھ کر اس کے مطلب اور معانی پر غور کیجئے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کیجئے۔ انشاءاللہ آپ ضرور راہ راست پر آ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں سوچنے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

(و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین)

تیسرا وعظ
توحید
باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

”وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔“ (انبیا: پ ۱۷)

ترجمہ :- اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم دیا، کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے پس میری عبادت کرو!

دوستوں اور بزرگوں! السلام علیکم!

آج میں آپ کے سامنے مسئلہ توحید پر کچھ گزارشات کرونگا۔ قبل اس کے، کہ میں اپنے مضمون کو شروع کروں، توحید کا معنی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ توحید باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کا معنی ہے اللہ تعالٰی کو ایک جاننا۔ اس کی وحدانیت کا اعتقاد رکھنا۔ اسے یکتا سمجھنا۔ اس کا کسی کو شریک نہ بنانا۔ (المنجد ص ۱۳۵۰)

یہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالٰی نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد بیان فرمایا ہے۔ کہ جتنے نبی بھی میں نے دنیا میں بھیجے ہیں۔ سب کو میں نے یہی حکم کیا تھا۔ کہ دنیا کے سامنے جا کر میری توحید بیان کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسئلہ توحید بڑا ہی اہم مسئلہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالٰی نے ہر نبی کو یہی مسئلہ بیان کرنے کا حکم دیا تھا، اور یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کے کلمہ کا پہلا جز لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے، اور دوسرا جز اس کی اپنی رسالت کا ہے، کہ پہلے اللہ تعالٰی کی توحید کا اقرار کرو،

بعد میں میری رسالت کا اقرار کرو۔ مثلاً لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' اور ابراہیم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اسی طرح لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور موسیٰ اللہ کے رسول ہیں۔ اسی طرح دوسرے انبیا کے کلمے۔

تو معلوم ہوا کہ' توحید کا اقرار سب سے پہلے ضروری تھا۔ اسی لئے ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو سب سے پہلے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی دعوت دی۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بعد میں اپنی رسالت کا اعلان کیا۔ یہاں ایک بات عرض کرتا جاؤں' کہ جس طرح مسئلہ توحید پر ایمان لانا فرض ہے' اسی طرح مسئلہ رسالت پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ اگر کوئی شخص توحید کو تسلیم کرتا ہے۔ اور رسالت پر ایمان نہیں رکھتا' تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی شخص رسالت پر ایمان رکھتا ہے' اور مسئلہ توحید کو تسلیم نہیں کرتا' تو وہ بھی اسلام سے خارج ہے۔ جس طرح مسئلہ توحید انسان کیلئے باعث نجات ہے۔ اسی طرح مسئلہ رسالت بھی باعث نجات ہے' مطلب یہ کہ کلمے کے دونوں حصوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور یہی چیز ہے' جس پر انسان کے عقیدے کی بنیاد ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

کلمے کے کسی ایک حصے پر ایمان لا کر اور کسی ایک حصے کو چھوڑ کر پھر نجات کی توقع رکھنا فضول ہے۔

تو خیر میں گذارش کر رہا تھا کہ مسئلہ توحید بڑا ہی اہم مسئلہ ہے۔ سب سے پہلے اس مسئلہ کو بیان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دنیا میں مبعوث

فرمایا۔

جس قوم میں نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ان کی عادت تھی کہ ان میں سے جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کا مجسمہ بنا لیتے اور اس کی پرستش شروع کر دیتے۔جیسا کہ قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے۔سورۃ نوح میں ہے:

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا۔

اس آیت کی شرح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ود۔سواع نیک لوگوں کے نام ہیں۔ جو قوم نوح میں گزرے ہیں۔ جب ان بزرگوں میں سے کوئی مر جاتا تو لوگ ان کی قبروں پر اعتکاف کرتے' ان سے حاجتیں طلب کرتے' آہستہ آہستہ ان کے معتقدوں نے ان کے مجسمے اور بت بنا لئے اور پرستش شروع کر دی۔

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا:

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ اِنِّىْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔

ترجمہ :- اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔اس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔اگر تم اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے رہے۔تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے۔دوسرے مقام پر نوح علیہ السلام کے الفاظ یوں ہیں:

اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ۔ میں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں ظاہر۔میرا پیغام یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کو مت پکارو۔کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں ہے۔اس کے جواب میں قوم نے نوح علیہ السلام کو کہا:

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ۔ (ہود۔پ۱۲)

ترجمہ:۔اے نوح! ہم چار وجہ سے تیری اتباع نہیں کرتے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم ہماری طرح بشر اور انسان ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ تیرے پیچھے جو لوگ لگے ہیں وہ معاشرہ میں گھٹیا پوزیشن والے اور کمین ہیں (نعوذ باللہ) تیسری بات یہ ہے کہ تمہارے اندر ہم کو کوئی ایسی فضیلت بھی نظر نہیں آتی۔ جس کی وجہ سے ہم تمہیں اپنا پیشوا اور رہنما تسلیم کر لیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ہم تجھ کو اور تیرے سب پیروکاروں کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

آپ اندازہ لگایئے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح علیہ السلام کی کیوں مخالفت کی اور کیوں نہیں تسلیم کیا۔ کہنے لگے' تم بشر ہو اور بشر رسول تو ہو ہی نہیں سکتا اور تمہاری اطاعت بھی ان لوگوں نے کی ہے' جو ہم میں ذلیل اور کمی ہیں۔ ہاں تم اگر بشر نہ ہوتے' اور تمہارے پیروکار ہم جیسے بڑے بڑے لوگ ہوتے' تو ہم تجھے ضرور رسول مان لیتے۔ بعینہ یہی باتیں نبی علیہ السلام کے بارے میں کفار مکہ نہ کہی تھیں۔ "قَالُوْا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ " "کیا ہم بشر رسول کی اطاعت کریں؟" اگر ہم میں کوئی نوری فرشتہ رسول بن کر آتا تو ہم اس کی اطاعت کر لیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لَوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا۔" (بنی اسرائیل: پ۱۵)

کہ اے کافرو! تمہارا یہ کہنا غلط ہے' کہ ہم میں فرشتہ رسول بن کر آنا چاہئے تھا۔ انسان نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ہمارا یہ قانون ہے' کہ زمین میں جس قسم کی مخلوق آباد ہوتی ہے' ان میں اسی قسم کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ زمین پر انسان آباد ہیں۔ اس لئے

ہم نے رسول بھی انسان بھیجا ہے۔ اگر نوری مخلوق آباد ہوتی تو ہم رسول بھی نوری ہی بھیجتے۔ تو وہاں نوح علیہ السلام نے کہا۔ اے میری قوم! میری اطاعت کرلو! تم یہ نہ سمجھنا' کہ میں نے تم سے مال ودولت لینے کی غرض سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ "لَااَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مَالًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ۔" اس دعوت تبلیغ پر میں تم سے تنخواہ یا معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ جس کا تمہیں بوجھ محسوس ہو۔ اس کا معاوضہ تو مجھے اللہ کی طرف سے ملے گا۔ جس کی ڈیوٹی دے رہا ہوں۔ باقی رہی یہ بات کہ تمہاری خاطر میں ان غرباء کو جو ایمان لا چکے ہیں۔ اپنے پاس سے ہٹا دوں' تو یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ "اِنَّهُمْ مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ۔" وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔ اگر میں ایسا کروں گا' تو وہ خدا کے ہاں میری شکایت کریں گے۔ تو پھر "مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ۔" اللہ تعالیٰ سے مجھے کون بچائے گا؟ مطلب یہ کہ تمہارے معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ یہ تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔ تو مجھے کیسے بچائیں گے' کافر کہنے لگے' کہ اے نوح! اگر تو سچا نبی ہے' تو تیرے پاس دولت کے خزانے ہونے چاہئیں تھے۔ اور تجھے غیب دان ہونا چاہیے تھا۔

کافروں کے معیار کا اندازہ لگائیے۔ کہ وہ نبی کو کیسے پرکھ رہے ہیں۔ کہ رہے ہیں کہ اگر تو نبی ہے' تو تجھے بڑا امیر ہونا چاہئے تھا' اور غیب دان ہونا چاہئے تھا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا:

"وَلَا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَا اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ۔" کہ میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک نہیں ہوں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور میرا کام تبلیغ و انذار ہے۔ اور نہ عالم الغیب ہوں۔ کہ جو بات چاہوں' اور جب چاہوں' جان لوں۔ اور نہ میں فرشتہ ہوں' بلکہ میں تو بشر اور انسان

ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی کمال مہربانی سے نبوت کے بلند ترین مقام پر سرفراز فرمایا ہے۔ جب قوم حضرت نوح علیہ السلام کے براہین کا جواب نہ دے سکی۔ تو کہنے لگی:

”یَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ۔“

کہ اے نوح! تم نے ہمارے ساتھ جھگڑا ہی شروع کر دیا۔ اچھا جاؤ، ہم نہیں مانتے! اگر تمہارے دعویٰ میں کچھ صداقت ہے، تو جس عذاب کی ہمیں دھمکیاں دیتے ہو۔ وہ بھی لے آؤ۔ پھر دیکھا جائیگا۔ یہی بات نبی علیہ السلام کو بھی آپ کی قوم کے کافروں نے کہی تھی۔

”اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔“

ترجمہ:- یا اللہ! ہم تیرے نبی کو اور تیرے دین کو نہیں تسلیم کرتے ہم پر آسمانوں سے پتھروں کی بارش نازل کر دے۔ یا کوئی اور دردناک عذاب لے آ۔ جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔

ترجمہ:- اے میرے نبی! جس وقت تک آپ ان میں موجود ہیں۔ میں ان کو عذاب نہیں کروں گا۔

تو ہاں! جب نوح علیہ السلام کی قوم نے عذاب کی خواہش کی، تو آپ نے دعا کر دی۔ ”رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا o“

یا اللہ! زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ! سب کو تباہ برباد کر دے۔ تو اللہ پاک نے نوح علیہ

السلام کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے فرمایا کہ: "وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ۔" اے نوح علیہ السلام ہمارے سامنے ہمارے حکم کے مطابق کشتی تیار کرو۔ اوران کافروں کے بچاؤ کے بارے میں اب مجھ سے سوال نہ کرنا۔ کیونکہ میں ان کے غرق کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ چنانچہ حکم خداوندی کے تحت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانا شروع کر دی۔ "وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاءٌ" مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ۔" آپ کو کشتی بناتے دیکھ کر کافر مذاق کرنے لگے۔ کہ دیکھو جناب! کل یہ کہتا تھا' کہ میں نبی ہوں اور آج ترکھان بن کر کشتی بنا رہا ہے۔ اے نوح! یہاں سمندر یا دریا تو کوئی نہیں ہے۔ خشک زمین ہے اور خشک زمین پر کشتی کیسے چلاؤ گے۔ یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھیں' کہ کسی کو معمولی کام کرنے کی وجہ سے ذلیل اور کمی نہیں سمجھنا چاہئے۔ جیسا کہ ہمارے لوگوں کی عادت ہے۔ کہ موچیوں کو' دھوبیوں کو' ترکھانوں کو' لوہاروں کو' درزیوں کو کمی سمجھتے ہیں۔ یہ سارے کام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے بھی کئے ہیں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

حضرت موسیٰ بکریاں چارے عالی شان حضوروں
جس نوں وچہ دربار الٰہی کری مل سی توروں
ابراہیم تجارت کردے تے عیسیٰ کپڑے دھووے
درزیاں کار ادریس پیغمبر دائم روزہ ہووے
نوح پیغمبر عالی مرسل کم کرے ترکھاناں
تے لوہا گھڑے داؤدؑ پیغمبر خاص حبیب ربانا
حضرت آدمؑ سب کم کردے' جس دی حاجت ہوئی

تے شیخ پیغمبر کپڑا بُن دے ہور خیال نہ کوئی

اگران معمولی کام کرنے والوں کو ہم کی سمجھیں گے' تو یہ زد نبیوں پر بھی جائے گی۔اس لئے ایسا کبھی نہیں کہنا چاہئے !ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔کہ نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے ہیں اور کافر مذاق کر رہے ہیں۔جب کشتی تیار ہوگئی۔تو حکم ہوا کہ جب تمہارے گھر والے تنور سے پانی ابلنے لگے' تو سمجھ لینا' ہمارا عذاب آنے لگا ہے۔تو اس وقت:

''قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ۔'' اس کشتی میں ان کو بٹھا لینا جو ایمان لا چکے ہیں' اور ہر چیز کا جوڑا جوڑا بھی لے لینا مگر کسی مشرک کافر کو نہ بٹھانا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ' کشتی میں بندوں کا جوڑا بٹھالو' خنزیروں کا جوڑا بٹھالو' کتوں کا جوڑا بٹھالو' شیروں کا جوڑا بٹھالو' ہاتھیوں کا جوڑا بٹھا لو' ریچھوں کا' گدھوں کا' اونٹوں کا' گھوڑوں کا' بکریوں کا' کبوتروں کا' کوؤں کا' غرضیکہ تمام چرندوں' پرندوں' درندوں کا جوڑا جوڑا بٹھا لینا مگر کسی مشرک کو نہ بٹھانا۔کیونکہ مشرک ان جانوروں سے بھی گندہ ہے۔جانور تو اپنے مالک کا کھا کر اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ وفا کرتے ہیں۔لیکن مشرک آدمی اپنے مالک کا کھا پی کر اس کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں کھا پی کر پھر غیر اللہ کے گن گاتا ہے۔ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

''وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ'' لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ' لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ'' لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ۔''

کہ ہم ایسے لوگوں سے جہنم کو بھریں گے' کیونکہ یہ دین سے بالکل اندھے اور بہرے ہیں۔ بظاہر ان کے دل تو ہیں۔ لیکن یہ دین کو سمجھتے نہیں آنکھیں بھی ہیں۔ لیکن دین کو دیکھتے نہیں۔ کان بھی ہیں۔ لیکن دین کی باتوں کو سنتے نہیں۔ یہ تو جانوروں جیسے ہیں۔ بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ وہ اسلئے' کہ جانور تو اپنے مالک کو پہچان لیتے ہیں۔ لیکن یہ اپنے مالک کو نہیں پہچانتے۔ حافظ اسماعیل صاحب روپڑی ؒ کبھی کبھی اپنی تقریر میں ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک درخت پر دو پرندوں نے گھونسلا بنا رکھا تھا۔ کسی نے اس درخت کو آگ لگا دی۔ درخت جل رہا ہے اور یہ پرندے بڑے آرام سے اس پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کسی نے کہا پرندو! درخت سے اڑ جاؤ! ورنہ درخت کے ساتھ ہی جل جاؤ گے

آگ لگی برکھش کو جب جلنے لگ گئے پات
تم کیوں نہیں اڑتے پنچھیو! جب پنکھ تمہارے ساتھ

تو پرندوں نے جواب دیا

کتنی مدت پھل کھایا گندے کیتے پات
یہی ہمارا دھرم ہے' اب جلیں گے اس کے ساتھ

کہ ہم اس درخت سے بڑی مدت فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ اور اس پر بیٹھیں کرتے رہے ہیں۔ اب ہماری وفا ہم کو یہ نہیں سکھاتی' کہ اس کو آگ لگی ہے تو ہم اڑ جائیں۔ جہاں یہ درخت جلے گا' وہاں ہم بھی اس کے ساتھ ہی جل جائیں گے۔

چنانچہ جب تنور سے پانی ابلنے لگا' تو نوح علیہ السلام نے ان سب کو کشتی میں بٹھا لیا۔ جن کے متعلق حکم تھا۔ سوار ہوتے ہوئے فرمان خداوندی سے یہ دعا پڑھی:

"بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔"

کہ اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کشتیوں پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ لیکن ہمارے زمانہ کے اکثر لوگ جب کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں۔ تو بجائے اس دعا کے مشرکانہ الفاظ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے

بگرداب بلا افتاد کشتی

مدد کن یا معین الدین چشتی

اور کوئی کہتا ہے

اے مولا علی اے شیر خدا میری کشتی پار لگا دینا۔۔۔

غرضیکہ اس قسم کے اور بھی بے شمار الفاظ ہیں جو کہ قطعی طور پر ناجائز اور خدا تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والے ہیں۔ حالانکہ مکہ کے کافروں کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''وَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔'' کہ جب وہ کشتیوں پر سوار ہوتے تھے' تو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ ہمارے زمانہ کے لوگ اس وقت کے مشرکین سے کئی گناہ آگے بڑھ گئے ہیں۔ وہ کافر ہو کر کشتیوں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو پکاریں۔ اور یہ مسلمان کہلوا کر غیر اللہ کو پکاریں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کرلیں' کہ اِن کا شرک اُن کے شرک سے بڑا ہے کہ نہیں!۔۔۔ تو ہاں! پانی آسمان سے برس رہا ہے۔ زمین سے بھی ابل رہا ہے۔ طوفان زوروں پر ہے' اور کشتی پہاڑ جیسی بلند موجوں میں سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں گذر رہی ہے۔ پرے دور حضرت نوح علیہ السلام کی نظر اپنے بیٹے پر پڑ گئی۔ جو کہ مشرک تھا اور کشتی میں سوار نہیں ہوا تھا۔ تو آواز دی:

"وَنَادٰی نُوْحُ نِ ابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكَافِرِیْنَ۔"

کہ اے بیٹا! اب بھی وقت ہے میرے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ! اور کافروں کے ساتھ لقمہ طوفان نہ بنو! مطلب یہ تھا' کہ اب بھی مسلمان ہو کر کشتی میں سوار ہو جاؤ' بچ جاؤ گے! تو بیٹے نے کہا "قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ۔" کہ مجھے تمہاری کشتی میں سوار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ابھی اس پہاڑ پر چڑھ رہا ہوں جو مجھے اس طوفان سے بچا لے گا۔ اندازہ کیجئے! مشرک ہر وقت غیر اللہ کی مدد کی ہی آس لگا کر بیٹھا رہتا ہے۔ اتنا سخت ہولناک طوفان ہے۔ لیکن یہ پھر بھی خدا تعالیٰ کے غیر کی پناہ حاصل کر رہا ہے۔ کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچا لوں گا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا: "لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔" کہ آج طوفان سے اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکے گا۔ پہاڑ وغیرہ کی پناہ لینا بے سود ہے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ "وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ۔" کہ باپ بیٹے کے درمیان پانی کی موج حائل ہو گئی اور بیٹا غوطے کھانے لگا۔ نوح علیہ السلام نے بیٹے کو ڈوبتے دیکھا تو پدری محبت کے تحت فوری طور پر ہاتھ اٹھا لئے۔

"وَنَادٰی نُوْحٌ" رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِیْنَ۔"

کہ یا اللہ! یہ میرا بیٹا جو ڈوب رہا ہے' میرے اہل سے ہے' اور تیرا وعدہ ہے' کہ میں تیرے اہل کو بچا لوں گا۔ پروردگار! تیرا وعدہ بھی سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ اس لئے میرے بیٹے کو بچا لے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ‌ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ" غَيۡرُ صَالِحٍ‌ فَلَا تَسۡـئَلۡنِ مَا لَـيۡسَ لَـكَ بِهٖ عِلۡمٌ‌" اِنِّىۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ۔"

کہ اے نوح! یہ تیرا اہل نہیں ہے' یا اللہ! یہ تو میرا صلبی بیٹا ہے۔ فرمایا: "اِنَّهٗ عَمَلٌ" غَيۡرُ صَالِحٍ۔ "اس کے عمل ٹھیک نہیں ہیں۔ یہ کافر مشرک ہے اور مشرک میرے عذاب سے نہیں بچ سکتے اور تو اس چیز کا سوال مجھ سے مت کر جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ ورنہ تو بھی جاہلوں سے ہو جائے گا۔

اب یہاں سے ذرا اندازہ لگائیے کہ پیغمبر زادہ ڈوب رہا ہے اور پیغمبر اس کو بچانے کی درخواست کر رہا ہے۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس کے عمل ٹھیک نہیں تھے تو ہماری کیا حیثیت ہے؟ کہ ہم بغیر نیک اعمال کے خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے؟

نوح — پیغمبر عالی ۔ مرسل وچ دربار ربانی
کول جہاز تے بیٹا اسدا ڈوب دتا وچ پانی

یہاں دو مسئلے بھی حل ہوتے ہیں ایک یہ کہ نوح علیہ السلام مختار کل نہیں تھے اگر مختار کل ہوتے تو بیٹے کو ضرور مسلمان کر لیتے تاکہ وہ عذاب خداوندی سے بچ جاتا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مختار کل نہیں ہیں۔ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے متعلق انتہائی کوشش کی کہ وہ مسلمان ہو جائے لیکن وہ نہ ہوا۔ جب ابو طالب کا آخری وقت آیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور کہنے لگے:

یَا عَمِّ قُلۡ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

کہ چچا جان! کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ تاکہ میں قیامت والے دن اپنے رب کے پاس تمہاری سفارش کر سکوں۔ باوجود اس بات کے کہ ابو طالب نے یہ الفاظ کہے

دَعَوْتَنِي وَ عَرَفْتُ اَنَّکَ نَاصِحِیْ
وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَ ثَمَّ کُنْتَ اَمِیْنًا
وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا

کہ اے میرے بیٹے! میں سمجھتا ہوں کہ تیرا دین سب دینوں سے بہتر ہے اور جو تو مجھ کو اسلام کی دعوت دے رہا ہے۔ یہ میرے لئے بہتر ہے۔ لیکن

لَوْ لَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِذَارُ مُسَبَّةٍ
لَوَجَدْتَنِي سَمْحًا بِذَاكَ مُبِيْنًا

اگر مجھے ملامت کا ڈر نہ ہوتا تو میں ضرور تجھ پر ایمان لے آتا اور تیرے دین کو اختیار کر لیتا۔ لیکن مجبور ہوں اور کفر کی حالت میں ہی فوت ہو گیا۔ نبی علیہ السلام کو ابو طالب کے مسلمان نہ ہونے کا انتہائی صدمہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی:

اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۔ (پ۲۰ سورۃ قصص)

کہ اے میرے نبی! ابو طالب کے مسلمان ہونے کی وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہدایت دینا میرا اختیار ہے تیرا اختیار نہیں ہے۔ میں اگر چاہوں تو غریب مسکین لوگوں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کر دوں اور اگر نہ چاہوں تو تیرے عزیز رشتہ داروں کو ہدایت نہ دوں۔

عربوں عجموں شام عراقوں چانن گیا اگیرے
بد نصیب نبی دے چاچے رہ گئے وچ ہنیرے
لے گئے جنت کوثر نہراں دوروں آون والے
تے امر نبی دا موڑن والے رب نے دور نکالے

ایک دن صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپؐ کے چچا ابوطالب کو آپ سے اتنی محبت تھی تو کیا اس کی وہ محبت اس کو کوئی فائدہ دے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے چچا کو دوزخیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔ اس کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی۔ جس سے اس کا دماغ اس طرح اُبلے گا جس طرح ہانڈی اُبلتی ہے۔
اَللّٰهُ اَكْبَر كَبِيرًا والحمد لله كثيرا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نری محبت رسول بھی ہمیں کوئی فائدہ نہ دے گی جس وقت تک ساتھ اطاعت رسول نہ ہوگی۔ تو خیر اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مختار کل نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام کو غیب نہ تھا۔ اگر پتہ ہوتا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈانٹ آ جائے گی تو کبھی بھی بیٹے کے حق میں دعا نہ کرتے اور یہ معذرت نہ کرتے:

رَبِّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ" وَ اِلَّا تَغْفِرْلِي وَ تَرْحَمْنِيْ اَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔

کہ یا اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اور آئندہ اس چیز کا سوال نہیں کروں گا جسکا مجھے علم نہیں ہے۔ میرا یہ سوال کرنا مجھے معاف فرما دے اور مجھ پر رحم کر۔ اگر مجھے تو نے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں خسارہ پانے والوں سے ہو جاؤں گا۔

یہ ہے وہ توحید جو نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے بیان کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے۔ جن بزرگوں کو تم خدا تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو' بے شک وہ نیک تھے مگر تمہارے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو لوگوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی اور کہنے لگے کہ دیکھو جناب! یہ ہمارے بزرگوں کو برا بھلا کہتا ہے ان کا بے ادب اور گستاخ ہے' ان کی توہین کرتا ہے۔ آج بھی جب ہم یہ بات لوگوں کو کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنی مشکلات میں نہیں پکارنا چاہئے' یہ اولیاء اللہ جن کو تم خدا کا مقابل اور شریک ٹھہراتے ہو اور جن کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہو' یہ تمہارے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو ہمیں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ ولیوں کے گستاخ ہو۔ بزرگوں کو نہیں مانتے۔ جو جواب نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا۔ وہی جواب آج مسلمان کہلانے والے ہم کو دیتے ہیں۔ اس واقعہ میں ہمارے لئے عبرت ہے کہ جس طرح قوم نوح کو توحید نہ تسلیم کرنے کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اگر ہم بھی توحید نہ تسلیم کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔

تو بھائیو! آخر میں میری یہ گذارش ہے کہ ہمیں ہر حالت میں خدا تعالیٰ کو پکارنا چاہئے۔ اس کا کسی کو شریک نہیں بنانا چاہئے۔ اس کے علاوہ جن کو بھی ہم اپنی مشکلات میں پکارتے ہیں۔ یہ اس کا شریک بنانا ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی معاف نہیں فرمائیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی توحید پر ثابت قدم رکھے اور اسی ... ت

دے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

علم پڑھیاں کدے اشراف نہ ہوون جیہڑے ہوون اصل کمینے
تے پتّل کدے سونا نہیں بن دا بھاویں جڑیئے لعل نگینے
شوم کدے سخی نہیں ہندا بھاویں ہوون لکھ خزینے
تے کُھلیا باجھ توحید نجات نہیں ہندی بھاویں مریئے وچ مدینے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

چوتھا وعظ
مسئلہ
توحید

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ (انبیاء ص ۱۷)

ترجمہ :- اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم دیا کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے' پس میری عبادت کرو۔

دوستو اور بزرگو! السلام علیکم

اس وقت میں آپ کے سامنے مسئلہ توحید پر کچھ گزارشات کروں گا کہ اللہ ایک ہے' اس کی ذات صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

مسئلہ توحید اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم وبیش انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ جنھوں نے رات دن ایک کر کے لوگوں کے سامنے اس مسئلہ کو بیان کیا اور یہی مسئلہ بیان کرتے کرتے اپنی عمریں صرف کر دیں۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال یہی مسئلہ بیان کیا۔ ابراہیم علیہ السلام' ہود علیہ السلام' صالح علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام غرضیکہ تمام انبیاؑ نے اسی مسئلہ کو بیان کیا۔ کفار نے اپنے انبیاؑ کو بے شمار تکالیف بھی پہنچائیں۔ لیکن انبیاؑ نے اس مسئلہ کو نہ چھوڑا۔ اور لوگوں کو خدائے وحدہ لاشریک کے دروازے کی طرف جھکنے کی ترغیب دیتے رہے۔ اس آیت میں ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو فرمایا جارہا ہے۔ کہ

اے میرے نبی ﷺ! تجھ سے پہلے جتنے رسول میں نے بھیجے ہیں۔ان سب کی ڈیوٹی مسئلہ توحید بیان کرنے پر لگائی تھی۔اس طرح آپ بھی لوگوں کے سامنے اس مسئلہ کو بیان کریں۔کہ اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں۔اسکی ذات صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔کوئی حاجت روا نہیں' کوئی مشکل کشا نہیں' کوئی اولاد دینے والا نہیں' کوئی روزی دینے والا نہیں' سوائے اللہ تعالیٰ کے۔یہ لات' منات' ہبل' عزیٰ کچھ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ابتدائے نبوت تو نبی ﷺ نے چپکے چپکے لوگوں کے سامنے خدا تعالیٰ کی توحید بیان کرنی شروع کی۔لوگوں کو بتوں کی عبادت سے روکتے۔اور اکیلے خدا کی عبادت کا حکم دیتے۔تین سال تک اسی طرح سلسلہ جاری رہا۔پھر اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا۔کہ اے میرے نبی ﷺ!

يَآيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ٥ قُمْ فَأَنْذِرْ ٥ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ٥ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ٥ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ٥ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ٥

اٹھیے! لوگوں کے سامنے اعلانیہ طور پر میری توحید اور بڑائی بیان کیجئے اور اس راستہ میں جو تکالیف آئیں ان پر صبر کیجئے۔"

چنانچہ نبی ﷺ نے سب سے پہلے بحکم الٰہی "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" کے تحت اپنے تمام قریبی رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت پر اکٹھا کیا۔جن کی تعداد تقریباً چالیس تھی۔جب وہ کھانا کھا چکے' تو آپ ﷺ ان کو سمجھانے لگے کہ میرے عزیزو! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔کون ہے جو اس بات میں میرا ساتھ دے گا' اور مجھ پر ایمان لائے گا؟ اس پر آپ ﷺ کے چچا ابولہب نے اٹھ کر مذاق کرنا شروع کر دیا۔اور سارا مجمع تتر بتر ہو گیا۔دوسرے دن پھر نبی علیہ السلام نے انہی کی دعوت کی جب سب کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ

اے حاضرین! میں تم سب کے لئے دنیا و آخرت کی بہبود لے کر آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ سارے عرب میں کوئی شخص اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر کوئی شے لایا ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کے سامنے اس کی دعوت پیش کروں۔ بتاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟ یہ سن کر سب کے سب خاموش رہے۔ حضرت علیؓ نے اٹھ کر کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں اور ہر بات میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو کہا کہ چچا جان! تم اس کی بات مانا کرو اور جو یہ کہے وہ سنا کرو۔ یہ فقرہ سن کر سب لوگ قہقہہ مار کر ہنسنے لگے اور ابو طالب سے مذاق کرنے لگے کہ آج سے تم اپنے بیٹے کا حکم مانا کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" کے اترتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قریشیوں کو اکٹھا کیا اور انہیں فرمایا کہ اے قریشیو! اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچا لو۔ اے کعب کے خاندان! اے ہاشم کی اولاد! اے عبدالمطلب کے بیٹو! اللہ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرو۔ اے میری لخت جگر فاطمہ!

"سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ لَآ اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔"

"میرے مال سے جو چاہو طلب کر لو۔ لیکن میں خدا کے ہاں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔"

نبی علیہ السلام کا یہ تبلیغی سلسلہ کئی دن تک جاری رہا۔ پھر ایک دن آپ نے صفاء پہاڑی پر کھڑے ہو کر یا صباحا یا صباحا کہہ کر لوگوں کو پکارنا شروع کیا جس پر سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

هَلْ وَجَدْتُمُوْنِيْ صَادِقًا اَوْ كَاذِبًا۔

کیا تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا؟۔۔۔۔تو سب نے یک زبان ہو کر کہا:

مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا۔

ہم نے کوئی غلط بات آج تک تیرے منہ سے نہیں سنی۔ ہم تو تمہیں صادق و امین سمجھتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''دیکھو! میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا چاروں طرف دیکھ رہا ہوں اگر میں تمہیں کہوں کہ پہاڑ کی پچھلی طرف سے مسلح دشمن تم پر حملہ کرنے والا ہے۔ کیا تم اس کا یقین کرو گے کہ نہیں؟ لوگوں نے کہا' بے شک کیونکہ ہمارے پاس تجھ جیسے سچ گو آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خصوصاً جب وہ ایسے مقام پر کھڑا ہو جہاں سے وہ چاروں طرف دیکھ رہا ہو۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اچھا پھر یہ یقین کرو کہ موت تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے اور تم نے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میں عالم آخرت کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ دنیا پر تمہاری نظر ہے۔ میں تمہیں آنے والے سخت عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید تسلیم کر لو اور میری رسالت پر ایمان لے آؤ۔

اس پر ابولہب نے کہا:

تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا۔

کہ اے محمد تو ہلاک ہو جائے یہی باتیں سنانے کیلئے تو نے ہمیں بلایا تھا۔

تو ابولہب کی اس گستاخی کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورۃ تبت اتار دی۔ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانیہ طور پر سب کو سمجھانا شروع کر دیا۔ ہر ایک منڈی' بازاروں میں' میلوں میں جا جا کر لوگوں کو توحید باری تعالیٰ بتاتے' کہ:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو' کامیاب ہو جاؤ گے۔

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔

اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں۔ بتوں' پتھروں' درختوں' چاند' سورج' ستاروں کی عبادت سے رک جاؤ۔ بیٹیوں کو زندہ در گور نہ کرو' زنا سے باز آ جاؤ' جواء مت کھیلو۔ فرماتے تھے:

لوگو! اپنے جسم کو نجاست سے اور کپڑوں کو میل کچیل سے پاک رکھو' زبان کو گندی باتوں سے اور دل کو جھوٹے اعتقادات سے صاف رکھو۔ وعدہ اور اقرار کی پابندی کرو۔ لین دین میں کسی سے دھوکا نہ کرو۔ خدا تعالیٰ کی ذات کو ہر عیب اور نقص سے پاک سمجھو اور اس بات پر کامل یقین رکھو کہ زمین' آسمان' چاند' سورج' ستارے سب کے سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا قبول کرنا' بیمار کو صحت تندرستی دینا' مرادیں پوری کرنا اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ فرشتے اور نبی سب اس کے آگے سرنگوں کئے ہوئے ہیں اور اس کے حکم کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت توحید کو عرب کے معززین قریش نے جو اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے پسند نہ کیا' اس لئے انہوں نے آپ کی مخالفت کرنی شروع کر دی اور تکالیف دینے کا منصوبہ بنالیا اور سازشیں کرنے لگے کہ اسلام اور اسلام کے نام لیواؤں کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لئے انہوں نے مختلف کمیٹیاں بنائیں۔ جن کو مختلف کام سونپے گئے۔ ایک کمیٹی استہزاء کرنے والوں کی بنائی۔ جس کا سردار ابولہب کو بنایا کہ جہاں محمدؐ وعظ کیا کرے' وہاں جا کر یہ لوگ آپ کی تکذیب کیا کریں۔ چنانچہ حضرت طارق بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں مکہ

کے بازار میں کھڑا تھا کہ ایک شخص آیا۔ جو پکار پکار کر کہہ رہا تھا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا۔

لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو فلاح پا جاؤ گے۔ ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے پیچھے آیا' جو اسے کنکریاں مار رہا تھا اور ساتھ ساتھ یہ کہہ رہا تھا۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ لَاتُصَدِّقُوْهُ فَاِنَّهُ كَذَّابٌ"۔

کہ لوگو! اسے سچا نہ سمجھو' یہ جھوٹا شخص ہے۔ میں نے دریافت کیا۔ یہ کون کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بنی ہاشم میں سے ایک ہے۔ جو اپنے آپ کو رسول اللہ کہتا ہے اور یہ دوسرا اسکا چچا عبدالعزیٰ ہے۔ (ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا)

دوسری کمیٹی نبی علیہ السلام کو تکلیف دینے والوں کی بنائی گئی جو کہ مختلف موقعوں پر آپ کو تکلیف پہنچائیں۔ حضرت عمرو بن عاص کا چشم دید بیان ہے کہ ایک دن نبی علیہ السلام بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ کر رسی جیسا بنایا۔ جب نبی علیہ السلام سجدہ میں گئے تو چادر کو حضور علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا اور پیچ دینے شروع کر دیے۔ جس سے گردن مبارک بھنچ گئی لیکن پھر بھی آپ نے اپنا سر سجدہ سے نہ اٹھایا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے ۔انہوں نے دھکے دے کر عقبہ کو ہٹایا اور پھر یہ کہا:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ۔

کیا تم ایسے آدمی کو مارتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار مانتا ہے۔ بس یہ کہنا ہی تھا کہ چند غنڈے بدمعاش حضرت ابوبکر صدیقؓ کو چمٹ گئے اور خوب مارا۔

اس طرح ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ چند کافر ابوجہل کی معیت میں صحن کعبہ میں جا بیٹھے۔ ابوجہل نے کہا۔ آج شہر میں

فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے اور اس کی اوجھڑی وہاں پڑی ہوئی ہے۔ کوئی جائے اور اسے اٹھالائے اور اس نبی کے اوپر دھر دے۔ عقبہ اٹھا اور نجاست سے بھری ہوئی اوجھڑی اٹھا لایا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو پشت مبارک پر رکھ دی۔ نبی علیہ السلام تو یاد الٰہی میں مستغرق تھے کچھ خبر نہ ہوئی لیکن کافر ہنسی کے مارے دوہرے ہوتے جا رہے تھے اور ایک دوسرے کے اوپر گر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابی موجود تھے۔ کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کا حوصلہ نہ پڑا کہ ان کو اس بری حرکت سے روکیں۔ اتنے میں حضرت فاطمہ سیدۃ النساء العالمین آ گئیں اور انہوں نے اپنے ابا جی کے کندھوں سے اوجھڑی کو نیچے پھینکا۔

تیسری سکیم کافروں نے یہ تیار کی کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیتیں دی جائیں تا کہ وہ اسلام سے پھر جائیں اور نئے لوگ اس میں داخل نہ ہوں۔ چنانچہ کفار نے مسلمانوں کو تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ حضرت بلالؓ جو کہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب اس نے سنا کہ بلالؓ مسلمان ہو گئے ہیں تو اس نے طرح طرح کے عذاب دینے شروع کر دیئے۔ گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دے دی کہ اسے بازاروں میں گھسیٹتے پھرو۔ حضرت بلالؓ کو مکہ کی گرم گرم ریت پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا۔ مشکیں باندھ کر نوکروں سے کوڑے برسواتا اور پیاسا رکھتا۔ لیکن باوجود اتنی تکالیف کے پھر بھی حضرت بلالؓ احد احد کے نعرے لگاتے رہتے اور کلمہ توحید کو نہ چھوڑتے۔ آخر کار ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر خدا کے لئے آزاد کر دیا۔

ابو فکیہہ جن کا نام افلح تھا کے پاؤں میں رسی باندھ کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا۔ خبّاب ابن ارث کے بال کھینچے جاتے، گردن مروڑی جاتی، گرم کوئلوں پر لٹایا

جاتا' کافروں کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا بلکہ اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وحشیانہ سلوک کرتے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کے اسلام لانے کی خبر جب ان کے چچا کو ہوئی تو وہ کمبخت حضرت عثمانؓ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور پھر نیچے سے دھواں دیتا۔ مصعب بن عمیرؓ کو اس کی ماں نے گھر سے نکال دیا۔ صرف اسی وجہ سے کہ وہ ایمان لے آئے تھے۔ حالت یہ ہے کہ جگہ جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرامؓ کو تکلیفیں دی جا رہی ہیں تا کہ یہ کلمہ توحید سے باز آ جائیں۔ لیکن باوجود ساری تکلیفیں برداشت کرنے کے وہ یہی کہہ رہے تھے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا۔ يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

اب جب کہ کفار کا ظلم صحابہ کرامؓ پر حد سے زیادہ بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا جو کوئی اپنی جان اور ایمان کے بچاؤ کے لئے حبش جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ اس حکم کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ بارہ مرد اور چار عورتیں رات کی تاریکی میں نکلا اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش پہنچ گیا۔ اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔ ان کی بیوی حضرت رقیہؓ (جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں) بھی ساتھ تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ لوط اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی۔ انکے پیچھے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتوں کا ایک اور قافلہ مکہ سے نکل کر حبش روانہ ہو گیا۔ جن میں حضرت جعفر طیارؓ بھی تھے۔ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ کفار مکہ کو جب پتہ چلا کہ مسلمان ہجرت کر کے حبش چلے گئے ہیں تو وہ تحفے تحائف لے کر شاہ حبش کے پاس پہنچے۔ اور کہنے لگے کہ

بادشاہ سلامت ہمارے ملک سے کچھ لوگ بھاگ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دیجئے۔

بادشاہ نے کہا ان کو بلایا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کو دربار میں بلایا گیا۔

بادشاہ نے پوچھا' کیا بات ہے تم اپنا علاقہ چھوڑ کر یہاں آئے ہو؟ اس سوال کے جواب میں حضرت جعفر طیارؓ نے بادشاہ کے دربار میں مختصر سی تقریر کی کہ اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے' بتوں کو پوجتے تھے' نجاست میں آلودہ تھے' اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے' چوریاں کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' جوا کھیلتے تھے' زنا کرتے تھے' کسی کی عزت کا کوئی احساس نہ تھا غرضیکہ ہم میں انسانیت کا نام ونشان تک نہ تھی۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک نبی کو مبعوث فرمایا' جس کے حسب' نسب' سچائی' ایمانداری سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ اس کا کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔ اس نے ہمیں پتھروں کی پوجا سے روکا۔ اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں' وعدہ پورا کریں' گناہوں سے دور رہیں' برائیوں سے بچیں' اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں' صدقہ دیں' روزے رکھا کریں' چنانچہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ ہمارے ایمان لانے سے یہ لوگ ہم سے ناراض ہو گئے۔ جہاں تک ہو سکا انہوں نے ہمیں تکلیفیں دیں تا کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور دوبارہ پتھروں کی پوجا کرنی شروع کر دیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بڑے ظلم اٹھائے۔ جب ظلم حد سے بڑھ گئے تو پھر ہمارے نبیؐ نے فرمایا کہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے یہاں سے ہجرت کر کے حبش چلے جاؤ۔ اے بادشاہ! ہم تیرے ملک میں اپنی مرضی سے نہیں آئے بلکہ اپنے نبیؐ کے فرمان پر آئے ہیں۔

بادشاہ نے جب یہ تقریر سنی تو کہنے لگا کہ تمہارے نبی پر کوئی کتاب بھی اتری

ہے؟

حضرت جعفرؓ نے کہا ہاں! ہمارے نبیؐ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔

بادشاہ نے کہا اس میں سے مجھے کچھ سناؤ۔

حضرت جعفرؓ نے موقع محل کے مطابق سورہ مریم کی تلاوت شروع کر دی۔

ادھر حضرت جعفرؓ قرآن سنا رہے ہیں ادھر بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہنے لگا کہ محمد تو وہی رسول ہیں جن کی خبر ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ نصیب ہوا۔ فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھ دوسرے عیسائی بھی مسلمان ہو گئے۔ اللہ پاک نے ان کی فضیلت میں آیات نازل فرما دیں۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ٥ وَ مَالَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ۔ (پ ۷ شروع)

کہ جب وہ قرآن سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا اللہ! ہم اس قرآن پر ایمان لے آئے ہیں پس ہم کو تو شہادت دینے والوں میں لکھ لے اور ہمارا اس میں عذر ہی کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو ہمارے پاس سچی تعلیم آئی ہے۔ اس پر ایمان نہ لائیں۔ ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ خدا ہم کو نیکوں کی جماعت میں شامل کرے۔

تو خیر پھر بادشاہ نے کفار مکہ کو اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ اب کافر ہر قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں کہ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو اسلام سے پھیر دیں۔ لیکن بے

سو' آخر سوچ سوچ کر کہنے لگے کہ آؤ محمدؐ کو لالچ دے کر دیکھیں۔ شاید وہ مان جائے اور ہمارے بتوں کو برا کہنے سے باز آ جائے۔ یہ مشورہ کر کے مکہ کا مشہور سردار عتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا۔۔۔ کہ اے محمدؐ! اگر تم اس کارروائی سے دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہمیں صاف صاف بتلا دو۔ ہم تمہارے قدموں میں دولت کے انبار لگا دیتے ہیں اور اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو' تو ہم سب تم کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں اور اگر تم کسی اونچے گھرانے میں شادی کرانا چاہتے ہو تو جس خاندان کی لڑکی کی طرف اشارہ کرو گئے اسی سے تمہاری شادی کر دیتے ہیں' جو کہو وہی کرنے کو حاضر ہیں۔ مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو۔ توحید بیان نہ کرو اور ہمارے بتوں کی ہمارے سامنے توہین نہ کرو۔

آپ اندازہ لگائیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے بڑے بڑے لالچ دیئے جا رہے ہیں اگر ہم ہوتے تو دنیا کی دولت کی خاطر اپنے دین اور ایمان کو چھوڑ بیٹھتے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ تم مجھے دولت کا لالچ دیتے ہو۔ تاج و تخت اور حکومت کا لالچ دیتے ہو' حسین و جمیل لڑکی سے شادی کا لالچ دیتے ہو' خدا کی قسم! اگر ساری دنیا کی دولت اور تاج و تخت اور حسین ترین لڑکیاں اکٹھی کر کے میرے سامنے لا کر رکھ دو تو تمہاری ساری دولت کو' تاج و تخت کو' حسین و جمیل لڑکیوں کو پاؤں کی ٹھوکر سے ٹھکرا دوں گا لیکن خدا تعالیٰ کی توحید بیان کرنے سے باز نہیں آؤں گا۔

آپؐ نے فرمایا کہ یہ بھی ساتھ ساتھ سن لو۔ تم کہتے ہو کہ محمدؐ کے دماغ میں کچھ خرابی ہے۔ یہ کہنا غلط ہے آؤ میں تمہیں وہ کلام سناؤں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتا ہے۔ آپ نے عتبہ کے سامنے سورۃ حم السجدہ پڑھنی شروع کی:

حٰمٓ ○ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ

اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ O بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ O وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَ فِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَیْنِنَا وَ بَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ O قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ O الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ O اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ O

عربی زبان کے تو وہ لوگ ماہر تھے اور اچھی طرح سمجھتے تھے' قرآن مجید سننے سے عتبہ پر محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ آپ نے تلاوت ختم کی' تو چپ چاپ اٹھا اور چلتا بنا اور جا کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں جو نہ کہانت ہے' نہ شعر ہے اور نہ جادو اور منتر ہے' تم میرا کہا مانو تو محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے جب عتبہ کی باتیں سنیں' تو کہنے لگے' لو عتبہ پر بھی محمدؐ کی زبان کا جادو چل گیا۔

جب لالچ کی تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو پھر سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے

کہا تیرا بھتیجا اب ہمیں بے دین کہتا ہے
ہمارے مذہب کو انسان کی توہین کہتا ہے
برا کہتا ہے وہ سارے ہمارے ان خداؤں کو
ہبل کو' لات کو' عزیٰ کو' دیوی دیوتاؤں کو
ہمارے باپ دادا کو بھی وہ گمراہ کہتا ہے
سوا اپنے خدا کے سب کو غیر اللہ کہتا ہے

اے ابو طالب! تمہاری ہم بڑی عزت اور احترام کرتے ہیں۔ لیکن تیرا بھتیجا ہمارے معبودوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ برا کہتا ہے اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ بھی کہتا ہے۔ ہم بڑی دیر سے اس کی یہ باتیں سنتے چلے آ رہے ہیں لیکن وہ باز نہیں آتا۔ اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے یا تو اسے اس کام سے روکو۔ ورنہ ہمارے حوالے کر دو۔ ہم اس سے نپٹ لیتے ہیں

نہیں برداشت کر سکتے اب ہم اس کی جرءت کو
یہاں اب دیکھ لیں گے اس کو اور اس کی نبوت کو
ہم اپنے دین کی توہین پر چپ رہ نہیں سکتے
تمہارے پاس آئے ہیں' کہ اب ہم سہہ نہیں سکتے
تم اس کا ساتھ چھوڑو یا اسے تنبیہ فرماؤ
ورنہ جنگ کا ساماں کرو اور میداں میں نکل آؤ

جب ابو طالب نے قریشی سرداروں کی یہ باتیں سنیں تو دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور سمجھایا کہ بیٹا! بت پرستی کا رد نہ کیا کرو۔ یہ دیکھو! تمہاری اس تبلیغ سے سارا مکہ ہمارا دشمن بن گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا کی باتوں کو سنا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے

چچا کے دامنِ شفقت کو جب ہٹتا ہوا پایا
تو ہو کر آبدیدہ ہادیٔ برحق نے یوں فرمایا
جفا و جور کی آندھی چلے' یا طوفان آ جائیں
مٹانے کو ،میرے شدّاد اور ہامان آ جائیں
میرے ہاتھوں پہ لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں

میرے پاؤں تلے روئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں
خدا کے حکم سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا
کسی دھمکی کسی ڈر سے میرا دل گھٹ نہیں سکتا
مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے' اس سے میں ہٹ نہیں سکتا

کہ اے چچا جان! خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں۔ تب بھی میں اپنے کام سے باز نہیں آؤں گا اور خدا کی توحید بیان کرتا رہوں گا۔ خواہ میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

میرا خیال ہے کہ اگر ہمارے جیسا کوئی ہوتا تو فوراً معافی مانگ لیتا اور کہتا کہ جناب! آئندہ میں پوری طرح محتاط رہوں گا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان پر کفار کی دھمکیاں اور لالچ مچھر کے ایک پر جتنی بھی تبدیلی نہ کر سکے اور بدستور نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پرچم لہراتے رہے اور لوگ دھڑا دھڑ اسلام کے پرچم تلے آ کر جگہ پکڑتے رہے۔ آخر کار کافر سوچتے ہیں کہ اب کونسا حربہ استعمال کیا جائے جس سے یہ قصہ ہی ختم ہو جائے۔ انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو شخص محمد کی گردن اتار کر ہمارے پاس لائے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دیا جائے گا۔ اس انعام کو حاصل کرنے کے لئے حضرت عمرؓ تیار ہوئے اور بڑے پختہ یقین سے کفار کو تسلی دے کر گئے کہ یہ کام میں کر کے آتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھیے وہی عمرؓ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اتارنے کے لئے گھر سے نکلے تھے تھوڑی دیر کے بعد کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور آپ ؐ کے جاں نثار بن گئے۔

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ مختلف قصبوں میں جا کر لوگوں کو سمجھایا جائے۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو ساتھ لیا اور طائف تشریف لے گئے۔ یہاں کے لوگ بڑے متکبر تھے' عبدیالیل' مسعود' حبیب یہ تینوں بھائی یہاں کے سردار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملے اور دعوت اسلام پیش کی۔ مگر یہ لوگ بجائے اس کے کہ دین اسلام کو قبول کریں نہایت بے رخی اور بداخلاقی سے پیش آئے۔ ان میں سے ایک بولا کہ کیا اللہ نے تم کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے' اس کو رسالت کے لئے اور کوئی آدمی نہیں ملا تھا؟ (نعوذ باللہ) دوسرا بولا' کہ میں تجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے اگر تو واقعی رسول ہے تو تیری بات سے انکار کرنا مصیبت سے خالی نہیں' اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے تو میرے لائق نہیں کہ میں تجھ سے بات کروں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میں تم سے یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو' ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کی گمراہی کا سبب بن جائیں۔ آپؐ نے وہاں خداتعالیٰ کی توحید بیان کرنا شروع کر دی۔ ان سرداروں نے طائف کے بدمعاش لڑکوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا کہ جب یہ وعظ کرے تو تم اس پر پتھر برسانا شروع کر دینا۔ چنانچہ ان بدبختوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ لیکن آپ برابر یہی کہتے جا رہے تھے:

يَآيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا.

حتیٰ کہ آپ لہولہان ہو گئے اور دونوں پاپوش مبارک خون سے بھر گئے۔ کافر کہنے لگے

کوئی بولا کہ آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں
کم از کم یہ تو ہو، یہ پتھر ہی ہم پر پلٹ آئیں
کوئی بولا کہ تم سے یہ بلا ہٹ کیوں نہیں جاتی؟
ہمارے غرق ہونے کو زمیں پھٹ کیوں نہیں جاتی؟

حضرت زیدؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے لگے کہ اللہ کے رسولؐ آپ ان کیلئے بددعا فرما دیں۔ کیونکہ انہوں نے آپ کو بڑی تکلیف پہنچائی ہے۔ اس پر آپؐ نے کہا کہ زیدؓ! میں دعا کرتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

یا اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، کیونکہ ان کو میری قدر و منزلت کا پتہ نہیں ہے، اگر ان کو پتہ ہوتا تو یہ کبھی بھی ایسی حرکت نہ کرتے

دعا مانگی الٰہی قوم کو چشم بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر انہیں نورِ ہدایت دے
جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کیخلاف ان کو
بیچارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو
الٰہی رحم کر کہسارِ طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

حضرت زیدؓ نے جب یہ دیکھا، کہ آپ ان کی ہدایت کی دعا کر رہے ہیں۔ تو کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپ ان کی ہلاکت کی دعا کیوں نہیں فرماتے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّلٰكِنِّیْ بُعِثْتُ رَحْمَةً۔

یہ سن کر رحمۃ اللعالمین نے ہنس کے فرمایا

کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے پوچھا۔ کہ یارسول اللہ! احد سے سخت دن بھی آپ پر گزرا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں! اے عائشہ! جبکہ میں نے طائف میں عبد یالیل کے سامنے دعوت اسلام پیش کی۔ تو اس نے اس کو رد کر دیا۔ میں وہاں سے غمگین اور رنجیدہ ہو کر جس طرف کو منہ ہوا چل دیا۔ مقام قرن ثعالب میں پہنچ کر مجھ کو ہوش آیا۔

فَرَفَعْتُ رَأْسِیْ فَاِذَا بِسَحَابَۃٍ قَدْ اَظَلَّتْنِیْ۔

میں نے سر اٹھایا تو مجھ کو بادل کا ایک ٹکڑا نظر آیا جس نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ ''فَنَظَرْتُ'' پس میں نے وہاں جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا' جبرائیل علیہ السلام نے کہا' اے اللہ کے رسولؐ:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ وَ مَا رَدُّوْا عَلَیْکَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا آپ کو برا کہنا اور جھٹلانا سب کچھ سن لیا ہے۔

وَ قَدْ بَعَثَ اِلَیْکَ مَلَکَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَہٗ بِمَا شِئْتَ بِھِمْ۔

اب اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے تاکہ جو آپ حکم کریں اس کو وہ بجالائے' آپؐ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھ کو مخاطب کر کے سلام کہا اور کہا' کہ اے اللہ کے رسولؐ اگر آپ حکم کریں تو میں طائف کے اردگرد جو پہاڑ ہیں ان کو آپس میں ملادوں اور ان کو تباہ و برباد کر دوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَلْ اَرْجُوْا اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِھِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ

وَحْدَهٗ وَلَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔

کہ میں ان کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اکیلے خدا وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے اور اس کا کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔

تو خیر اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ اتنی تکالیف کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی توحید بیان کرنے سے باز نہیں آئے اور برابر تبلیغ کرتے رہے۔ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں پر تشریف لے جاتے۔ انہی ایام میں ضماد ازدی مکہ میں آیا۔ یہ یمن کا رہنے والا تھا اور عرب کا مشہور افسون گر تھا۔ جب اس نے سنا' کہ محمدؐ پر آسیب کا اثر ہے'' تو اس نے قریش سے کہا' کہ میں محمدؐ کا علاج منتر سے کر سکتا ہوں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ''اے محمدؐ! میں تیرا علاج کرنے کیلئے آیا ہوں تم مجھے اپنی بیماری بتاؤ'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لو سنو میری بیماری''۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

آپؐ نے یہ سارا خطبہ پڑھ کر سنایا۔ ضماد نے جب یہ الفاظ سنے' تو کہنے لگا کہ ایک دفعہ پھر سناؤ۔ آپؐ نے پھر خطبہ سنایا۔ ضماد نے کہا' ایک بار پھر سناؤ' آپ نے تیسری دفعہ سنایا تو بے اختیار بول اٹھا۔ کہ میں نے بہت سے کاہن اور جادوگر دیکھے ہیں

اور شاعر ~~سنے ہیں~~ لیکن ایسا کلام میں نے کسی سے نہیں سنا۔ آپ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں' تاکہ میں بیعت کرلوں' یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔۔۔ آیا تھا علاج کرنے کے لئے مگر اپنا علاج کروالیا۔

غرضیکہ آپ ﷺ اپنوں اور بیگانوں کے ظلم و ستم سہنے کے باوجود بھی مسئلہ توحید کو بیان کرتے رہے اور شرک سے لوگوں کو روکتے رہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ اس کی ذات وصفات میں کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس توحید کی خاطر آپ نے بے شمار تکلیفوں اور صعوبتوں کا سامنا کیا۔ ہم نے اس کو کس حد تک اپنایا ہے؟ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو جو ہم سے جدا ہو کر اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ خدا کا شریک بناتے ہیں۔ ان کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں۔ ان کے نام کی نذریں نیازیں دیتے ہیں۔ ان کی قبروں پر میلے لگاتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔ جو کہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ یاد رکھیئے! یہ ساری باتیں شرک ہیں جو کہ کسی صورت میں معاف نہیں ہوں گی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی ہے۔ جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا اور آپ نے دعا کی تھی کہ یا اللہ! میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بننے دینا۔ یہود و نصاریٰ اگر اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں تو وہ لعنت کے مستحق' اور اگر ہم یہ کام کریں تو پورے کے پورے مسلمان۔

حدیث میں آیا ہے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزَبَانٍ لَهُمْ۔ کہ حیرہ شہر میں جو کوفہ کے قریب ہے وہاں گیا' دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کر رہے ہیں تو میں نے سوچا:

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ يُّسْجَدَ لَهٗ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے۔ چنانچہ میں نے آپؐ کے پاس آ کر سارا واقعہ بیان کیا اور سجدہ کی اجازت مانگی۔ تو آپؐ نے فرمایا:

لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ۔ بھلا یہ بتاؤ' کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو' تو کیا اس کو سجدہ کرو گے؟ میں نے کہا' نہیں' تو آپؐ نے فرمایا:

فَلَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَآءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ۔

مجھے سجدہ نہ کرو اگر خدا کے سوا کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم کر دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔

ایک حدیث میں یوں آتا ہے کہ چند صحابہ کرامؓ نبی علیہ السلام کے ساتھ کسی سفر میں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ آرام کیلئے ٹھہرے تو ایک آدمی نے آ کر عرض کی۔ یا رسول اللہؐ! میرا ایک باغ ہے میری اور میرے اہل و عیال کی اس پر گذران ہے۔ اس میں میرے اونٹ آب کش تھے۔ وہ دونوں مست ہو گئے ہیں نہ اپنے پاس آنے دیتے ہیں اور نہ ہی باغ میں قدم رکھنے دیتے ہیں کسی کی طاقت نہیں کہ قریب جائے۔ اس کا کوئی علاج کیجئے۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اٹھے اور اس باغ کے پاس پہنچے۔ آپ نے باغ کے مالک سے کہا۔ دروازہ کھولو! اس نے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی دونوں اونٹ ہوا کی طرح دروازے کی طرف دوڑے۔ جب اونٹوں نے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو فوراً سجدے میں گر پڑے۔ آپؐ نے ان دونوں کے سر پکڑ کر مالک کے سپرد کر دیئے اور فرمایا: "اِسْتَعْمِلْهَا وَ اَحْسِنْ عَلَفَهُمَا" ان سے کام لو اور چارہ بخوبی دیا کرو۔ صحابہؓ نے جب یہ دیکھا کہ اونٹوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے تو کہنے لگے:

یَا نَبِیَّ اللّٰهِ تَسْجُدُ لَکَ الْبَهَائِمُ"

یارسول اللہ! چوپائے آپ کو سجدہ کرتے ہیں۔ ہمیں بھی اجازت دیجئے کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں۔ تو آپؐ نے فرمایا:

اِنَّ السُّجُوْدَ لَیْسَ بِیْ اِلَّا لِلْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ۔

کہ سجدے کے لائق میں نہیں ہوں بلکہ وہ ذات ہے جو زندہ ہے جس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔" (یہ دونوں احادیث مولانا احمد رضا خاں نے اپنی کتاب سجدہ حرمت تعظیم ص ۳۳۔۳۲ میں نقل کی ہیں)

اسی کتاب کے صفحہ ۴۳ پر مولانا نے لکھا ہے:

مَنْ سَجَدَ لِغَیْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی وَجْهِ التَّعْظِیْمِ کَفَرَ۔

کہ غیر خدا کو سجدہ تعظیمی کرنے والا کافر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے متعلق لکھتے ہیں:

لَا یَمَسُّ عِنْدَ الزِّیَارَةِ الْجِدَارَ وَلَا یُقَبِّلُهُ وَلَا یَلْتَصِقُ بِهٖ وَلَا یَطُوْفُ وَلَا یَنْحَنِیْ وَلَا یُقَبِّلُ الْاَرْضَ فَاِنَّهٗ کُلُّ وَاحِدٍ بِدْعَةٌ" غَیْرُ مُسْتَحْسِنَةٍ۔

کہ زیارت روضہ انور کے وقت نہ دیوار کریم کو ہاتھ لگائے' نہ چومے' نہ اس سے چمٹے' نہ طواف کرے' نہ زمین چومے' کیونکہ یہ سب کام بدعت قبیحہ ہیں۔" (کتاب

مذکورہ صفحہ ۶۴)

ان احادیث سے اندازہ لگایئے کہ صحابہؓ آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ لیکن آپ فرما رہے ہیں کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے سجدہ عبادت تو کجا' سجدہ تعظیمی کرنے والے کو بھی کافر کہا ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر بھی سجدہ حرام ہے۔ تو پھر اولیاء اللہ اور ان کے مزارات پر سجدے کس طرح جائز ہو سکتے ہیں؟ آج ہمارے ملک میں بے شمار شرک کے اڈے موجود ہیں۔ جہاں بڑی دھوم دھام سے شرک ہوتا ہے اور سجدے کئے جاتے ہیں۔ کسی نے اس حالت کو دیکھ کر بڑے درد سے چند اشعار کہے ہیں

فرشتوں کا مسجود سجدہ کناں ہے
کہ انسانی عظمت کا مدفن یہاں ہے
کہیں نخل مرقد کی چھاؤں میں سجدے
کہیں مرنے والے کے پاؤں میں سجدے
اشاروں میں سجدے نگاہوں میں سجدے
یہاں اور وہاں خانقاہوں میں سجدے
یہ قبہ پرستی کے پامال سجدے
مزاروں پہ جا جا کے ہر سال سجدے
یہ سب بیج پیروں کا بویا ہوا ہے
کہ ہر شخص بدعت کا جویا ہوا ہے
مزاروں پہ جاتے ہو بہر سفارش
جو خود سو چکے کیا سنیں گے گذارش

جو مائل بخواب اجل ہو چکے ہیں
لحد میں جو آرام سے سو چکے ہیں
جو کروٹ بدلنا نہیں جانتے ہیں
انہیں آپ مشکل کشا مانتے ہیں

تو ہاں! ایسی جگہیں جہاں شرک ہو رہا ہو ان کو ختم کرنا چاہئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام بھی دنیا میں شرک کے اڈوں کو ختم کرنے کے لئے آئے تھے۔ یہ باتیں سن کر آج کئی جاہل لوگ کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو جی! یہ لوگ اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں کر سکتے! میں کہتا ہوں کہ یہ بات ہم نہیں کہتے' بلکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَاد" اَمْثَالُکُمْ۔

کہ وہ جن کو تم میرے سوا پکارتے ہو وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں۔ ان کو اپنی مشکلات میں جتنا مرضی پکارتے جاؤ' مگر:

وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَھُمْ نَصْرًا وَلَا اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ۔

وہ پھر بھی تمہاری امداد نہیں کر سکتے۔

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا ہے:

قُلْ ادْعُوْا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا۔ (پ۱۵' بنی اسرائیل)

کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا ہمدرد اور غمخوار تصور کرتے ہو وہ تمہاری تکلیف

دور نہیں کر سکتے۔"

تو خیر! اس قسم کی بے شمار آیات ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا مشکل کشا نہیں سمجھنا چاہئے۔ بعض لوگ ان آیات کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ جناب! یہ آیات کفار کی تردید میں نازل ہوئی تھیں۔ کیونکہ وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان سے مدد چاہتے تھے۔ یہاں من دون اللہ کا جو لفظ ہے اس سے مراد بت ہیں۔ اولیاء اللہ نہیں ہیں۔ تو میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ "عباد امثالکم" کا معنی انسان ہیں۔ من دون اللہ میں ہر وہ چیز آ جاتی ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔ خواہ بت ہوں یا انسان۔ جیسا کہ ایک اور جگہ اس کی تصریح آئی ہے:

"اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔"

کہ "انہوں نے اپنے پیروں اور اپنے عالموں کو خدا کے سوا اپنا رب بنالیا ہے۔"

تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اس وقت بھی ایسے لوگ موجود تھے جو اپنے بزرگوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان سے مدد چاہتے تھے۔ جبھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا ہے اگر صرف بتوں سے مدد مانگنے سے روکا گیا ہے' تو کسی جگہ یوں فرما دینا چاہئے تھا' کہ بتوں سے مدد نہ مانگا کرو' پیروں فقیروں سے مانگ لیا کرو۔ من دون اللہ کا لفظ بول کر اپنے سوا سب کی نفی کر دی۔

یہاں ایک اور مغالطہ دیا جاتا ہے کہ بغیر سیڑھی کے کوٹھے پر نہیں چڑھا جا سکتا۔ بغیر وسیلہ کے بادشاہ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ تو خدا تک بغیر وسیلہ کے کیسے پہنچا جا سکتا

ہے؟اور وسیلہ ہے پیر فقیر ۔۔۔تو اس کا جواب یہ ہے' کہ واقعی بغیر سیڑھی کے کوٹھے پر چڑھنا ناممکن ہے۔اسی طرح بغیر حکم مانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کا ملنا ناممکن ہے۔ پہلا حکم رسول ﷺ کا یہی ہے۔کہ اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ چاہو۔اور مرادیں نہ مانگو۔باقی رہا اللہ تعالیٰ کو بادشاہ کی مانند سمجھنا۔تو یہ سراسر غلط ہے۔اس واسطے کہ بادشاہ ہر جگہ سارے ملک میں بیک وقت نہیں پہنچ سکتا۔ہر کسی کا مطلب اکیلا سن نہیں سکتا۔سب ملک کا کام اکیلے کر نہیں سکتا۔صلاح مشورے کے لئے وزیر کا محتاج ہوتا ہے۔اس لئے وہ بعض لوگوں کو اپنے کام سپرد کرتا ہے اس کے برعکس اللہ تعالیٰ تو کسی کا محتاج نہیں ہے۔ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ہر ایک کی بات سنتا ہے دلوں کے بھید تک جانتا ہے۔تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔وہ اپنی بادشاہی میں کسی وزیر کا محتاج نہیں ہے۔نہ ہی اس کا کوئی نائب ہے۔وہ آپ ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اس لئے سوائے اس کے کسی کو پکارنا جائز نہیں۔خدا تعالیٰ کے متعلق اس قسم کی مثالیں نہیں دینا چاہئیں۔"فلا تضربوا للہ الامثال۔"

تو ہاں! میں عرض کر رہا تھا کہ شرک اللہ تعالیٰ کو کسی صورت میں بھی پسند نہیں ہے۔ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کے نام لے کر ذکر کیا ہے:

"وَ تِلْکَ حُجَّتُنَا اٰتَیْنٰهَا اِبْرَاهِیْمَ عَلٰی قَوْمِه نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَنْ نَشَآءُ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ" عَلِیْمٌ٥ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ کُلًّا هَدَیْنَا وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِه دَاوٗدَ وَ

سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰی وَ ہٰارُوْنَ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَ زَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَ عِیْسٰی وَ اِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ o وَ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَ کُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ o وَ مِنْ اٰبَائِہِمْ وَ ذُرِّیّٰتِہِمْ وَ اِخْوَانِہِمْ وَ اجْتَبَیْنٰہُمْ وَ ہَدَیْنٰہُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍo ذٰلِکَ ہُدَی اللّٰہِ یَہْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْہُمْ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَo (پ ۷ سورۃ انعام)

کہ اگر میرے یہ پیغمبر ابراہیم علیہ السلام' اسحاق علیہ السلام' یعقوب علیہ السلام' نوح علیہ السلام' داؤد علیہ السلام' سلیمان علیہ السلام' ایوب علیہ السلام' یوسف علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام' ہارون علیہ السلام' زکریا علیہ السلام' یحییٰ علیہ السلام' عیسیٰ علیہ السلام' الیاس علیہ السلام' اسمٰعیل علیہ السلام' یسع علیہ السلام' یونس علیہ السلام' لوط علیہ السلام اور ان کے باپ اور ان کی اولادیں' اور ان کے بھائی بھی شرک کریں۔ تو میں ان کے بھی تمام اعمال تباہ و برباد کر دوں۔

سورۃ زمر میں نبی علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

''وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔''

(پارہ ۲۴' سورۃ زمر)

کہ اگر آپ بھی شرک کریں گے' تو آپ کے تمام اعمال بھی تباہ و برباد

ہو جائیں گے۔"

ان آیات سے اندازہ لگائیے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کا پاک باز اور مقدس گروہ بھی شرک کرے (حالانکہ انبیاء علیہم السلام سے شرک کا صدور قطعی ناممکن ہے) تو ان کے اعمال بھی تباہ و برباد ہو جائیں تو ہماری کیا حیثیت ہے؟

اس لئے برادر عزیز! اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہیں بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے! آمین!

"واخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین۔"

پانچواں وعظ
اَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ" وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ" وَ کُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْءَ وَ یَجْعَلُکُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰہٌ" مَعَ اللّٰہِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۔"

(پارہ ۲۰ سورۃ نمل)

ترجمہ:- بھلا کون پہنچتا ہے بے کس کی پکار کو' کہ جب اس کو پکارتا ہے اور دور کر دیتا ہے سختی ' اور کرتا ہے تم کو نائب زمین پر۔ اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ' تم بہت کم دھیان کرتے ہو۔"

دوستو اور بزرگو! السلام علیکم!

آج میں اپنی تقریر میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی بھی ایسی ذات نہیں ہے' جس کو مصیبت میں پکارا جا سکے۔ وہی مشکل کشا ہے اور وہی حاجت روا ہے۔ سختیوں اور مصیبتوں میں پکارے جانے والی اسی کی ذات ہے۔ بے کس اور بے بس لوگوں کا سہارا وہی ہے۔ اس کی ذات ایسی ذات ہے' کہ ہر ایک بے قرار وہاں پناہ لے سکتا ہے۔ مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبتیں اور پریشان حال لوگوں کی پریشانیاں اس کے سوا کوئی بھی دور نہیں کر سکتا۔ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا۔ کہ حضور! آپ ﷺ ہمیں کس چیز کی طرف بلا رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی طرف جو اکیلا ہے' جس کا کوئی شریک نہیں۔ جو اس وقت تیرے کام آتا ہے جب تو کسی

مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ جب تو جنگلوں میں راہ بھول کر اس کو پکارے تو وہ تیری رہنمائی کرے' قحط سالی میں اس سے دعائیں کرے تو وہ قحط سالی دور کر دے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

"اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْلِیُ وَالْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔" (پارہ ۲ سورۃ بقرۃ) کہ میں پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں۔ جب بھی مجھ کو وہ پکارتا ہے' بشرطیکہ وہ میری باتوں کو قبول کرلے' اور مجھ پر ایمان لائے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پچھلی رات آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

اَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ نَاغْفِرَ لَهٗ۔ اَلَا مُسْتَرْزِقٍ نَارْزُقَهٗ

"ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا! جس نے اپنی زندگی میں بے شمار گناہ کئے ہوں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلے میں اسے بخش دوں گا۔ ہے کوئی رزق کا طالب! جو کہتا ہے میں بہت تنگدست ہوں۔ آؤ مجھ سے رزق طلب کرو میں تمہیں اپنے خزانوں سے دولت دیکر مالا مال کر دوں گا۔ ہے کوئی بیمار! جس کو صحت کی ضرورت ہو۔ مجھ سے شفا طلب کرے' میں اس کو تندرست کر دونگا۔ ہماری کتنی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آوازیں دے دے کر اپنی رحمت کے خزانے حاصل کرنیکی ترغیب دے رہے ہیں' لیکن ہم اس طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی ہر مصیبت اور مشکل میں خدا تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہو جایا کریں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' کہ میرا بندہ ہاتھ اٹھا کر جب میرے سامنے دعا کرتا ہے' تو مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس کے ہاتھوں کو خالی واپس کر دوں!

حضرت وہب بن منبہؒ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے اگلی آسمانی کتاب میں پڑھا ہے' کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' مجھے اپنی عزت کی قسم' جو شخص مجھ پر اعتماد کرے اور مجھے تھام لے' تو میں اسے اس کے تمام مخالفین سے محفوظ رکھوں گا۔ خواہ آسمان وزمین اور کل مخلوق اس کی مخالفت پر تل جائے اور جو مجھ پر اعتماد نہ کرے اور میری پناہ میں نہ آئے تو میں اسے امن وامان سے چلتا پھرتا ہی اگر چاہوں گا تو زمین میں دھنسا دوں گا۔ اور اس کی کوئی مدد نہ کروں گا۔ اس قسم کی بے شمار آیات اور احادیث ہیں۔ جن میں اپنی ہر مصیبت میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا آیا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب تفسیر ابن کثیر میں ''اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ'' کے تحت ایک بڑا عجیب واقعہ نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ایک شخص خچر پر لوگوں کو دمشق سے زیدانی لیجایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر اپنی گزراوقات کرتا تھا۔ ایک شخص نے ایک مرتبہ مجھ سے خچر کرایہ پر لیا اور میں نے اس کو سوار کر کے چلنا شروع کر دیا۔ ایک جگہ جہاں دو راستے تھے پہنچے تو اس نے کہا کہ اس راہ سے چلو۔ میں نے کہا کہ میں اس راہ سے واقف نہیں ہوں۔ تو اس نے کہا کہ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے۔ چنانچہ میں اس کے کہنے کے مطابق اس راستے پر ہولیا۔ چلتے چلتے ہم ایک جنگل میں پہنچ گئے۔ جہاں دور دور تک کسی آدمی کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ وہ مجھے ایسی جگہ لے گیا۔ جہاں انسانوں کی لاشیں ہی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر ڈر گیا۔ کہ یہ شخص مجھے کہاں لے آیا ہے۔ آخر وہ شخص وہاں اتر پڑا' اور کہنے لگا' کہ میں تجھے قتل کروں گا اور تیرے سامان پر قبضہ کرلوں گا۔ میں نے بڑی منت سماجت کی' مگر وہ نہ مانا۔ پھر میں نے اسے خدا کا خوف یاد دلایا' اور آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ برابر میرے قتل پر تلا رہا۔ جب

میں ہر طرف سے مایوس ہو گیا۔ تو میں نے اس سے کہا۔ اچھا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ اس نے کہا' جلدی پڑھ لو۔ میں نے نماز شروع کی۔ مگر خدا کی قسم! میری زبان سے قرآن پاک کا ایک حرف بھی نہ نکلتا تھا۔ یونہی ہاتھ باندھے دہشت زدہ کھڑا تھا۔ آخرکار میں نے یہ آیت پڑھنا شروع کی۔

"اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ۔"

کہ اے اللہ! تیرا وعدہ ہے' کہ میں مضطر و لاچار کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ اس بیابان جنگل میں اس ظالم سے تیرے سوا مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ پس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا۔ کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھڑسوار تیزی سے گھوڑا دوڑائے ہاتھ میں نیزہ پکڑے ہماری طرف آ رہا ہے اور اس نے آتے ہی کچھ کہے سنے بغیر اپنا نیزہ اس ڈاکو کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ جس سے وہ اسی وقت بے جان ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اب سوار نے واپس جانے کیلئے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا ہی تھا کہ میں لپک کر اس کے پاؤں سے لپٹ گیا اور پوچھا کہ خدا کیلئے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا' کہ میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں' جو مجبوروں' بے کسوں اور لاچاروں کی دعا قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے۔ میں نے خدا کا شکر کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح سلامت اپنے گھر آ گیا۔

تو اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ انسان خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت کو کیوں نہ پہنچے اسے صرف خدا تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہئے اسکے علاوہ اور کسی کو نہیں پکارنا چاہئے' کتنے افسوس کا مقام ہے' کہ ہم اپنی مشکلات میں غیر اللہ کو پکارنا شروع کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا دروازہ چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے رسولوں نے بھی ہمیں یہی سبق دیا تھا۔ کہ جب بھی تمہیں کوئی مصیبت آئے تو تم خدا تعالیٰ ہی کو پکارو۔ اسکا کسی کو شریک

نہ بناؤ۔ جیسا کہ ہم اپنی مشکلات میں خدا تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے واقعات ہمارے لئے نمونہ ہیں کہ انہوں نے اپنی مشکلات میں خدا تعالیٰ ہی کو مدد کیلئے پکارا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکل کر کتنی بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا قصہ آٹھویں پارہ سورۃ اعراف میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ اے آدم علیہ السلام! تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ پیو۔ مگر اس درخت کا پھل نہ کھانا۔ اگر تم کھالو گے تو ظالموں سے ہو جاؤ گے۔ چنانچہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہکا دیا۔ اور کہنے لگا۔

”وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۔“ (پارہ ۸، سورۃ اعراف)

کہ پتہ ہے تمہارے رب نے تمہیں اس درخت کا پھل کھانے سے کیوں منع کیا ہے؟ وہ اسلئے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ نہ رہنے لگ جاؤ۔

”وَقَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۔“

خدا کی قسم! میں تمہاری خیر خواہی کیلئے تمہیں مشورہ دیتا ہوں۔ کہ تم اس درخت کا پھل کھالو، بہت اچھے رہو گے! آدم علیہ السلام شیطان کے فریب میں آگئے اور منع کئے ہوئے درخت کا پھل کھا بیٹھے۔ پھل کا کھانا ہی تھا کہ جسم سے جنت کا لباس اتر گیا۔ اور ننگے ہو گئے۔ درختوں کے پتوں سے اپنے جسم کو ڈھانپنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ

لَّكُمَا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔"

کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت کا پھل کھانے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور یہ نہیں کہا تھا' کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔اس سے بچ کر رہنا۔اس کے پھندے اور فریب میں نہ آ جانا۔اب تم اس کے جال میں پھنس گئے ہو۔

"اِهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ" وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ" اِلٰى حِيْنٍ۔"

زمین پر اتر جاؤ' بعض تمہارا بعض کا دشمن ہو گا اور ایک وقت تک اب تمہیں زمین پر رہنا پڑے گا۔

اندازہ لگائیے۔آدم علیہ السلام جنت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔خدا تعالٰی کی ایک نافرمانی سے انتہائی مشکل میں پھنس گئے۔تو اللہ تعالٰی کے حضور سربسجود ہو کر دعا مانگنے لگے۔

"رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔"

کہ اے اللہ! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے۔ہمیں معاف فرمادے! اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا۔اور ہم پر رحم نہ کیا۔تو ہم نقصان اٹھانیوالوں میں سے ہو جائینگے۔

تو جب آدم علیہ السلام نے اپنی مشکل میں اللہ تعالٰی کو پکارا۔تو اللہ تعالٰی نے ان کو معاف فرمادیا۔اس کے برعکس ہم پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو ہم یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

امداد کن امداد کن! در دین و دنیا شاد کن!
از رنج و غم آزاد کن! یا شیخ عبدالقادرا!

کہ اے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ! ہم اپنی دین و دنیا کی مشکلات میں اور مصیبتوں اور پریشانیوں میں تم سے مدد طلب کرتے ہیں۔ تو ہماری مدد کر! یعنی یہ لوگ پیر عبدالقادر جیلانیؒ کو خدا کا شریک بنا دیتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اپنی مشکلات میں تو پکاریں اللہ کو اور ہم پکاریں غیر اللہ کو (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھے! آمین!

نوح علیہ السلام کو جب ان کی قوم نے ستایا۔ اور تکلیفیں دیں۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ کو ہی پکارا۔

"رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ" فَانْتَصِرْ۔"

کہ یا اللہ! میں عاجز آ گیا ہوں۔ تو میری مدد فرما۔ زمین پر ان کافروں میں سے ایک کو بھی باقی نہ رکھ سب کو تباہ برباد کر دے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی۔ آپ کو اور آپ کے پیروکاروں کے علاوہ سب کو تباہ برباد کر دیا۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی مصیبت میں خدا تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جبکہ آپکے متعلق کافروں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا۔

"حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ۔o"

(پارہ ۱۷ انبیاء)

کہ آپ کو جلا دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو جلانے کیلئے لکڑیاں اکٹھی کرنا شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ بیمار عورتوں نے بھی یہ نذریں ماننا شروع کر دیں۔ کہ اگر انہیں شفاء مل جائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کیلئے اتنی لکڑیاں دینگی۔ جب بہت سی لکڑیاں جمع ہو گئیں تو ایک بہت بڑا اور گہرا گڑھا کھود کر اس میں لکڑیاں رکھ کر انکو آگ لگا دی گئی۔ روئے زمین پر اتنی بڑی آگ کبھی نہیں جلائی گئی۔

آگ کی تپش کی وجہ سے کسی کو قریب جانے کی جرات نہیں پڑتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے اطمینان سے کھڑے ہیں۔ کسی نے کیا ہی خوب لکھا ہے

اگ بلی تاں ترے کوہ تک بلیا گرد چوفیرا
کوئی نہ خوف خیال نبی نوں دھن رسولاں جیرا

اگر ہمارے جیسا کوئی ہوتا' تو اسی وقت معافی مانگ لیتا' یا آگ کی دہشت کی وجہ سے جان نکل جاتی۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام ذرا بھی نہیں گھبرائے۔ بلکہ زبان سے کہہ رہے ہیں۔

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ فِی السَّمَآءِ وَاحِد" وَ اَنَا فِی الْاَرْضِ وَاحِد" اَعْبُدُكَ۔"

کہ یا اللہ! تو آسمانوں میں اکیلا معبود ہے' اور میں زمین پر اکیلا عابد ہوں۔

واحد واحد واحد مولا بولے نبی حقانی
وحدت ذکر محبت اندر ہو جانا قربانی

اتول مچہ کفاراں والی بھانبھڑ بھڑک مچا دے
اتول مچہ عشق الٰہی تیز المبہ لاوے

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے ظاہر ہوئے اور کہنے لگے' کہ اے اللہ کے پیغمبر!

حکم کروتاں طبق زمیں دا پنجہ مار اٹھاواں
آتش سنے کفار تمامی وچہ سمندر پاواں

کہ اگر حکم ہو۔ تو میں ان تمام کفار کو تباہ کر دیتا ہوں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

"اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا وَ اَمَّا مِنَ اللّٰهِ فَبَلٰی۔"

میرا مولا حاضر ناظر رکھن مارن والا!

پھر میں کس کارن غیراں اگے کراں بیان حوالا!

کہ اے جبرائیل! تمہاری امداد کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ خدا تعالیٰ کی امداد کا طالب ہوں۔ وہ خود ہی میری مدد کریگا۔ تو خیر! جس وقت آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ نے فرمایا:

"حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔"

حدیث میں آتا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ بارش کا فرشتہ حکم کا منتظر تھا۔ کہ کب اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔ اور میں آگ پر بارش برسا کر اسے ٹھنڈا کردوں۔ لیکن براہ راست اللہ تعالیٰ نے آگ ہی کو حکم دیا۔

"قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِی بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ۔"

کہ اے آگ! میرے خلیل پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔ فرماتے ہیں۔

"لَمْ یَبْقَ نَارًا فِی الْاَرْضِ اِلَّا طُفِئَتْ۔"

کہ اس حکم کے ساتھ روئے زمین کی تمام آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اس دن آگ سے کوئی شخص بھی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ (ابن کثیر)

یہ واقعہ اس بات کی زبردست دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز اور متصرف و مختار نہیں ہے۔ مشکل کشا صرف وہی ذات ہے' جس کو اس سخت مصیبت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکارا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی مصیبت میں خدا تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی۔ قوم کو عرصہ دراز تک تبلیغ کرنے کے بعد ان کے ایمان سے مایوس ہو کر اور ناراض

ہو کر عذاب کی بد دعا کر کے ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی تک ہجرت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ قوم کو کہنے لگے۔ کہ تم پر اب عذاب خداوندی نازل ہونیوالا ہے۔ چنانچہ جب اپنے شہر سے نکل کر روانہ ہوئے اور بحیرہ روم کے کنارے پہنچے۔ تو کشتی تیار تھی۔ اس میں سوار ہو گئے۔ کشتی گرداب میں پھنس گئی۔ اور غرق ہونے لگی' تو ملاحوں نے کہا کہ کشتی میں کوئی ایسا شخص سوار ہو گیا ہے۔ جو اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہے۔ اور ہمارا دستور ہے کہ ہم ایسے موقعہ پر قرعہ اندازی کرتے ہیں۔ جس کے نام کا قرعہ نکل آئے اسے سمندر میں پھینک دیتے ہیں چنانچہ تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا۔ تینوں دفعہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ اب وہ سمجھے۔ کہ انہوں نے بلا حکم خداوندی ہجرت کر کے غلطی کی ہے اور ملاحوں سے کہا۔ بے شک میں ہی اپنے مالک کے حکم کے بغیر آیا ہوں یہ کہہ کر خود ہی سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ حکم خدا سے ان کو ایک مچھلی نے نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ اس کو کوئی تکلیف نہ دینا۔ میں نے اسے تیری غذا نہیں بنایا۔ بلکہ تیرے پیٹ کو اس کے لئے قید خانہ بنایا ہے۔ مچھلی کے پیٹ میں پہنچ کر حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا' اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں مصروف ہو گئے۔ اور نہایت عاجزی سے دعا کرنے لگے۔

"فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔" (پارہ ۱۷' سورۃ انبیاء)

کہ یا اللہ! تو پاک ہے' مجھے اس مچھلی کے پیٹ سے تیرے سوا کوئی نجات نہیں دلا سکتا۔ تو مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَلَوْ لَا اَنَّهٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔" (پارہ ۲۳' سورۃ الصّٰفّٰت)

کہ اگر میرا بندہ یونس مچھلی کے پیٹ میں میری تسبیح بیان نہ کرتا۔ اور مجھ سے مدد طلب نہ کرتا تو میں قیامت تک اس کو مچھلی کے پیٹ میں ہی رکھتا۔

"فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَ نَجَّيْنَهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ۔" (پارہ ۱۷، سورۃ انبیاء)

آخر اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ اور مچھلی کے پیٹ سے باہر نکال دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کیلئے مچھلی کے پیٹ میں خدا کو پکارا۔

ایوب علیہ السلام کو مصیبت اور بیماری آئی، تو انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا تھا۔ جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی۔ تو سب اہل و عیال مر گئے کھیتیاں، باغات اور جانور سب کچھ فنا ہو گیا کوئی چیز ہاتھ میں نہ رہی، تو آپ خدا کے ذکر میں اور بڑھ گئے اور کہنے لگے:

"اَحْمَدُكَ رَبَّ الْاَرْبَابِ الَّذِيْ اَحْسَنْتَ اِلَيَّ اَعْطَيْتَنِي الْمَالَ وَالْوَلَدَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ قَلْبِيْ شُعْبَةٌ اِلَّا قَدْ دَخَلَهٗ ذٰلِكَ فَاَخَذْتَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ مِنِّيْ وَفَرَّغْتَ قَلْبِيْ فَلَيْسَ يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ شَيْءٌ"۔

کہ اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے! تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسانات کئے مال دیا، اولاد دی، اس وقت میرا دل بڑا مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرا دل ان فکروں سے پاک کر دیا ہے۔ اب میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے۔ ابلیس نے حضرت ایوب علیہ السلام کی یہ حمد سنی تو جل بھن کر رہ گیا۔ یہاں تک کہ اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر پھونک ماری، جس سے

آپ کے جسم پر جذام پھوٹ پڑا۔ زبان اور دل کے سوا جسم کا کوئی حصہ بھی اس مرض سے محفوظ نہ رہا۔ آس پاس کے لوگ بھی آپ سے نفرت کرنے لگے۔ شہر سے باہر آپ کو سکونت اختیار کرنا پڑی۔ سوائے ایک بیوی کے باقی سب بیویاں اور رشتہ دار آپ کو چھوڑ گئے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم سے ہے کہ جناب رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اٹھارہ سال تک حضرت ایوب علیہ السلام دکھ اور درد میں مبتلا رہے۔ اپنے اور غیر سب نے چھوڑ دیا۔ ایوب علیہ السلام انتہائی زیادہ لاغر ہو گئے۔ یہاں تک کہ دعا کی درخواست پیش کر دی۔

"وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔" (پارہ ۱۷ سورۃ انبیاء)

کہ یا اللہ! مجھے بڑی تکلیف پہنچی ہے۔ تو میرے حال پر رحم کر کے مجھے صحت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جب ایوب علیہ السلام نے اپنی اس مصیبت میں ہم سے دعا کی۔ تو ہم نے کہا۔

"اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ" بَارِدٌ" وَشَرَابٌ۔"

(پارہ ۲۳' سورۃ ص)

کہ ایوب! اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ پاؤں مارتے ہی زمین سے ایک چشمہ ابلنے لگا۔ حکم ہوا کہ اس کے پانی سے نہالو۔ چنانچہ نہاتے ہی جسم کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں۔ اور آپ بالکل تندرست ہو گئے۔

تو میرا گزارش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام نے بھی اپنی مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ غرضیکہ جس نبی کو بھی کوئی مصیبت پیش آئی۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔ آدم علیہ السلام کا اپنی مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا۔ نوح علیہ السلام کا مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو پکارنا۔ ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرنا۔ یونس علیہ السلام کا اور یعقوب علیہ السلام کا اپنی مصیبتوں میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہمارے لئے نمونہ ہے۔ کہ جس طرح انہوں نے اپنے مصائب میں اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کی۔ ہمیں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنی چاہئے اور اسے ہی پکارنا چاہئے۔ آج ہم یہ شکوہ کرتے ہیں کہ جناب ہماری اللہ سنتا نہیں ہے۔ اسلئے ہم اولیاء اللہ کے ذریعے اپنی بات اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچانا چاہتے ہیں یہ کہنا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر وقت انسان کی دعا سنتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اپنے آپ کو اس قابل بنالیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ایسی ہے کہ جب اس کی مخلوق میں سے کوئی ادنی سی چیز بھی درد دل سے دعا کرے تو وہ اس کی دعا بھی رد نہیں کرتا۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں ایک دفعہ قحط پڑ گیا۔ بارش طلب کرنے کیلئے باہر نکلے۔ تو سلیمان علیہ السلام نے ایک چیونٹی کو دیکھا۔ وہ آسمان کی طرف اپنی ٹانگیں اوپر کر کے دعا کر رہی تھی۔

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَلْقٌ مِنْ خَلْقِكَ لَيْسَ بِنَا غِنًى عَنْ سُقْيَاكَ۔"

کہ یا اللہ! ہم بھی تیری مخلوق میں سے ہیں۔ ہمیں بھی بارش کی ضرورت

ہے۔ہم پر بارش نازل کردے۔اس پر سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر سے کہا کہ واپس چلو! اللہ تعالیٰ اس چیونٹی کی دعا کی وجہ سے ہم پر بارش نازل کردے گا چنانچہ بارش ہوگئی۔اگر ایک چیونٹی مصیبت کے وقت خدا تعالیٰ ہی کو پکارتی ہے' تو اسکی مدد کی جاتی ہے' تو ہماری مدد کیوں نہیں کی جا سکتی؟ ہمارا تو مقام بہت بلند ہے۔ہمیں غیر اللہ کے تمام دروازوں سے منہ موڑ کر خاص اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔پھر دیکھیں' کہ ہماری دعا قبول ہوتی ہے یا کہ نہیں!

اب آخر میں سیّد کل' ختم الرسل حضرت محمد ﷺ کا بھی ایک واقعہ سامنے رکھ لیجئے۔کہ انہوں نے بھی مصیبت میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی۔جنگ بدر کے دن دعا کرتے ہیں۔کہ

''اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا۔''

یا اللہ! اگر یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی' تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔تو اس کی مدد فرما۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کیلئے آسمان سے فرشتوں کی فوج نازل کردی۔

ان تمام واقعات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں بھی ہر مصیبت اور مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں پکا اور سچا موحد بننے کی توفیق عطا فرمائے اور شرک سے محفوظ رکھے! آمین!

اے خالق کل اے مالک کل اے رازق کل اے حاکم کل!

رحمان ہے تو سبحان ہے تو' تیری صفتیں کوئی بھی پا نہ سکا

ہر شے پہ تصرف ہے تیرا' جب حکم دیا تب مینہ برسا

اے مالک! ابر سے تیرے سوا اک بوند بھی کوئی گرا نہ سکا

قادر وہ نہیں جس سے کہ بن سکتی نہیں اک مکھی بھی

مکھی تو بنانا دور رہا' اک بال بھی بدلا جا نہ سکا

تو جس کو ڈبونے پر آئے' پھر کس کی ہے طاقت پار کرے

محبوب ترا مجبور رہا' کشتی میں پسر کو بٹھا نہ سکا

یونس نے پکارا اے اللہ! اور بیٹھ گیا تھا کشتی میں

تیرا حکم تو مولا ٹل نہ سکا' وہ خود کو پار لگا نہ سکا

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔

چھٹا وعظ
وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى
اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُوْنَ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰے

اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَالْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍبِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ ط

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِنْ شَىْءٍ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّايُشْرِكُوْنَ ط'' (پارہ ۲۱ سورۃ روم)

ترجمہ:-اللہ وہ ذات ہے' جس نے تم کو پیدا کیا۔پھر روزی دی پھر مارے گا پھر زندہ کرے گا۔کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے' جو ان میں سے کچھ بھی کرسکتا ہو؟ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے پاکی اور برتری ہے۔ہر اس شریک سے' جو یہ لوگ مقرر کرتے ہیں!''

دوستو اور بزرگو! السلام علیکم!

یہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے' اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' کہ اے لوگو! میں وہ ذات ہوں جس نے تم کو پیدا کیا۔پھر پیدا کرنے کے بعد روزی مہیا کی۔پھر میں ہی تم کو ماروں گا۔پھر مارنے کے بعد میں ہی تم کو زندہ کرونگا۔بتاؤ جن کی تم میرے سوا عبادت کرتے ہو۔اور میرا شریک بتاتے ہو۔ان میں سے کوئی ایسا ہے' جو یہ کام کرسکے؟ اگر نہیں ہے' تو پھر ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اور ان کو میرا شریک کیوں بناتے ہو؟ ایک دوسری آیت میں فرمایا۔جن کو میرے سوا پکارتے ہو۔

"لَنْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِاجْتَمَعُوْا لَهٗ۔"(پارہ ۱۷ حج)
وہ سارے کے سارے ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ
"وَاِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ۔"
اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اسے بھی چھڑا نہیں سکتے۔ کیونکہ طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔

آپ ذرا اندازہ لگائیں' کہ اللہ تعالیٰ ہر "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کے متعلق یہ فرما رہے ہیں۔ کہ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ تو ہمارا یہ عقیدہ رکھنا کیسے درست ہوگا کہ پیر فقیر بھی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اولاد دے سکتے ہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَايَشَآءُ يهب لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَّ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ۔"

(سورہ شوریٰ' پارہ ۲۵)

کہ میرے ہاتھ میں زمین اور آسمان کی بادشاہت ہے۔ میں جو چاہتا ہوں' پیدا کرتا ہوں' اولاد دینا میرا کام ہے۔ میں جسے چاہوں لڑکیاں ہی لڑکیاں عطا کر دوں۔ لڑکا کوئی نہ دوں۔ اور جسے چاہوں لڑکے ہی لڑکے عطا کر دوں' لڑکی کوئی نہ دوں۔ اور جسے چاہوں' لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے دے دوں۔ اور جسے چاہوں' بانجھ کر دوں۔ کچھ بھی نہ دوں۔ مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں۔"

تو معلوم ہوا کہ اللہ پاک کے سوا کوئی دوسرا اولاد نہیں دے سکتا۔ خواہ کوئی ولی ہو یا نبی۔ آج کل بعض جاہل لوگ کہتے ہیں۔ [illegible] ب! پیر فقیر بھی اولاد دے سکتے

ہیں۔(معاذ اللہ) دوستو! یہ بات کتنی بڑی گمراہی ہے اور پیروں فقیروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔ یاد رکھیئے! اللہ پاک سارے گناہ معاف فرما دینگے لیکن یہ گناہ کبھی معاف نہیں کریں گے کہ اس کا کسی کو شریک بنایا جائے۔

”اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔“

تو خیر! پہلی بات جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں نے تم کو پیدا کیا ہے اور پھر تمہیں روزی مہیا کی ہے۔ آیئے ذرا قرآن پاک اٹھا کر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس طرح پیدا فرمایا ہے اور پھر کس طرح ہمیں روزی مہیا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔“

(پارہ ۱۸ سورہ مومنون)

کہ اے انسان! پہلے تو اپنی ماں کے پیٹ میں ایک نطفہ کی شکل میں تھا۔ پھر چالیس دن بعد اس نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا۔ پھر چالیس دن بعد خون کو ہم نے گوشت بنا دیا۔ گوشت کی پھر ہم نے ہڈیاں بنائیں۔ ہڈیوں پر پھر ہم نے گوشت چڑھا دیا۔ پھر تیری خوبصورت شکل بنا کر تجھے ماں کے پیٹ سے باہر نکالا۔

”فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔“

کہ اللہ تعالیٰ بڑی خوب صورت شکلیں بنانے والا ہے۔ اس آیت کا ترجمہ

حافظ محمدؒ صاحب لکھوی نے کیسے خوب صورت انداز میں کیا ہے۔

اک بوند منی تھی سب پیدائش قدرت نال بناوے
اول خون بنے اوہ نطفہ اک چلّہ جد آوے
پھر چہل دناں وچہ گشت تھیوے ہڈ بن پھر سارے
پھر ہڈاں اتے گوشت چمڑا اوہ قدرت نال چڑھاوے
چار ماہاں تھیں پچھے اس وچہ پھر پھوکے روح پیاری
اکھیں نک لباں ہور ابرو واہ واہ نقش نگاری

جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کی ناف پر ایک ناڑ لگا ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو ماں کے پیٹ میں خوراک پہنچاتے ہیں۔ تاکہ یہ زندہ رہ سکے۔

واہ واہ خالق قادر رازق صاحب کرم فضل دا
شکم مائی دے اندر دیکھو بچہ کیونکہ کرپل دا
اوتھے روزی دا کوئی راہ نہ جائے رحم چوفیروں گھیرا
اوہ قادر قدرت نال کھواوے ماں پیو بجھ نہ جھیڑا
اوہو خالق اوہو رازق اوہو مالک آپے
بندیاں داوچہ سیر نہ کوئی نبی ولی ہور ماپے

تو ہاں! اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا۔ لیکن جب یہ پیدا ہو جاتا ہے تو جاہل لوگ یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ پیراں دتا۔ یعنی اللہ کے ساتھ شرک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ کہ پہلے تو یہ لوگ دعائیں کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ! اگر تو ہمیں صحیح سالم بچہ دے گا۔ تو ہم تیرا شکر کریں گے۔ پھر جب ہم بچہ عنایت کر دیتے ہیں۔

"فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔" (پ۹' سورۃ اعراف)

تو یہ ہمارے شریک بنانے شروع کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ دولے شاہ نے دیا ہے۔ پیر پسوڑی شاہ بھی پتر دیتا ہے۔ مولانا ابراہیم خادمؒ نے ایسے مرد اور عورتوں کو جو قبروں پر جا کر چڑھاوے چڑھاتی ہیں۔ اور اولاد کی درخواست کرتی ہیں۔ مخاطب کر کے کیا خوب کہا ہے

نی اماں کا سنوں ٹکراں ماردی ایں پتر دیندا ای آسمان والا!
توں دیکھیا نئیں ڈھوراں تے ڈنگراں نوں کون اینہاں نوں بچے دوان والا
مجھاں گائیاں دے بچے نیں وگ پھر دے کون اینہاں نوں ہے دوھاون والا
پیدا کر کے پکھوآں دیاں کئی قسماں کون ڈاراں دیاں ڈاراں اڈاون والا

تو بھائی میرے! یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی اولاد دے سکتا ہے۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے! آمین!

تو ہاں! میں عرض کر رہا تھا' کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما دیا۔ پیدا کرنے کے بعد اسکی خوراک کا بندوبست کیا۔ اسکی والدہ کے سینے پر دو گلاس دودھ کے بھر کر رکھ دیئے' تا کہ یہ اپنی بھوک مٹا سکے۔

"اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ۝ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ۝ وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔" (پارہ ۳۰' سورۃ بلد)

پھر یہ جب دو سال کا ہو جاتا ہے' تو حکم ہوتا ہے کہ اب اس کا دودھ چھڑا دو۔

"وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ۔"

(پارہ ۲ سورۃ بقرۃ)

والدہ کہتی ہے یا اللہ! ابھی تو یہ روٹی کھانے کے قابل نہیں ہوا اور تو نے حکم دیدیا کہ دودھ چھڑا دو تو آسمان سے آواز آتی ہے کہ اب ہم اس کو جانوروں کا دودھ پلائیں گے:

"اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِمَّا فِيْ بُطُوْنِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِيْنَ۔"

ایک طرف گوبر کی دیوار دوسری طرف خون کی دیوار۔ گوبر بھی بدبودار، خون بھی بدبودار، درمیان میں سے خالص عمدہ دودھ کی نہر۔ گوبر کی کیا مجال کہ دودھ میں ملجائے، اور خون کی کیا طاقت، کہ دودھ میں حل ہو جائے۔ آج دنیا کے سائنسدان اپنی سائنس پر بڑا ناز کرتے ہیں۔ کہ جناب ہماری سائنس نے بڑی ترقی کی ہے اور اتنی ترقی کی ہے کہ ہم چاند تک پہنچ گئے ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ ہے کوئی ایسا سائنسدان جو گوبر اور خون سے دودھ پیدا کر کے دکھائے۔ نہیں نہیں! بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ تو خیر انسان کے پینے کیلئے دودھ پیدا فرما دیا۔ اب دودھ میں ڈالنے کیلئے چینی کی ضرورت تھی۔ اس کا بھی بندوبست کر دیا۔

"وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔"

مختلف قسم کے پھل پیدا کر دیئے، جس سے کھانڈ تیار کی جاسکے۔ کھانڈ کے ساتھ ساتھ شہد کا انتظام بھی کر دیا۔

"وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ"

مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُه فِيْهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِقَوْمٍ یَتَفَکَّرُوْنَ۔"

مکھیوں کو حکم کر دیا کہ تم پھلوں کا رس چوس چوس کر پہاڑوں اور درختوں پر شہد کے چھتے تیار کرو' تاکہ میرے بندے اسے آسانی سے حاصل کر سکیں۔ چنانچہ اب انسان بڑا ہو جاتا ہے۔ اور اسے روٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو حکم ہوتا ہے کہ چلو اب زمین میں جا کر ہل چلاؤ' اور بیج بو کر آؤ۔ انسان جاتا ہے' اور ہل چلا کر زمین میں بیج بو کر آ جاتا ہے۔ اگر یہی بیج جو اس نے اپنے ہاتھوں سے زمین میں بوئے ہیں' اکٹھے کرنا چاہے' تو نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان سب بیجوں کو دیکھ رہے ہیں۔ پھر ان بیجوں کو اگنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

"اَفَرَاَیْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَکَّهُوْنَ ○ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ○ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ○" (پارہ ۲۷' سورۃ واقعہ)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ اے انسان! بتاؤ! یہ کھیتیاں میں اگاتا ہوں یا تم؟ اگر میں چاہوں۔ تو ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ اور پھر تم کہو' کہ ہم مارے گئے۔ ہمارا کچھ نہیں باقی رہا۔ فرمایا' آؤ! ذرا میں یہ بھی سمجھا دوں کہ میں یہ کیسے اگاتا ہوں!

"فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ○ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ○ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ○ وَعِنَبًا وَّ قَضْبًا ○ وَ زَیْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ○ وَحَدَآئِقَ غُلْبًا ○ وَّفَاکِهَةً وَّ اَبًّا ○ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِاَنْعَامِکُمْ۔" (سورہ عبس)

کہ پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں پھر وہ پانی بیجوں کو پہنچتا ہے جس سے بیج نرم

ہو جاتے ہیں۔ پھر ہم زمین کو پھاڑ کر انگوری کو باہر نکالتے ہیں۔ اور اس میں سے پھر ہم دانے' انگور' سبزیاں' زیتون' کھجوریں' میوے اور چارہ تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے پیدا فرما دیتے ہیں۔ پھل اور میوہ جات تمہارے لئے اور پھوس تمہارے جانوروں کیلئے۔ سب کچھ کھاؤ پیؤ مگر میری عبادت سے منہ نہ موڑو۔ خاص میری ہی عبادت کرو' میرا کسی کو شریک نہ بناؤ۔

"یَآیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔" (پارہ ا' سورۃ بقرۃ)

میں ہی تمہارا' اور تم سے پہلے لوگوں کا خالق ہوں۔ ہر قسم کی اولاد دینا میرے قبضہ قدرت میں ہے۔ میں اگر چاہوں' تو یعقوب علیہ السلام کو بیٹے ہی بیٹے عطا کر دوں۔ بیٹی کوئی نہ دوں۔ اور چاہوں' تو لوط علیہ السلام کو بیٹیاں ہی بیٹیاں عطا کر دوں۔ بیٹا کوئی نہ دوں۔ اگر چاہوں' تو ایوب علیہ السلام کو بیٹے اور بیٹیاں اکٹھی دے دوں' اور اگر چاہوں' تو کسی کو کچھ بھی نہ دوں۔

پتراں دی فوج دتی حضرت یعقوب نوں
دھیاں تے پتر دتے حضرت ایوب نوں
نریاں ہی دھیاں دتیاں لوط محبوب نوں
کسے نوں دتا کجھ نا ہیں!

یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ لگایئے۔ کہ مریم علیہا السلام کو بغیر خواہش کے بیٹا عطا کر دیا۔ فرشتہ آتا ہے' اور آ کر یہ الفاظ کہتا ہے۔

"اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلَامًا زَکِیًّاo"

کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہیں بیٹے کی خوشخبری دینے آیا ہوں۔ مریم

علیہ السلام کہنے لگیں۔ کہ مجھے بیٹا کیسے ہوگا۔ مجھے تو کسی بشر نے آج تک چھوا نہیں ہے اور نہ ہی میں بدکار عورت ہوں۔ تو اس پر فرشتے نے کہا:

”قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ“ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ “ (پارہ ۱۶ سورۃ مریم)

کہ تیرا رب بغیر کسی کے چھونے کے بیٹا دینے پر قادر ہے۔ وہ تیرے اس بیٹے کو بغیر باپ کے پیدا کر کے اپنی قدرت کا اعجاز دکھائیگا۔ اور وہ ایمان والوں کے لئے رحمت کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کے گریبان میں پھونک ماری، جس سے وہ حاملہ ہوگئیں۔ اس کے بعد وہ ایک دور کی جگہ چلی گئیں۔ جب دردزہ شروع ہوا، تو کہنے لگیں۔

”يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔“

کہ بیٹا ہونے سے پہلے میں مرجاتی تو بہتر تھا۔ لوگ مجھے کیا کہیں گے؟

”فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ○ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ○“

پس آواز آئی کہ اے مریم! غم نہ کرو! دیکھو ہم نے تمہارے پاؤں کے نیچے پانی کا چشمہ پیدا کر دیا ہے، اور تمہارے اوپر جو کھجور کا درخت ہے، اس کو ہلاؤ، تو اس سے کھجوریں گریں گی کھجوریں کھاؤ، اور پانی پیو، اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھو! اگر تمہیں کوئی آدمی کچھ کہے، تو تم کہنا۔

”اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ○۔“

میں نے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت

ہوگئی' تو حضرت مریم علیہا السلام ان کو لے کر اپنے گھر آ گئیں۔ لوگوں کو جب مریم علیہا السلام کے ہاں بچے کی ولادت کا علم ہوا۔ تو آ کر کہنے لگے۔

"قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا۔"

کہ اے مریم علیہا السلام! تم نے کس قدر بری حرکت کی ہے؟

"يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا٥"

اے ہارون کی بہن! تمہارے ماں باپ تو برے نہ تھے' یہ تو نے کیا کر ڈالا؟

قوم نے جب مریم علیہا السلام کو اس قسم کے طعنے دیئے' تو مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ اسی سے پوچھ لو۔ کہنے لگے۔

"كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا۔"

کہ ہم بچے سے کیسے پوچھیں؟ کیا کبھی اس عمر کے بچوں نے بھی باتیں کی ہیں! تو فوراً حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے۔

"قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا وَجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَاكُنْتُ وَ اَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا٥"

میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اور مجھے کتاب دی ہے اور مجھے بابرکت کیا ہے۔ اور جب تک میں زندہ ہوں۔ مجھے نماز پڑھنے' ورزکوۃ دینے کا حکم فرمایا ہے۔

اس آیت سے مرزائی اعتراض اٹھاتے ہیں۔ کہ دیکھئے جناب! عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہونے کی صورت میں زکوۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر وہ آسمان پر زندہ ہیں تو

زکوٰۃ کس کو دیتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ اس آدمی پر فرض ہے۔ جس کے پاس مال ہو۔ اور اس مال پر سال گزر جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس مال ہی نہیں ہے تو زکوٰۃ کسی چیز کی دیں۔ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس مال ثابت کرو پھر ہم زکوٰۃ ثابت کریں گے۔ تو خیر! یہاں حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرما دیا۔

اب حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف آیئے۔ جب مریم علیہ السلام کے کمرے میں داخل ہوئے' تو دیکھا' کہ ان کے پاس بے موسے پھل پڑے ہوئے ہیں اور اس کے پاس آتا بھی کوئی نہیں ہے۔ تو کہنے لگے۔

"یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا۔"

اے مریم! یہ پھل کہاں سے آئے ہیں' تیرے پاس تو کوئی آدمی آتا ہی نہیں ہے۔ تو اس پر مریم علیہا السلام نے جواب دیا کہ اے اللہ کے نبی! حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

"قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔"

یہ اللہ کی طرف سے ہیں' اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں۔ بغیر حساب کے دے دیتے ہیں۔ مریم علیہا السلام کے جواب کو ذرا غور سے سنیں آج ہمارے پاس کوئی چیز ہو' تو ہم سے کوئی پوچھے' کہ یہ کہاں سے آئی ہے' تو ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ آپ کی طفیل ہے۔ لیکن مریم علیہا السلام نے فرمایا "ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ" یہ چیز دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے فوراً دعا کی۔

"ھُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّہٗ، قَالَ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ

ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّکَ سَمِيْعُ الدُّعَا۔"

کہ یا اللہ! جسے تو نے مریم علیہا السلام کو بے موسمے پھل دیئے ہیں۔ ویسے ہی مجھے بے موسما بیٹا عطا کر دے۔

"قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ○ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَائِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ○"

(پارہ ۱۶' مریم)

پروردگار! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں' اور بڑھاپے کی وجہ سے بال سفید ہو چکے ہیں۔ اور میری بیوی بھی بانجھ ہے اور تیرے نلئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے تو مجھے ان کمزوریوں کے باوجود بھی اولاد دے سکتا ہے۔ ابھی دعا کر ہی رہے تھے کہ خوشخبری مل جاتی ہے۔

"اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○"

کہ میں تجھے بیٹا عطا کرونگا۔ جس کا نام یحیٰی ہوگا۔ اس سے پہلے اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہوا۔ خوشخبری ملی' تو کہنے لگے' کہ یا اللہ! میرے لئے کوئی علامت مقرر کی جائے۔ جس سے مجھے معلوم ہو جائے۔ کہ میری بیوی امید سے ہے۔

"قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا۔"

اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ کہ جب تیری بیوی امید سے ہو جائیگی۔ اسوقت تم تندرست اور بھلا چنگا ہونے کے باوجود تین دن بات نہیں کرسکو گے۔ اس سے معلوم ہوا

کہ حضرت زکریا علیہ السلام غیب دان نہیں تھے۔ ورنہ انہیں علامت مقرر کردے کہنے کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب قدرت خداوندی سے حمل قرار پاگیا۔ تو زکریا علیہ السلام سے قوت گویائی مقررمدت تک چھین لی گئی۔ آخرکار اللہ تعالٰی نے بیٹا عطا کردیا۔

ذرا ملاحظ فرمایئے۔ کہ ان کو اولاد کی ضرورت ہوتی تھی' تو وہ اللہ تعالٰی سے مانگتے تھے۔ لیکن ہم اولاد لینے کیلئے خدا کا دروازہ چھوڑ کا دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ یاد رکھیئے! وہ خدا جس نے تم کو اولاد دی ہے۔ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تم سے اولاد چھین لے کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ ہمارے حضور سرور کائنات کو اولاد دی اور پھر آنکھوں کے سامنے واپس لے لی۔ آپ ﷺ کا لخت جگر ابراہیم آپ ﷺ کی گود میں اپنی جان خدا کے حوالے کررہا تھا۔ اور آپ ﷺ دیکھ رہے تھے' اور ساتھ ہی یہ فرمارہے تھے۔

”تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَ يَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَ اِنَّا اِلَيْكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔“

اے ابراہیم! ہم کو تیری موت کی وجہ سے بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ باوجود اس کے کہ ہماری آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ اور دل غمگین ہے' لیکن پھر بھی ہم اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے' جس سے ہمارا خدا ناراض ہوجائے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے ان کے بیٹے کو غرق کردیا۔ آپ دعا کررہے ہیں:

”رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ۔“

کہ یا اللہ! یہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔ اور تیرا وعدہ ہے کہ تیرے اہل کو بچالوں گا۔ اور تیرا وعدہ بھی سچا ہے۔ اس لئے میرے بیٹے کو بچالے' تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی ہے:

"يٰنُوحُ اِنَّهُ لَيسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَالَيسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ۔"

اے نوح! یہ تیرے اہل سے نہیں ہے' کیونکہ اس کے عمل نیک نہیں ہیں۔ دوبارہ اس چیز کا سوال نہ کرنا۔ جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ ورنہ تو جاہلوں سے ہو جائیگا!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا دے کر قربانی کا حکم دے دیا' تو خیر۔ مقصد یہ ہے' کہ اولاد دینا اور دے کر لے لینا یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں۔

"وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔"

وہ جو چاہے کرے' اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اگر چاہے تو ایک چیونٹی کی مان لے۔ جو الٹی کمر کر کے بارش کی دعائیں کر رہی تھی۔

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَلْقٌ مِنْ خَلْقِكَ لَيْسَ بِنَا غِنًى عَنْ سُقْيَاكَ۔"

کہ یا اللہ! ہم بھی تیری مخلوق ہیں۔ ہمیں بھی پانی کی ضرورت ہے۔ اور تیرے

سواپانی دینے والا کوئی نہیں۔تو بارش نازل کردے' چنانچہ بارش ہو گئی۔اور اگر چاہے 'تو اپنے آخرالزمان نبی ﷺ کی نہ مانے۔

آپ ﷺ عبداللہ بن ابی کے متعلق دعا کر رہے ہیں۔کہ یااللہ! اسے بخش دے۔جنازہ بھی خود پڑھایا۔اپنی قمیص بھی پہنا دی۔لیکن پھر بھی دعا قبول نہ ہوئی۔

"اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ۔" (پارہ۱۰ سورۃ توبہ)

حکم ہوا کہ اے میرے نبی ﷺ! ان کیلئے آپ بخشش مانگیں یا نہ مانگیں۔ میں ان کو ہرگز نہیں بخشوں گا۔کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے۔اور سن لیجئے۔"وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ" آپ ﷺ ان کا جنازہ بھی نہ پڑھایا کریں۔

منافق دا جنازہ پڑھایا نبی نے!
خلاصی نہ پائی کافر شقی نے
ایہہ فیصلہ آکے سنایا وحی نے!
خدا جس نوں پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکدا

یہاں بعض بے عقل لوگ کہتے ہیں:

خدا جس نوں پکڑے چھڑائے محمد ﷺ
محمد ﷺ کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکدا

یہاں دیکھ لیجئے' عبداللہ بن ابی کو خدا نے پکڑا ہے۔ اور محمد الرسول ﷺ چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اللہ پاک نے فرمایا۔ میں اس کو نہیں چھوڑوں گا' حکم ہوتا ہے۔ ''اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْد'' کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہ جس کو پکڑ لے' اسے کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ ساری دنیا ایک طرف ہو کر کسی کا نقصان کرنا چاہے' تو نہیں کر سکتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اور اگر ساری دنیا اکٹھی ہو کر کسی کو فائدہ پہنچانا چاہے تو پھر بھی خدا کے حکم کے بغیر نہیں پہنچا سکتی۔

''اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗ' اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ۔''

کہ اے میرے نبی ﷺ! اگر میں تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہوں' تو کسی کی طاقت نہیں' کہ اسے دور کر دے۔ اور اگر میں تجھے نفع دینا چاہوں' تو پھر بھی اسے کوئی رد نہیں کر سکتا!

''وَاللّٰهُ غَالِبٌ'' عَلٰی اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔''

پارہ ۱۲ یوسف

ان سب واقعات میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنی توحید بتا رہے ہیں۔ کہ میں ہی متصرف و مختار ہوں۔ میں ہی مشکل کشا اور حاجت روا ہوں۔ میں جو چاہوں کروں مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک طرف تو یوسف علیہ السلام کو پانی سے نکال کر مصر کے تخت پر بٹھا دیا اور دوسری طرف فرعون کو تخت سے اتار کر پانی میں غرق کر دیا۔

بادشاہاں نوں تختوں سٹے تے پل وچ کرے ویرانہ

عاجز تے مسکیناں تائیں دیوے تخت شاہانہ

اوہ کرے فناہ پہاڑاں تائیں آدم کون و چارے

اوہ پٹ سٹے اسمان زمیناں تے کون کوئی دم مارے

توہاں! میرا بات کرنے کا مقصد یہ ہے' کہ ہر چیز کا مالک' خالق' رازق' حاجت روا اور مشکل کشا اللہ تعالیٰ ہے' اس کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں' جہاں سے مشکل کشائی ہو سکے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ''۔

اے لوگو! تم سب میرے دروازے کے فقیر اور محتاج ہو۔ ''اَيُّهَا النَّاسُ'' میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک تمام نبی' تمام ولی اور بزرگ شامل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان تمام کو محتاج فرمارہے ہیں۔ تو دوستو! جو خود دوسرے کا محتاج ہو' اس نے کسی کو کیا دینا ہے؟

یہاں بعض لوگ یہ کہہ دیں گے' کہ دیکھو وہابیوں نے نبیوں اور ولیوں کو محتاج کہا ہے' اور ان کی شان میں گستاخی کی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے' کہ جناب ''انتم الفقراء'' کا مطلب اور معنی فقیر اور محتاج ہی ہے۔ یہاں تک کہ مولانا احمد رضا خاں نے بھی اس کا ترجمہ محتاج ہی لکھا ہے۔ تو ہمیں قصوروار ٹھہرانا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

توہاں! کائنات میں اگر کوئی حاجت روا اور مشکل کشا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے! تمام انبیاء نے ہمیں اسی کے دروازے پر جھکنے کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ انبیاء

علیہم السلام کو بھی جب کوئی مشکل پیش آئی۔ تو انہوں نے بھی خالص ایک ہی واحد ذات کو پکارا اور ہمیں سبق دیا کہ خواہ تمہیں کتنی تکلیف ہی کیوں نہ پہنچے' تم خدا کے دروازے کو مت چھوڑنا۔

دیکھئے! یونس علیہ السلام کو کوئی معمولی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ مچھلی کے پیٹ میں داخل ہو چکے ہیں۔ سخت اندھیرا ہے۔ یہاں ایک اور مسئلہ حل کرتا جاؤں! کہتے ہیں' کہ انبیاء غیب جانتے ہیں۔ تو میں پوچھتا ہوں' کہ کیا حضرت یونس علیہ السلام کو پتہ تھا' کہ مجھے مچھلی نگل جائے گی؟ اگر پتہ تھا' تو جان بوجھ کر دریا میں چھلانگ لگائی؟ کیا یعقوب علیہ السلام کو پتہ تھا کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں پھینک دینا ہے؟ اگر پتہ تھا' تو جان بوجھ کر یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے حوالے کر دیا؟ اور یہ بھی پتہ تھا؟ کہ یوسف علیہ السلام مصر میں صحیح سلامت محفوظ ہیں۔ تو کیا جان بوجھ کر چالیس سال تک روتے رہے؟ کیا یوسف علیہ السلام کو پتہ تھا۔ کہ زلیخا مجھے کس لئے اندر لے جارہی ہے؟ اگر پتہ تھا' تو کیوں گئے؟ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتہ تھا' کہ حضرت عائشہؓ بچی ہیں۔ اگر پتہ تھا' جان بوجھ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کیوں رلاتے رہے؟ کیا حضور ﷺ کو پتہ تھا' کہ ستر قاریوں کو کافروں نے لے جا کر شہید کر دینا ہے؟ اگر پتہ تھا' تو جان بوجھ کر روانہ کیوں کئے؟ اور پھر ایک ماہ تک ان کافروں کے لیے نماز میں بددعا کرتے رہے؟

دوستو! یہ عقیدہ ہے یا مذاق؟ ایسے عقیدے سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے! جس سے انبیاء کی عزت میں فرق آتا ہو۔

یاد رکھیئے! خدا کی ذات کے سوا کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جس کو علم غیب ہو۔ میرا مقصد اس وقت علم غیب پر بحث کرنا نہیں ہے ورنہ میں آپ کو دلائل سے واضح کرتا۔ کہ ایسا عقیدہ رکھنا صریحاً کفر ہے!

تو ہاں! حضرت یونس علیہ السلام کی بات کر رہا تھا۔ کہ مچھلی کے پیٹ میں قید ہیں۔ اور وہاں اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے ہیں:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔"

کہ یا اللہ! تو پاک ہے۔ تیرے سوا میری مشکل حل کرنے والا کوئی نہیں ہے تو مجھے اس مشکل سے نجات دیدے!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اگر میرا بندہ یونس مجھے نہ پکارتا۔ تو "لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ" تو میں اسے قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رکھتا۔ یونس علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا۔ کہ اس کو کنارے پر پھینک دو۔ چنانچہ مچھلی نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت عطا فرمادی!

تو ہاں! تمام انبیاء نے اپنی مصیبت میں اور اپنے ہر چھوٹے بڑے کام میں اللہ تعالیٰ ہی سے استغاثت طلب کی۔

دیکھیئے موسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگی ہوئی ہے کسی غیر کو اپنی بھوک کے متعلق نہیں فرمایا۔ بارگاہ ایزدی میں سوال کرتے ہیں:

"رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ٥"

مطلب یہ تھا کہ یا اللہ! مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔ اپنی بارگاہ سے روٹی عنایت

کر۔تو اللہ تعالیٰ نے کتنا بہترین سبب پیدا فرما دیا تھا۔روٹی کے ساتھ روٹیاں پکانے والی بھی عطا کر دی۔

کتنے افسوس کا مقام ہے' کہ ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔اپنا حاجت روا اور مشکل کشا قبروں والوں کو سمجھ رکھا ہے اور انکے مزاروں پر جا کر سجدے وغیرہ کرتے ہیں اور نذرانے دے کر ان کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔تو آسمان سے آواز آتی ہے' کہ جن کو تم میرا شریک بناتے ہو۔یہ تمہارے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ان کو اگر تم قیامت تک بھی پکارتے رہو۔تو پھر بھی یہ تمہاری مشکل حل نہیں کر سکتے! بلکہ یہ الٹا قیامت کے روز تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔اسلئے آیئے ہم سب لوگ اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کے آگے سجدہ ریز ہو کر اس کی عبادت کا حق ادا کر دیں۔کیونکہ وہی ہمارا خالق ہے' وہی ہمارا رازق ہے! اسی کے پاس ہم نے مرنے کے بعد جانا ہے' اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر اسی کے آگے جواب دہ ہونا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھے! آمین!

واخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین!

ساتواں وعظ
اِسْتِقَامَتْ
فِیْ الدِّیْن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰے

اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَالْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ط

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ اُولٰئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ط“

بے شک جن لوگوں نے کہا' ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ پھر اسی پر جمے رہے۔ تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ یہی لوگ جنتی ہیں۔ جو ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ ان اعمال کے بدلے' جو وہ کیا کرتے تھے۔ (سورہ احقاف پ ۲۶)

دوستو اور بزرگو! السلام علیکم!

آج میری تقریر کا عنوان ہے ”استقامت فی الدین“

یہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے' اس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ جنہوں نے اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا' یعنی کہ اس کی توحید کا اقرار کیا۔ اور پھر اس پر مضبوط ہو گئے۔ اور فرمان خداوندی کے تحت اپنی ساری زندگی گزار دی۔ فرمایا۔ ان لوگوں کو قیامت کے دن نہ کسی قسم کا غم اور نہ کسی قسم کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ لوگ جنتی ہیں۔ اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام کا کوئی ایسا امر بتلا یئے۔ کہ پھر مجھے کسی اور سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ زبان سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کر اور پھر اس پر مضبوطی سے جم جا۔ مطلب یہ تھا۔ کہ اگر توحید کی خاطر تمہیں تکلیفیں اور مشقتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ تو پھر بھی توحید کو مت چھوڑنا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ صحابہ کرامؓ نے توحید باری تعالیٰ کو قبول کر کے ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں۔ لیکن توحید کو نہ چھوڑا۔ کفار نے صحابہ کرامؓ کو ان کے ایمان سے متزلزل کرنے کے لئے ہر قسم کی سخت سے سخت تکلیف پہنچائی۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے ہر تکلیف کو بسر و چشم قبول کیا۔ لیکن دین اسلام کو نہ چھوڑا۔ حضرت خبابؓ نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہماری امداد کی دعا کیوں نہیں کرتے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ابھی سے گھبرا اٹھے ہو! سنو! تم سے اگلے موحدوں کو پکڑ کر ان کے سروں پر آرے رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔ ان کے گوشت پوست کو لوہے کی کنگھیوں سے نوچ لیا جاتا تھا۔ تو وہ پھر بھی توحید و سنت کو نہیں چھوڑتے تھے۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ نے جب توحید کو تسلیم کر کے موسیٰ علیہ السلام کے دین کو اختیار کیا۔ تو فرعون غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ اس نے بیوی کو کہا ؎

گھر دی توں بیوی ہو کے سجدہ نہ کریں گی
جان لگیں بدن وچہ میخاں توں جریں گی
وچہ حیاتی ساری تڑفدی مریں گی
تینوں چھڑانا کسے ناہیں!

کہ دیکھو' تم میری بیوی ہو۔ تمہیں میری بات ماننا پڑے گی۔ میرے سامنے جھکنا پڑے گا۔ جیسے میں کہوں' اس پر عمل کرنا پڑے گا۔ ''اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی'' میری ربوبیت کو تسلیم کرو۔ اور موسیٰ کے رب کو چھوڑ دو۔ ورنہ تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس پر حضرت آسیہؓ نے کہا۔

کہندی آسیہ میں نئیں شرک کماواں
ناں کفاراں میں نئیں دوزخ نوں جاواں
دکھ پہنچا لو جیہڑا تساں پہنچاواں
جان دی لوڑ مینوں ناہیں!

کہ اے فرعون! جو مرضی ہے کر لو۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے دین کو نہیں چھوڑوں گی۔ اس ظالم نے حضرت آسیہؓ کے سارے جسم میں لوہے کہ میخیں گاڑ دیں۔ اور کہا' کہ جب تک موسیٰ علیہ السلام کے دین کو نہ چھوڑو گی' تمہیں آزاد نہیں کیا جائے گا۔ حضرت آسیہؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

''اِذْقَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ط''

آسیہ کہندی ربا سن دعا توں
فرعون لعین کولوں مینوں جلد چھڑا توں
اپنے کول میری جگہ بنا توں
دنیاوی لوڑ مینوں نا ہیں!

کہ اے اللہ! مجھے ان ظالموں سے نجات دے کر اپنے پاس بلا لے۔ مجھے

دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت آسیہؓ نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قربان کردی۔ لیکن توحید کو نہ چھوڑا۔

یہ ہے: "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ط"

جنہوں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرلیا' دنیا کی کوئی طاقت ان کو ان کے ایمان سے ڈگمگا نہیں سکی۔ نبی علیہ السلام کے سچے محب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ کو رب کہنے کے جرم میں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت ابوفکیہہؓ کے پاؤں میں رسی باندھ کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا۔ خباب بن ارت کے سر کے بال کھینچے جاتے' گردن مروڑی جاتی' آگ کے انگاروں پہ لٹا دیا جاتا۔ زنیرہ' نہدیہ' اور ام عبیس جیسی لونڈیوں کو ان کے سنگدل آقا انتہائی وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی' تو وہ حضرت عثمانؓ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا۔ غرضیکہ صحابہ کرام تمام تکالیف کو برداشت کرتے رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہ چھوڑا۔ دو تین صحابہ کرامؓ کے واقعات میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ آپ اس سے اندازہ لگالیں۔ کہ ان کفار نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا!

حضرت ذوالبجادینؓ جن کا نام عبداللہ تھا۔ ان کے بچپن میں ان کا باپ فوت ہوگیا تھا۔ چچا نے پرورش کی۔ جب جوان ہوئے' تو چچا نے اونٹ بکریاں اور غلام دے کر ان کی مالی حالت درست کردی۔ عبداللہ نے اسلام کا نام سنا۔ تو دل میں شوق پیدا ہوا

لیکن چچا سے ڈرتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا اظہار نہ کرسکا۔ جب نبی علیہ السلام فتح مکہ سے واپس آئے۔ تو عبداللہ نے چچا سے جا کر کہا۔ چچا جان! مجھے مدت ہوگئی ہے اس بات کا انتظار کرتے ہوئے۔ کہ آپ کب مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کے دل میں ذرا بھی اسلام کی محبت پیدا نہیں ہوئی۔ مجھے اپنی زندگی پر کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ اس لئے مجھے اجازت فرمائیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ چچا نے کہا۔ عبداللہ دیکھو! اگر تم محمد کا دین قبول کرنا چاہتے ہو۔ تو میں سب کچھ چھین لوں گا۔ تیرے بدن پر چادر اور قمیض بھی باقی نہیں رہنے دونگا۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ چچا جان! میں مسلمان ضرور ہوں گا اور محمد الرسول اللہ علیہ کی اطاعت کروں گا۔ شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپ کی خواہش ہے' کر گزریئے۔ جو کچھ میرے پاس دولت ہے' سنبھال لیجئے۔ میں جانتا ہوں' ان سب چیزوں کو یہیں چھوڑ جانا ہے۔ اس لئے میں ان کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کرسکتا۔ چچا نے یہ سن کر عبداللہؓ کے کپڑے اتار لئے۔ اور مادرزاد برہنہ کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ مادرزاد برہنہ ہوکر ماں کے پاس گئے۔ ماں دیکھ کر بڑی حیران ہوئی۔ اور بولی' یہ کیا ہوا۔ تو عبداللہ نے کہا۔ کہ ماں! میں مومن اور موحد ہو چکا ہوں۔ نبی علیہ السلام کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ ستر ڈھانپنے کیلئے مہربانی کر کے کوئی کپڑا دے دیجئے' ماں نے ایک کمبل دے دیا۔ عبداللہ نے کمبل پھاڑا آدھے کا تہہ بند بنا لیا آدھا اوپر لے لیا اور مدینہ منورہ روانہ ہوگیا۔ علی الصبح مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ گیا اور دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر انتظار میں بیٹھ گیا۔ نبی ﷺ جب مسجد میں تشریف لائے' تو دیکھ کر پوچھا' تو کون ہے؟ تو کہنے لگا' میرا نام عبدالعزی ہے فقیر اور مسافر ہوں۔ طالب ہدایت ہوکر در دولت پر آ پہنچا ہوں اور اپنی ساری داستان پیش کر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا آج سے تمہارا نام عبداللہ ہے اور ذوالبجادین لقب ہے۔تم ہمارے قریب ہی مسجد میں رہا کرو۔حضرت عبداللہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے۔صفہ چبوترے کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں ایک چبوترہ تھا۔جو لوگ اپنا گھربار' مال و دولت اور آرام و آسائش چھوڑ کر دین اسلام کی تعلیم کے لئے آیا کرتے تھے۔وہ اس چبوترے پر ٹھہرا کرتے تھے۔اس لئے اصحاب صفہ کے نام سے مشہور تھے۔

حضرت عبداللہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا دن قرآن سیکھتے اور پڑھتے رہتے۔حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ کہا۔کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں اور تم اتنی بلند آواز سے پڑھ رہے ہو۔کہ دوسروں کی قرات میں خلل پڑتا ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اے عمرؓ! اسے کچھ نہ کہو۔یہ تو خدا اور رسول کیلئے سب کچھ چھوڑ آیا ہے۔

اب اس کی خوش قسمتی کا اندازہ لگایئے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کی تیاری کرنے لگے' تو یہ بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کرنے لگے۔کہ یارسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے' میں بھی راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کہ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔ جب حضرت عبداللہ چھلکا لے آئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان سے ارشاد فرمایا۔کہ یا اللہ! میں کفار پر اس کے خون کو حرام کرتا ہوں۔حضرت عبداللہؓ نے کہا۔یارسول اللہ ﷺ میں تو شہادت کا طالب ہوں! آپ ﷺ نے فرمایا۔جب جہاد کی نیت سے کوئی نکلے' اور راستے میں بخار سے مرجائے' تو وہ بھی شہید ہے۔چنانچہ مقام تبوک پر پہنچے تو بخار ہو گیا اور اسی بخار سے انتقال فرما گئے۔

حضرت بلال بن حارث مزنی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ کے دفن کی

کیفیت دیکھی ہے رات کا وقت تھا بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے۔ نبی علیہ السلام بھی اس کی قبر میں اترے۔ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ سے فرمایا۔ ''ادبا الی اخا کما'' اپنے بھائی کو ادب و احترام سے لحد میں رکھو۔ نبی ﷺ نے اسکی لحد میں اینٹیں اپنے دست مبارک سے لگائیں۔ اور پھر دفن سے فارغ ہو کر دعا میں فرمایا۔ کہ یا اللہ! آج شام تک میں اس سے راضی رہا ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔ کہ کاش اس قبر میں آج کے دن میں دفن کیا جاتا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۲۳)

آپ حضرت عبداللہ کے قصہ سے اندازہ لگائیں۔ کہ انہوں نے دین اسلام کی خاطر کتنی بڑی تکلیف برداشت کی۔ گھر بار، مال و دولت، چچا کی محبت، ماں کی الفت تک کو قربان کر دیا۔ لیکن اللہ کی توحید کو نہ چھوڑا۔ جب یہ لوگ اپنی زبان سے ایک مرتبہ ''قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہ'' کہہ دیتے تھے، تو اس پر اتنی استقامت فرماتے تھے، کہ دنیا کی کوئی طاقت بھی ان کو اس آواز توحید سے نہیں روک سکتی تھی۔

حضرت بلالؓ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب اسلام قبول کیا، تو گھر آکر کلمہ کا ورد کرنے لگے۔ مالک نے کلمہ سنا، تو آگ بگولا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ کہ بلالؓ! کیا میں تمہیں کلمہ پڑھنے کیلئے یہاں لایا تھا؟

کہندا امیہ تینوں مُل لیایا میں
بیٹھے نکے نوں اناج کھوایا میں
ہو گیا ایں مومن اج پتہ اے پایا میں
حضرت بلال اگوں آہو پکار دا

نام محمد ﷺ والا کالجے ٹھار دا

کہ ہاں امیہ! میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ امیہ نے کہا۔ کہ محمد ﷺ کے دین کو چھوڑ دو ورنہ تمہیں ختم کر دیا جائے گا۔ حضرت بلالؓ کہنے لگے۔ کہ یہ نعمت بڑی مشکل سے میں نے حاصل کی ہے۔ اب اسے چھوڑ نہیں سکتا۔

پوج پوج بت ساری عمر لنگھا لئی
رب توں بیگانے ہو کے عمر گوائی
شکر خدا دا دولت وحدت دی پائی
پڑھ لیا کلمہ دلوں احمد سردار دا
نام محمد ﷺ والا کالجے ٹھار دا

اس ظالم نے حضرت بلال کو مارنا شروع کر دیا۔ جب مار مار کر تھک جاتا۔ تو پوچھتا۔ کہ بلالؓ بتاؤ' تمہاری کیا صلاح ہے؟ حضرت بلالؓ پھر یہی کہتے' کہ اب میں اس دین کو چھوڑ نہیں سکتا۔ کافر پھر مارنا شروع کر دیتا۔ غرضیکہ مار کھاتے کھاتے بھی حضرت بلالؓ "احد احد" کے نعرے لگاتے رہتے۔ جب امیہ نے دیکھا' کہ یہ اس طرح باز نہیں آتا۔ تو اس نے پھر مختلف طریقوں سے عذاب دینا شروع کر دیا۔ گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھوں میں دے دیتا۔ کہ اسے مکہ کی پتھریلی زمین پر اس وقت تک گھسیٹتے رہنا۔ جب تک یہ محمد ﷺ کا دین نہ چھوڑے۔ "فَجَعَلُوْا يَطُوْفُوْنَ بِه شَعَابِ مَكَّةَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَحَدٌ اَحَدٌ۔" لڑکے حضرت بلالؓ کو پتھریلی زمین پر گھسیٹتے پھرتے ہیں۔ اور وہ زبان سے کلمہ شہادت پڑھتے جاتے ہیں۔

ریت تے پتھراں اتے پھرن گھسیٹ دے

بدن تے داغ پے گئے جیویں پھل چھیٹ دے
درد مند دل دیکھ اکھیں پئے میٹ دے
پر ترس نہ کھا وے ہرگز ٹولہ کفار دا
نام محمد ﷺ والا سینے نوں ٹھار دا

ایک دفعہ سخت دوپہر میں امیہ نے حضرت بلالؓ کو گرم ریت پر لٹا دیا۔ اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا' اور کہا:

"لَا وَاللّٰهِ لَاتَزَالُ هٰكَذَا حَتّٰى تَمُوْتَ اَوْتَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ وَتَعْبُدُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى۔"

یعنی خدا کی قسم! یہ صورت اسی طرح رہے گی۔ یہاں تک کہ تو مر جائے' یا تو محمد ﷺ کا انکار کر دے' اور لات وعزیٰ کی عبادت کرے۔ (طبقات ابن سعد جلد ثالث صفحہ ۲۳۲)

لیکن اس کے باوجود حضرت بلالؓ 'احد احد' پکارتے رہے' کسی نے کہا' کہ اے بلالؓ! نیچے گرم ریت اور بھاری پتھر تمہیں کیسے معلوم ہو رہے ہیں؟ تو حضرت بلالؓ نے کہا:

کہے بلالؓ ایہہ سینے پتھر پھل گلاب دیندا
واہ واہ پیار محمد ﷺ والا لوں لوں لذتاں دیندا

کہ اے ظالموں! جو مرضی کرلو۔ جتنی مرضی تکلیفیں دے لو۔ جتنا مرضی مارلو۔ لیکن جو توحیدی رنگ اب چڑھ گیا ہے۔ یہ کبھی بھی نہیں اترے گا۔ نبی علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ بلالؓ کو بڑی سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں۔ تو حضرت ابوبکر

صدیق سے فرمایا۔

"لَوْكَانَ عِنْدَنَامَالٌ اشْتَرَيْنَابِلَالاً۔" (نصرت الباری)

اگر ہمارے پاس مال ہوتا' تو ہم بلالؓ کو خرید لیتے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق "حضرت بلالؓ کو خریدنے گئے۔ تو دیکھا۔ کہ کفار نے ان کو پتھروں کے نیچے دبا رکھا ہے۔ اور سزائیں دے رہے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے امیہ سے کہا۔ اس مسکین کے بارے میں تو خدا سے ڈر۔ کب تک اس کو تکلیفیں دیتا رہے گا۔ امیہ بولا۔ کہ اس کو تم نے ہی بگاڑا ہے' اور تم ہی اسے سزا سے چھڑاؤ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا۔ کہ میرے پاس ایک غلام ہے۔ جو اس سے زیادہ پھرتیلا اور بہت زیادہ کام کرنے والا ہے۔ اور تیرے دین پر پکا ہے۔ اس کے بدلہ میں تجھے میں وہ دے دوں گا۔ امیہ نے کہا' مجھے وہ منظور ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا غلام امیہ کو دیکر حضرت بلالؓ کو آزاد کرادیا۔

یہ تھا صحابہؓ کا ایمان کہ ان کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے دردناک مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن وہ پھر بھی دین اسلام سے نہ پھرے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا۔ کہ ان نفوس قدسیہ پر کفار کے ظلم و ستم راحت کا سامان بنجاتے تھے۔

مصیبت عین راحت ہے اگر ہو محبت صادق
کوئی پروانے سے پوچھے کہ جلنے میں مزا کیا ہے!

آج ہم بھی ہیں۔ کہ زبان سے "رَبُّنَا اللّٰه" کا اقرار کیا ہوا ہے۔ اور تھوڑی سی تکلیف فی سبیل اللہ گوارا نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی تکلیف آ جائے' تو ایمان تک

قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ان صحابہ کرامؓ کے واقعات میں ہمارے لئے سبق ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے راستے میں دین اسلام کی خاطر جان بھی دینی پڑ جائے تو دے دینی چاہیے۔

جنگ احد کے بعد کافروں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور مارنے کی مختلف تدبیریں شروع کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے عضل اور قارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ میں نبی ﷺ کے پاس بھیجا کہ جناب ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں۔ اسلئے ہمارے ساتھ کچھ معلم روانہ کر دیجئے۔ جو وہاں پہنچ کر اپنی وعظ نصیحت سے گمراہوں کو راہ راست پر لانے کا موجب بن سکیں۔ نبی علیہ السلام نے ان کے ساتھ دس صحابہؓ کو بھیج دیا۔ جن کا امیر حضرت عاصمؓ بن ثابت کو مقرر کیا۔ یہ کفار کا مکر و فریب تھا۔ وہ اس طریقے سے مسلمانوں کو زد میں لا کر زندہ گرفتار یا شہید کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ پاکباز گروہ مدینہ منورہ سے چل پڑا۔ راستے میں ایک مقام 'بطن رجیع'' میں یہ لوگ کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے ٹھہرے۔ اچانک کفار کے دوسو آدمی مسلح ہو کر اپنے پروگرام کے مطابق وہاں پہنچ گئے۔ صحابہ کرامؓ نے جب یہ صورت دیکھی۔ تو ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ کفار نے اس پہاڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ لیکن اوپر چڑھنے سے پس و پیش کرتے تھے۔ ان میں سے سفیان ہنری نے آواز دی کہ اگر تم پہاڑی سے اتر آؤ تو ہم پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں امان دے دیں گے۔ ساتھ ہی کہہ دیا کہ صرف تمہاری وجہ سے کچھ روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عاصمؓ نے جواب دیا کہ مجھے تمہارے قول و قرار کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی تمہاری ذمہ داری منظور ہے۔ ہم تمہارے ساتھ

مقابلہ کریں گے اور اپنے آپ کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔

مراد زندگی مقتل میں آنے ہی سے متعلق ہے
حیات دائمی گردن کٹانے ہی سے ملتی ہے

چنانچہ صحابہ کرامؓ اللہ کا نام لے کر مقابلہ کیلئے تیار ہو گئے۔ اور پھر کفار کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آٹھ صحابہ کرامؓ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ جن میں ان کے امیر حضرت عاصمؓ بن ثابت بھی تھے۔ حضرت عاصمؓ کو اپنی شہادت کا جب یقین ہوا۔ تو اس وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ کہ یا اللہ! شروع میں میں نے تیرے دین کی حمایت کی۔ اب آخر وقت میں تو میرے جسم کی حفاظت کر یعنی ان کافروں کے ناپاک ہاتھ میرے جسم کو نہ لگنے پائیں۔ اتنے میں کافروں نے تیروں کی بارش شروع کر دی۔ جس سے حضرت عاصمؓ شہید ہو گئے۔ اب کفار نے چاہا کہ حضرت عاصمؓ کا سر تن سے جدا کر کے بنت سعد کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ کیونکہ حضرت عاصمؓ نے جنگ احد میں اس کے لڑکے کو قتل کیا تھا اور اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ میں حضرت عاصمؓ کے سر کی کھوپڑی کا پیالہ بنا کر اس میں شراب پیوں گی۔ چونکہ حضرت عاصمؓ کی دعا قبول ہو چکی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کے جسم کی حفاظت کے لئے شہد کی مکھیوں کا ایک بہت بڑا جھنڈ بھیج دیا۔ جس نے آتے ہی حضرت عاصمؓ کی لاش کو گھیر لیا۔ اور اس طرح کافر آپ کا سر تن سے جدا کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ پھر آسمان پر یکایک سیاہ بادل چھا گئے۔ جن سے خوب موسلا دھار بارش ہوئی۔ جو حضرت عاصمؓ کی لاش کو بہا کر جنت کی طرف لے گئی۔

اب حضرت زیدؓ اور حضرت خبیبؓ باقی رہ گئے کافروں نے ان کو گرفتار کرلیا اور مکہ میں حارث بن عامر کے بیٹوں کے ہاتھ حضرت خبیبؓ کو فروخت کردیا تاکہ وہ ان کو اپنے باپ کے قصاص میں قتل کردیں۔ کیونکہ حضرت خبیبؓ نے جنگ بدر میں ان کے باپ کو قتل کیا تھا۔ حضرت زیدؓ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا۔ کافروں نے ان کو لے جا کر علیحدہ علیحدہ قید کردیا اور کہا' کہ اگر تم محمد ﷺ کے دین کو چھوڑ دو تو یہ نہ صرف تم کو چھوڑ دیں گے۔ بلکہ مال و دولت سے بھی مالا مال کردینگے۔ یہ کہنے لگے' کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ آخر کفار نے ان کے قتل کی تاریخ مقرر کردی اور منادی کرادی کہ وہ لوگ جن کا کوئی مقرب عزیز مسلمانوں نے مارا ہے بدلہ لینے کے لئے قتل گاہ میں پہنچ جائے۔ تاکہ ان مسلمانوں سے بدلہ لیا جاسکے اور تاکید کردی گئی کہ ہرکوئی اپنا ہتھیار ساتھ لیتا آئے۔ یہ اعلان سن کر ایک عورت حضرت خبیبؓ کے پاس آئی اور کہا کہ تمہارے قتل کی منادی کردی گئی ہے۔ اگر تمہاری کوئی خواہش ہو' تو مجھے بتلاؤ۔ میں پوری کئے دیتی ہوں۔

کہا گر کوئی خواہش ہو اے مرد خدا تیری
کوئی پینے کی شے ہو' یا پسندیدہ غذا تیری
بیاں کر مجھ سے میں فوراً مہیا کرکے لاؤں گی
جو کھانا ہو کھلاؤں گی' جو پینا ہو پلاؤں گی!

حضرت خبیبؓ فرمانے لگے۔

کہا مجھ کو کسی شے کی نہ رغبت ہے نہ عادت ہے

فقط حب نبی ﷺ کا ذوق ہے شوق عبادت ہے
مگر تسلیم جاں کے واسطے لازم ہے تیاری
مدد تھوڑی سی تو بھی کر جو ہو شوق مدد گاری
مجھے حاجت ہے بغلیں صاف کرنے کی نہانے کی
اگر اک استرا مل جائے سمجھوں گا اسے نیکی

یعنی مجھے ایک استرے کی ضرورت ہے۔تاکہ میں اپنی حجامت ٹھیک کرلوں۔عورت نے کہا۔کہ استرہ بھی کیا چیز ہے۔ابھی بھیج دیتی ہوں۔چنانچہ اس نے اپنے بچے کے ہاتھ استرہ دے کر حضرت خبیبؓ کے پاس بھیجا۔ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی۔کہ عورت کے دل میں خیال آیا۔کہ کہیں میرے بچے کو قیدی قتل ہی نہ کردے۔یہ سوچ کر حضرت خبیبؓ کے پاس دوڑی ہوئی آئی۔دیکھا کہ اس نے بچے کو زانو پر بٹھایا ہوا ہے۔اور بچہ اس کے ساتھ توتلی زبان میں باتیں کررہا ہے۔عورت نے حضرت خبیبؓ کو بتایا کہ میرے دل میں خیال آیا تھا۔کہ کہیں تم میرے بچے کو قتل ہی نہ کردو۔اس پر حضرت خبیبؓ نے کہا۔

مسلماں ہو اور خونخواری کرے یہ ہو نہیں سکتا
خدا کا بندہ غداری کرے یہ ہو نہیں سکتا
مسلمانوں سے ایسا ظلم سر زد ہو نہیں سکتا
خدا کو ماننے والا کبھی بد ہو نہیں سکتا

یعنی مسلمان کبھی بھی ظلم نہیں کرسکتا۔چنانچہ وقت مقررہ پر دونوں ساتھیوں کو قتل

گاہ میں صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ اور کہا۔ آج اگر تم اسلام کو چھوڑ دو' تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔

اگر تم آج بھی توبہ کرو اسلام کو چھوڑو!
محمد ﷺ اور اس کے ماننے والوں سے منہ موڑو!
تو ہم تم کو رہا فرمائیں گے خوش حال کر دینگے
تمہیں بخشیں گے وہ دولت کہ مالا مال کر دینگے
نہ مانو گے تو پھر دونوں کو سولی پر چڑھائیں گے
محمد ﷺ کی رفاقت کا مزا تم کو چکھائیں گے
نری سولی نہیں' تم کو اذیت دے کر مارینگے!
تمہی دونوں پہ ساری قوم کا غصہ اتاریں گے

حضرت خبیبؓ فرمانے لگے' کہ اے کافرو! ہمیں دولت اور رہائی کا لالچ دیتے ہو۔ تو سنو۔

اگر قارون کی دولت زمانے بھر کا مال و زر!
ہمیں اسلام کے بدلے ملے ہم تھوک دیں اس پر!
دو روزہ فانی عزت و اقبال کیا شے ہے؟
یہ زر یہ زندگانی اور جاہ و مال کیا شے ہے
محمد ﷺ سے نہ پلٹیں گے ملے ہم کو خدائی بھی!
بغیر اسلام کے ہم کو جہنم ہے رہائی بھی!

یعنی جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے؟ آخر جب کافر آپ کو شہید کرنے پر تیار ہو گئے تو کہنے لگے کہ تمہاری کوئی تمنا ہو تو بیان کرو۔ حضرت خبیبؓ نے فرمایا۔ کہ دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ مہلت دے دی گئی اور آپ نے نماز ادا کی۔ پھر فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ نماز میں زیادہ وقت صرف کروں۔ مگر سوچا کہ تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ موت کے ڈر سے نماز میں زیادہ وقت صرف کر رہا ہے۔ اس بات سے آپ ذرا اندازہ لگایئے کہ دشمنوں نے سولی لٹکا رکھی ہے۔ کوئی دوست یار نہیں ہے موت قریب ہے اور کہہ رہے ہیں دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ مطلب یہ تھا کہ میری روح بھی نماز کے اختتام پر پرواز ہو۔ آج جیسا اگر کوئی مسلمان ہوتا۔ تو کسی کے ملنے کی یا کوئی چیز کھانے پینے کی تمنا کرتا۔ چند سال ہوئے۔ ایک نوجوان کو پھانسی دیتے وقت پوچھا۔ کہ تمہاری کوئی آرزو ہو بیان کرو۔ تو وہ کہنے لگا کہ آخری ٹائم مجھے فلاں فلم کا گانا سنا دو! یہ ہماری تمنائیں ہیں۔ مگر حضرت خبیبؓ یاد خدا میں مصروف ہیں۔ آخر سنگدلوں نے آپؓ کو سولی پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ ان کے جسم کے ایک ایک حصہ پر چرکے لگاؤ! ''اللہ اکبر!'' ان کا دل اسلام پر کتنا پختہ تھا۔ ان کو دین حق پر کتنی استقامت تھی۔ ان کو ہمیشہ کی نجات اور خدا کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا کہ ان تمام تکالیف اور اذیتوں کو برداشت کرتے ہوئے بھی اُف تک نہ کی۔ ایک سخت دل نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جگر کو نیزے کی انی چبھوتے ہوئے کہا۔ کیوں اب تو تم بھی چاہتے ہو گے کہ میں یہاں سے رہائی پا جاؤں۔ اور میری جگہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہاں پھنس جائے۔ اس پر حضرت

خبیبؓ نے نہایت جوش سے جواب دیا۔

ارے او بے وقوف لذت ایمان سے بیگانے
محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی محبت کو تو کیا جانے؟
کہاں برداشت دیکھی تو نے شیدائے محمد ﷺ کی
خلش برداشت کرسکتا نہیں پائے محمد ﷺ کی
تیری باتوں پہ اب میں کان ہرگز دھر نہیں سکتا
تیری بکواس کو سننا گوارا کر نہیں سکتا
بس اب خاموش ہو جا بند کر قیل و قال اپنی
اذیت دے مجھے یا قتل کر حسرت نکال اپنی

بس خدا کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ میری جان بچ جانے کے عوض نبی ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے۔ پھر اس پروانہ شمع رسالت نے مقتل اور اور تماشائیوں کے ہجوم میں سولی پر لٹکتے ہوئے حسب ذیل فی البدیہہ اشعار کہے۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبواء
قبائلهم واستجمعوا کل مجمع
وکلهم مبدی العداوة جاهد
علیّ لانی فی وثاقی بمضیع
وقد جمعوا ابناء هم ونساء هم
وقربت من جزع طویل ممنع

وقد خیّرانی الکفر والموت دونه
وهملت عَینانی من غیر مجزع
فلست اُبالی حین اُقتل مسلما
عَلیٰ اَیِّ شِقٍ کانَ لِلّٰهِ مصرعی
وَذٰلِکَ فِی ذَاتِ الاِلٰهِ وَاِنْ یَّشَاءْ
یُبَارِکْ عَلیٰ اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٍ

گروہ درگروہ میرے چاروں طرف جمع ہو گئے ہیں اورانہوں نے بہت سی جماعتوں کو بلالیا ہے۔یہ سب میرے دشمن اورعداوت ظاہر کرنے والے ہیں۔ اور میں اس مہلک جگہ بندھا ہوا ہوں۔انہوں نے اپنے بیٹوں اورعورتوں کو بھی جمع کیا ہوا ہے اور مجھے ایک اونچی مضبوط لکڑی کے پاس لے آئے ہیں کہتے ہیں کفر اختیار کر تا کہ تجھے رہائی مل جائے۔مگر اس سے تو موت میرے لئے بہت آسان ہے۔میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں مگر میں روتا چلاتا نہیں ہوں۔میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا نہ رووں چلاؤں گا۔کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں' خدا کی قسم! جب میں خدا کی راہ میں جان دے رہا ہوں۔تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں کس پہلو پر گرتا ہوں اور کیونکر جان دیتا ہوں۔سب سے آخر میں یہ دعا کی:

"اَللّٰهُمَّ بَلَّغْنَارِسَالَةَرَسُوْلِکَ فَبَلِّغْه' مَایَصْنَعُ بِنَا۔"

کہ اے اللہ ہم نے تیرے رسول کے احکام ان لوگوں تک پہنچا دیئے۔اب

تو ہمارے رسول کو ہمارے حال کی اور ان کے کارناموں کی خبر فرما دے۔ اس کے بعد آپ نے جام شہادت نوش فرمالیا۔

دوستو اور بزرگو! دیکھا آپ نے ان لوگوں کا ایمان کہ کس طرح اپنی جانیں راہ خدا میں قربان کر دیں۔ اسلام اور دامن رسول کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔"

کہ جن لوگوں نے سچے دل کے ساتھ کہہ دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر کفار کے ہر قسم کے ظلم وستم سہنے کے باوجود بھی ڈٹے رہے ان کو دنیا و آخرت میں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ اور یہی لوگ جنتی ہیں۔ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ اور ان کے بہنوئی کا واقعہ بھی سننے کے قابل ہے کہ جب یہ اور ان کے خاوند حضرت سعید بن زیدؓ مسلمان ہوئے، تو حضرت خبابؓ بن ارت ان کو گھر آ کر قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ مگر اس بات کا حضرت عمر کو ابھی تک علم نہیں ہوا تھا۔ ہوا یہ ایک دن حضرت عمرؓ تلوار لیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے تو راستے میں حضرت نعیمؓ بن عبداللہ ملے۔ حضرت نعیمؓ نے جب دیکھا کہ ہاتھ میں تلوار ہے تو پوچھا "اَیْنَ تُرِیْدُ یَاعُمَرُ" عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے کہا، کہ "اُرِیْدُ مُحَمَّدً" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل

کرنے کیلئے جارہا ہوں' کیونکہ وہ ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اس نے ہماری وحدت کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ حضرت نعیمؓ نے کہا کہ عمر تو فریب نفس میں مبتلا ہے۔ جب تو محمد ﷺ کو قتل کردے گا تو کیا عبد مناف تجھے زمین پر چلتا پھرتا چھوڑ دیں گے۔ کیا تو اپنے اہل بیت کو نہیں دیکھتا کہ وہ بھی مسلمان ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کون سے میرے اہل بیت۔ کہا تیرا بہنوئی سعیدؓ بن زید اور تیری بہن فاطمہؓ یہ سن کر حضرت عمرؓ بڑے غصے میں بہن کے گھر آئے اور کہنے لگے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ مسلمان ہوگئے ہو۔ یہ کہہ کر اپنے بہنوئی حضرت سعیدؓ بن زید کو سختی سے پکڑ لیا اور مارنے لگے' اس پر آپ کی بہن حضرت فاطمہؓ اٹھیں تا کہ اپنے خاوند کو اپنے بھائی سے بچائیں تو حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کو بھی اتنا مارا کہ ان کا سر پھٹ گیا اور سارا چہرہ لہولہان ہوگیا۔

''فَضَرَبَهَا فَشَجَّهَا فَلَمَّافَعَلَ ذَالِکَ قَالَتْ لَهٗ' اُخْتُهٗ' وخَتَنُهٗ' نَعَم قَد اَسْلَمْنَاوَاٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ فَاصْنَع مَابَدَاءَ لَکَ۔'' (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲٦۷)

جب حضرت عمرؓ ظلم و ستم کر چکے تو ان کے بہنوئی اور بہن نے کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں۔ اب آپ جو مرضی کرلیں۔ اسلام ہمارے دل سے نہیں نکل سکتا۔ ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر بڑا اثر کیا۔ بہن کا لہولہان چہرہ دیکھ کر جسم پر رقت طاری ہوگئی۔ اور شرمندہ ہو کر کہنے لگے۔ کہ ذرا وہ کتاب جسے تم لوگ پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔ میں بھی اسے پڑھ کر دیکھوں۔

"اللہ اکبر" یہ ایمان اور دین پر استقامت۔ کہ مارنے والے مار مار کر تھک گئے مگر مار کھانے والے اور لہولہان ہونے والے اور خون میں نہا جانے والے دین حق سے ذرہ بھر بھی نہ پھرے۔ بہن نے کہا تم ناپاک ہو جس وقت تک غسل نہ کرو گے اس وقت تک میں تمہیں نہیں دکھاؤں گی۔

ایہہ پاک کتاب کھلی پاک رحمان نے
چھوہن نہ اسنوں جو ناپاک انسان نے
غسل فرماؤ جے کر لینا قرآن جے
ایویں میں دیواں ہر گز ناہیں

حضرت عمرؓ نے غسل کیا۔ پھر بہن نے قرآن پاک آگے لا کر رکھ دیا۔

جب حضرت عمرؓ نے قرآن پاک کو کھولا تو "سورۃ حدید" نکل آئی (بعض روایات میں سورۃ طٰہٰ کا ذکر ہے) پڑھنا شروع کیا۔ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" بسم اللہ پڑھتے ہی جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد پڑھا۔

"سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔"

خوب غور سے پڑھ رہے تھے اور ایک ایک لفظ پر دل مرغوب ہوتا جا رہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچے۔ "اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" تو بے

اختیار پکار اٹھے۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔"

کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی نے اپنے آپ کو زخمی کروالیا۔ لیکن اسلام کو نہ چھوڑا اور یہی انکی استقامت حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا سبب بنی۔ ہمیں بھی دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین حقہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آٹھواں وعظ
سیرت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَالْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ

بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ ط

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوْا

اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا." (پ۲۱ سورۃ احزاب)

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ ہیں۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت خدا کو یاد کرتا ہے۔

دوستو اور بزرگو! السلام علیکم!

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ سیرت النبی ﷺ

یہ آیت جو آج میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی مقدس سیرت کو بیان فرمایا ہے۔ کہ میرے نبی کی زندگی اور سیرت تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا میں آج تک کوئی شخصیت ایسی پیدا نہیں ہوئی۔ جس کی ساری کی ساری زندگی تمام نوع انسانی کیلئے ایک مکمل لائحہ عمل اور ضابطہ حیات ہو۔ سوائے نبی پاک ﷺ کے۔ کیونکہ آپ ہی وہ فرد کامل ہیں۔ جو انسانی زندگی کے لئے مکمل لائحہ عمل بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے بڑے بڑے رسول اور نبی معبوث فرمائے۔ بعض امتوں میں گورو اور مہاتما بھی

آ ئے مگر کسی قوم کا ہادی اور کسی قوم کا پیشوا ایسا نہیں ہوا جو انسانی زندگی کا ایک مکمل لائحہ عمل ان کے سامنے رکھ سکے اور اپنی زندگی کو امت اور قوم کے تمام افراد کے لئے بطور نمونہ پیش کر سکے یہ فخر اگر کسی کو حاصل ہے تو وہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ جو تمام دنیا کے لئے رہبر اور ہادی بن کر آئے ہیں اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

"وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔"

کہ ہم نے تجھے تمام دنیا کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اسی لئے یہ فرمایا کہ:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔"

کہ یہ رسول تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

اس کی سیرت سے تم ہر قسم کے سبق حاصل کر سکتے ہو۔ اور دین کے سوا دنیا میں بھی کامیاب ہو سکتے ہو' آج دنیا کا کوئی عقل مند مورخ یا مصنف جب کسی کی زندگی کے حالات لکھنے کے لئے قلم اٹھائے گا۔ تو اس کی زندگی کے تین حصے کر لے گا بچپن' جوانی اور بڑھاپا۔ پھر نمبر وار اس کی زندگی کے ہر حصے پر روشنی ڈالے گا۔ لیکن یاد رکھو! کسی کی بچپن کی زندگی داغدار ہو گی' کسی کی جوانی مجموعہ نقائص ہو گی اور کسی کا بڑھاپا گناہوں اور غلطیوں کا منبع ہو گا۔ مگر جب ہم محمد رسول ﷺ کی زندگی کے یہ تینوں حصے اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ تو ہمیں آپ کی بچپن کی زندگی بھی لاجواب اور بے عیب نظر آتی ہے۔ جوانی کی زندگی بھی بے مثال اور بڑھاپے کی زندگی بھی بے عیب نظر آتی ہے۔ اپنے تو درکنار دشمن بھی نبی پاک ﷺ کی زندگی کے کسی حصہ پر الزام عائد کرنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ میں آپ کے سامنے آپ کی زندگی کے ان

تینوں حصوں پر تھوڑی بہت روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا کہ آپ کا بچپن بھی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ جوانی بھی بہترین نمونہ ہے اور بڑھاپا بھی بہترین نمونہ ہے۔ ہم اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کریں جس طرح نبی پاک ﷺ کے بچپن کی زندگی سے ہمیں سبق ملتا ہے۔ اور اپنی جوانی میں اپنے کریکٹر اور کردار کو اس منہج پر استوار کریں۔ جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کی زندگی ہے اور اپنے بڑھاپے میں اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کریں۔ جو آپ کی سنت کے عین مطابق ہوں۔

آپ ﷺ ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بمطابق ۱ عام الفیل ۹ ربیع الاول بروز سوموار طلوع آفتاب سے قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش میں بعض مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ کسی نے ۸ ربیع الاول اور کسی نے ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔ مگر سوموار کے دن پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ سوموار کے دن پیدا ہوئے تھے۔ جب حساب لگایا جاتا ہے۔ تو سوموار کا دن ۹ ربیع الاول کے سوا اور کسی تاریخ کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لئے لامحالہ آپ کی صحیح تاریخ پیدائش ۹ ربیع الاول ہی ہو سکتی ہے۔ ہندوستان کے مایہ ناز مورخ اور سیرت النبی کے مشہور مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوریؒ نے بڑی تحقیق کے بعد اور تمام سنین مروجہ کا مقابلہ کر کے ۹ ربیع الاول کو ہی ترجیح دی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ یہی تاریخ صحیح ہے۔

تو خیر آپ کی پیدائش اور اس دنیا میں تشریف آوری ہم پر خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان اور نعمت ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے۔

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ۔"

کہ اے مسلمانو! میں نے تم پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کہ تم میں سے ہی ایک رسول بھیجا جو تمہیں میری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے جب کہ تم اس سے پہلے صریحاً گمراہی میں تھے۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ کی ہم پر بے شمار نعمتیں ہیں۔ "وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" جن کا شمار مشکل ہے۔ اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اس کی ایک ایک نعمت اتنی قیمتی ہے۔ کہ ہزاروں اور لاکھوں روپیہ خرچ کرنے پر بھی اس جیسی نعمت نہیں مل سکتی۔ مگر آپ سارا قرآن مجید پڑھ لیں۔ آپ کو کسی جگہ بھی یہ نہیں ملے گا۔ کہ کسی جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی نعمت کو لفظ احسان کے ساتھ جتلایا ہو کہ میں نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تمہیں تندرستی عطا فرمائی ہے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تمہیں روزی دی ہے۔ تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تم کو دو ہاتھ، دو کان اور دو آنکھیں دیں، دو ٹانگیں دیں۔ قرآن پاک میں کسی نعمت کو بھی اللہ تعالیٰ نے لفظ احسان کے ساتھ نہیں جتایا۔ اگر کسی نعمت کو جتایا ہے۔ تو وہ صرف محمد رسول ﷺ کا درود مسعود ہے کہ میں نے تم پر اپنا بہت بڑا احسان کیا ہے کہ تمہاری ہدایت کیلئے اپنا خاص الخاص پیغمبر حضرت محمد ﷺ مبعوث فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ کا ہم میں تشریف لانا دنیا کی باقی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔

سا تو یہاں تک عرض کر رہا تھا۔ کہ آپ ۹ ربیع الاول بروز سوموار مکہ مکرمہ میں طلوع آفتاب سے قبل پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش پر آپ کے سب رشتہ داروں کو بہت خوشی ہوئی آپ کے والد محترم آپ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ مگر آپ کے [illegible]

دادا موجود تھے۔ جو خوشی سے جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے۔ آپ کے چچا ابولہب کو جب اس کی لونڈی ثوبیہ نے آپ کی ولادت کی خبر سنائی تو وہ اتنا خوش ہوا۔ کہ اسی وقت اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے جب خبر سنی تو فوراً گھر آئے اور آپ کو اٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گئے۔ طواف کر کے دعا مانگی اور گھر واپس آ گئے پھر ساتویں دن قربانی کی۔ تمام برادری کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ بچے کا نام کیا رکھا ہے۔ تو دادا نے کہا میں نے اس بچے کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا ہے۔ دادا نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے اس بچے کا جو بھی نام لے۔ اس کے منہ سے بے ساختہ اس کی تعریف نکلے۔ اس لئے میں نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔

آپ ذرا! دادا کے مقرر کردہ نام پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ وہ کس زمانہ میں اور کس ماحول میں یہ نام تجویز کر رہا ہے۔ جب کہ لوگ اپنے بچوں کا نام عبدالعزیٰ اور عبدالشمس وغیرہ رکھتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کا نام خدا تعالیٰ کی طرف سے دادا کے ذریعہ سے محمد ﷺ رکھوایا جا رہا ہے۔ اور پھر لطف کی بات یہ ہے جو شخص بھی آپ کا نام لے گا۔ اس کے منہ سے بے ساختہ آپ کی تعریف ہی نکلے گی۔ اور اس کے دونوں ہونٹ آپ کا نام لینے سے فرط انبساط سے آپس میں معانقہ کریں گے۔ کسی نے کیا ہی خوب لکھا ہے۔

نام محمد ایڈا پیارا جد عاشق موہنوں الا وے
اک لب دوجے لب دے تائیں گھٹ گھٹ جپھیاں پاوے

جے نہیں اعتبار محمد آکھے تے آزما وے
صلی اللہ علیہ وسلم تے صفت نہ کیتی جا وے

تو خیر شروع شروع میں چند روز آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا پھر چند دن گزرنے کے بعد مکہ کے دستور کے مطابق آپ کو دودھ پلانے کے لئے ایک دائی حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کر دیا گیا۔ حلیمہ سعدیہؓ کا اپنا بیان ہے کہ جب حضور ﷺ کو یتیم سمجھ کر کسی دائیہ نے دودھ پلانے کے لئے نہ لیا کہ اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تو میرے ذہن میں بھی یہ خیال آیا۔ میں نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا تو اس نے کہا حلیمہ اس بچہ کو لے لو۔ شاید یہی بچہ ہمارے لئے باعث رحمت ہو۔ چنانچہ میں نے آپ کو اٹھا لیا میں ایک غریب عورت تھی اور میری سواری کا جانور بھی دوسری عورتوں کی سواریوں سے کمزور تھا اور سفر میں پیچھے پیچھے رہا کرتا تھا۔ مگر جب میں آپ کو لے کر روانہ ہوئی۔ تو میری سواری سب سے آگے نکل گئی۔ اس وقت مجھے یقین ہوگیا۔ کہ یہ بچہ ضرور کوئی چیز ہوگا۔ فرماتی ہیں کہ میں آپ کو لے کر جب گھر پہنچی تو آپ کی وجہ سے میرا گھر برکات الٰہی سے معمور ہوگیا۔ میری چھاتی میں دودھ آتا ہی نہ تھا۔ اور اگر آتا تھا بھی تو بہت کم حتی کہ میرا بیٹا بھی پیٹ بھر دودھ نہیں پی سکتا تھا نہ رات کو سوتا تھا اور نہ ہی سونے دیتا تھا۔ مگر جب میں آپ کو گھر لائی اور اپنا دودھ آپ کے منہ مبارک میں پلانے کیلئے ڈالا۔ تو میری چھاتی میں اتنا دودھ پیدا ہوگیا کہ میرے بچے نے بھی اس دن پیٹ بھر کر دودھ پیا اور پھر اس رات ایسا مزے سے سویا کہ اس طرح کبھی میٹھی نیند سویا ہی نہ تھا۔ نیز ہماری بکریاں بڑی لاغر اور دبلی تھیں۔ جن سے تھوڑا بہت دودھ دوھ کر اپنا اور اپنے بچوں کا گزارہ کیا کرتے تھے۔ مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہماری بکریوں کے

تھن بھی خلاف معمول دودھ سے بھر گئے اور ہم سیر ہو کر دودھ پینے لگے۔ غرضیکہ آپ کا ہمارے گھر میں آنا ہمارے لئے بہت ہی سودمند ثابت ہوا۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ کہ جب آپ نے ذرا ہوش سنبھالا تو آپ اپنے دوسرے رضاعی بھائیوں کے ساتھ مل کر بکریوں کا ریوڑ چرانے چلے جاتے تھے۔ ایک دن دوپہر کے وقت آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اماں جان جلدی چلئے۔ ہمارے مکی بھائی محمد ﷺ کو دو آدمیوں نے جنگل میں شہید کر ڈالا ہے۔ یہ وحشت ناک خبر سنتے ہی میری جان پر بن گئی۔ بدحواس ہو کر دوڑی میرے ساتھ میرے قبیلے کے لوگ بھی بے قرار ہو کر بھاگے۔ جب ہم جنگل میں پہنچے۔ تو دور سے دیکھا کہ آپ تندرست مگر حیران کھڑے ہیں۔ جب ہم آپکے قریب پہنچے تو آپ سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے دوڑ کر آپ کو گلے لگا لیا اور پوچھا کیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا دو شخص آسمان سے اتر کر میرے پاس آئے' جو سبز لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے مجھ کو لے کر آہستہ سے زمین پر لٹا دیا۔ اور میرا پیٹ چاک کر کے کچھ نکال کر دھویا خبر نہیں کیا تھا۔ پھر اسی طرح سینے میں رکھ کر ٹانکے لگا دیئے اور مجھے کھڑا کر کے خود چلے گئے۔ حضرت حلیمہ کہتی ہے کہ مجھے لوگوں نے کہا کہ یہ آسیب کا خلل معلوم ہوتا ہے۔ لہذا اسے کسی معالج کاہن کو دکھاؤ اور اس کا علاج کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بیماری بڑھ جائے اور پھر علاج میں مشکل پیش آئے۔ چنانچہ حضرت حلیمہ آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئیں۔ جب کاہن نے آپ کا چہرہ انور دیکھا تو گھبرا گیا۔ پھر جب آپ کی زبان مبارک سے مذکورہ واقعہ سنا تو ٹپٹا گیا اور فوراً آپ کا ہاتھ پکڑ کر چلا اٹھا کہ لوگو! دوڑو دوڑو اور اس لڑکے کو قتل کر ڈالو ورنہ یہ بڑا ہنگامہ برپا کرے گا اور ملک

میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دے گا۔تمہارے بزرگوں کو بے عقل، معبودوں کو پتھر اور تمہارے دین کو برا کہے گا اور ایک نئے خدا کو پوجنے کی ترغیب دے گا۔حضرت حلیمہؓ یہ باتیں سن کر حیران اور غصہ سے لال پیلی ہوگئیں اور بولیں ظالم تو غارت ہو۔خدا تجھے ہلاک کرے۔ دور ہو اور چھوڑ دے بچے کو۔یہ کہہ کر کاہن کا ہاتھ جھٹک دیا۔اور آپ کو لے کر گھر آ گئیں۔

یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔حضرت حلیمہؓ جو پہلے بھی اس قسم کے کئی واقعات دیکھ چکی تھی۔سمجھ گئی کہ یہ بچہ کوئی بلند اقبال بچہ ہوگا۔اس لئے اور بھی آپ کی زیادہ خاطر مدارت کرنے لگی۔حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں۔کہ بچپن میں آپؐ دوسرے بچوں کی طرح شریر نہ تھے نہ بچوں کی طرح گالیاں دیتے تھے، نہ فضول کھیل کود میں رہتے تھے، نہ لڑتے جھگڑتے تھے، نہ گانا گاتے تھے نہ ہی سنتے تھے اور نہ ہی کبھی ایسی مجلس میں جانا پسند کرتے تھے۔حالانکہ یہ تمام چیزیں اس وقت عرب کے بچوں کی گھٹی میں داخل تھیں۔مولانا علی محمد صاحب صمصامؒ نے اس کو اپنے لفظوں میں اس طرح بیان کیا ہے:

نہ گڈی پتنگاں غبارے لفافے میں صدقے کدے نہ کبوتر اڑائے
نہ مٹی اڑائی نہ کنڈے کھلارے نہ رولا رپا نہ روڑے چلائے
نہ تتر بٹیرے بلبل چکوراں نہ بجڑے نہ کتے نہ ککڑ لڑائے
نہ دن ویلے سرمہ نہ شوکت نہ شاناں ننگے بدن ہوئے نہ بودے رکھائے

مورخین نے آپ کی بچپن کی زندگی کا ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے۔کہ آپ جب اپنی پانچ سال بدوی زندگی بسر کرنے کے بعد اپنی والدہ کے پاس

شہر میں آ گئے ۔تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپکی والدہ کا سایہ بھی آپ کے سر سے اٹھ گیا۔تو آپکو آپکے دادا عبدالمطلب نے اپنے پاس رکھ لیا عبدالمطلب کو بھی آپ کے پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے آپ سے بہت محبت تھی ۔گواس کے اور بھی بہت سے پوتے تھے مگر وہ آپ کو ہی زیادہ چاہتا تھا۔اور بیت اللہ کی اس مسند پر جس پر اس کے سوا اور کوئی بیٹھ نہیں سکتا تھا۔اگر چہ وہ اس کا کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو۔مگر وہ آپ کواس پر بیٹھنے سے منع نہ کیا کرتا تھا۔ بلکہ بسا اوقات آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر کعبہ کا طواف کیا کرتا تھا۔

ایک بار آپ کی عمر سات سال کی تھی کہ آپ کی آنکھیں دکھنے لگیں بہت علاج کئے مگر کسی سے آرام نہ آیا۔ایک دن عبدالمطلب سے کسی نے کہا عکاظ بازار کے نزدیک ایک راہب طبیب رہتا ہے۔اگر آپ اپنے اس بچے کواس کے پاس لے جائیں تو اس کے علاج سے اس کی آنکھیں ضرور اچھی ہو جائیں گی ۔عبدالمطلب بڑے خوش ہوئے اور آپ کولیکر وہاں چل دیئے ۔رات کو وہاں پہنچے ۔راہب کا دروازہ بند تھا۔آس پاس کے رہنے والوں سے پوچھا کہ راہب کہاں ہے۔انہوں نے جواب دیا' ہے تو یہیں مگراب وہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ کیونکہ وہ ایک ایک سال متواتر مکان کے اندر بند رہتا ہے اور باہر نہیں آتا۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ راہب کے مکان میں زلزلہ آ گیا۔ دیواریں تھر تھرائیں' چھت لرزی اور راہب بے تاب ہوکر باہر کی طرف بھاگا اور حیران ہوکر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔جب اس کی نظر آپ پر پڑی تو آپ کے پاس آ گیا اور عبدالمطلب سے کہنے لگا کہ کیا یہ صاحبزادہ آپ کا ہے آپ اس کو یہاں کیوں لائے ہیں۔

عبدالمطلب نے کہا: ہاں یہ میرا پوتا ہے۔اس کی آنکھیں دکھتی ہیں اور سنا

ہے کہ تم آنکھوں کا بہت اچھا علاج کرتے ہو اور میں اسکی آنکھوں کا علاج کرانے کیلئے تمہارے پاس آیا ہوں۔

راہب نے کہا افسوس ہے آپ کی عقل پر۔ آپ طبیب کو مریض کے پاس مقدس کو گنہگار کے پاس اور شفائے عالم کو مرض مجسم کے پاس لائے ہیں۔ اے عبدالمطلب میں اپنے عبادت خانے میں بیٹھا عبادت کر رہا تھا کہ یکا یک سارا مکان لرز گیا۔ اگر میں باہر نہ آتا تو خطرہ تھا کہ نیچے دب کر مر جاتا سنو! یہ تمہارا صاحبزادہ بڑے جاہ جلال والا اور بلند مرتبہ ہوگا یہ نبی آخرالزمان ہے۔ اس کے چہرے سے نور چمک رہا ہے' اسے یہودیوں سے بچاؤ۔ اگر انہوں نے ان کو دیکھ لیا تو پھر ان کی جان کے دشمن بن جائینگے۔ جاؤ ان کا منہ مخزن شفا کا سرچشمہ ہے۔ ان ہی کا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگا دو اور قدرت کا کرشمہ دیکھو عبدالمطلب کا بیان ہے کہ واپس آ کر میں نے آپ ہی کا لعاب دہن آپ کی آنکھوں میں لگایا صبح کو جو دیکھا تو آپ کی آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔

نبی ﷺ نے چونکہ بڑے ہو کر نبوت کا درجہ پانا تھا۔ اس لئے قدرت نے بچپن میں ہی آپ میں صلاحیت کا مادہ پیدا کر دیا۔

مذکورہ بالا عجیب وغریب واقعہ کے علاوہ اور بھی بے شمار واقعات ایسے ہیں۔ جو آپ کے زمانہ طفولیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں تک ہم آپ کے زمانہ طفولیت پر نظر دوڑاتے ہیں۔ آپ ہمیں ایک نہایت شریف الطبع نہایت سنجیدہ فرماں بردار راست گفتار عالی ہمت اور سعادت مند نظر آتے ہیں۔ ایام طفولیت میں ہی آپ کا یتیم ہو جانا اور اس حالت یتیمی میں جبکہ آپ کی تعلیم وتربیت کا کوئی ضامن نہ

ہو پھر اپنے آپ کو بری عادات سے بچانا اور اچھی عادات سے متصف کرنا۔ پھر اپنی اس عمر کا بہت سا حصہ بکریوں اور اونٹوں کے چرواہوں کے ساتھ گزارنا اور ان اجڈ اور وحشیوں کے ساتھ رہ کر فرشتوں جیسی پاکیزہ زندگی بسر کرنا صرف آپ اور آپ ہی کا کام تھا۔ لڑکے آپ کو تفریح مشغلوں میں شریک ہونے کے لئے بلاتے ہیں۔ تو آپ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ خدا نے مجھے کھیلنے کودنے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ آپ سے سارے زمانہ طفولیت میں کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوئی۔ جو آپ کے ہم عمروں کی شکایت کا باعث بنی ہو۔ یا جس سے آپ کے سرپرست اور بزرگ ناخوش ہوئے ہوں۔

ذرا ایسے لڑکوں کی حالت پر غور کیجئے جن کو قسمت نے ماں باپ کے دامن پرورش سے محروم کر دیا ہو۔ عموماً ان کی اخلاقی حالت تباہ ہو جاتی ہے۔ اور وہ لوگوں کی عدم توجہ کی وجہ سے طرح طرح کی بدعادات میں پڑ جاتے ہیں۔ مگر سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے بچپن کا دور ایسی پاکیزگی کے ساتھ بسر ہوتا ہے۔ کہ جسکی مثال ساری دنیا میں نہایت دشوار اور مشکل ہے۔ آپ کے چچا ابو طالب آپ کی ابتدائی زندگی کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

"لَمْ اَرمِنْهُ كَذِبَةً وَ لَا ضِحْكًا وَ لَا جَاهِلِيَّةً وَ لَا وَقْفًا مَعَ الصِّبْيَانِ۔"

کہ میں نے کبھی بچپن میں آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا نہ کبھی ہنسی مذاق کرتے دیکھا اور نہ کبھی جاہلانہ بات آپ سے سرزد ہوئی اور نہ کبھی آپ نے بازاری آوارہ گرد لڑکوں سے تعلقات رکھے۔

۔دوستو اور بزرگو! آپ کا بچپن بھی ہمارے لئے اس طرح کا ایک نمونہ ہے۔جس طرح آپ کی زندگی کے دوسرے شعبے ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کریں۔جس طرح نبی پاک ﷺ کی بچپن کی زندگی تھی۔ نبی ﷺ جب جوان ہوئے تو آپ کا خیال تجارت کی طرف مائل ہوا۔ آپ اکثر تاجروں سے تجارت کے متعلق گفتگو کرتے رہتے تھے اور تجارت کے اصولوں سے خوب واقف ہو چکے تھے۔اس لئے چاہتے تھے کہ میرے پاس روپیہ ہو تو تجارت کیلئے کسی دوسرے ملک جاؤں اور دنیا کو بتاؤں کہ تجارت کس طرح کرنی چاہئے۔اور تجارت سے انسان کس طرح ترقی حاصل کرسکتا ہے۔اسی سلسلہ میں کس نے خدیجہ الکبریٰ سے آپ کا ذکر کردیا جو کہ مکہ کی ایک مشہور مالدار عورت تھی اور بیوہ ہو چکی تھی۔ان کے خاوند چونکہ بہت کاروباری آدمی تھے۔اس لئے وہ اپنے کاروبار کو جاری رکھنے کیلئے کسی ایسے ملازم کی تلاش میں تھیں۔ جو تجارتی لائن میں تجربہ کار بھی ہو اور دیانتدار بھی ہو۔عرب کے بڑے بڑے تاجران کے کمرشل ایجنٹ تھے اور ان کے روپیہ سے کاروبار چلا رہے تھے۔

ادھر نبی پاک ﷺ چونکہ اپنی امانت اور دیانت کے لحاظ سے اتنے مشہور ہو چکے تھے۔کہ سب لوگ آپ کو امین اور صادق کہہ کر پکارا کرتے تھے۔جب خدیجہ الکبریٰ نے یہ سنا تو آپ کو پیغام بھیجا۔کہ آپ میری طرف سے تجارت کیلئے جائیں۔چونکہ مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے۔اس لئے میں نفع کا وہ حصہ جو دوسروں کو

دیا کرتی ہوں اس سے دوگنا حصہ آپ کو دوں گی۔

آپ نے اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کر کے اس بات کو منظور کر لیا۔ چنانچہ خدیجۃ الکبریٰ نے وہ تمام روپیہ جو مختلف لوگوں کو دیا کرتی تھی۔ سب آپ کو ہی دے دیا اور اپنا ایک نہایت ہی ہوشیار غلام میسرہ کو بھی آپ کے ساتھ بھیج دیا۔ آپ ملک شام گئے اور اس اصول سے کام شروع کیا کہ بڑے بڑے تاجر بھی حیران رہ گئے۔ لطف یہ کہ آپ اپنے نفع سے زیادہ خریداروں کے حقوق کا خیال رکھتے تھے۔ جس سے آپ کے پاس بہت زیادہ خریدار آنے شروع ہو گئے۔ اور آپ کو بہت زیادہ نفع حاصل ہوا۔ میسرہ نے جب آپ کے کام کو آپ کے اخلاق کو اور آپ کی دیانت کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ بڑے بڑے تاجروں کے ساتھ کام کر چکا تھا مگر ایسا برتاؤ اس نے کسی سے نہ دیکھا تھا جو آپ سے دیکھا۔ اس نے واپسی پر نہایت حیرت سے ان تمام باتوں کا ذکر خدیجۃ الکبریٰ سے کر دیا۔ خدیجہ نے اپنے غلام سے جب یہ باتیں سنیں تو آپ کے اخلاق و عادات پر فریفتہ ہو گئی اور آپ سے نکاح کی درخواست کر دی جبکہ وہ اس سے پہلے بڑے بڑے عربوں کے ساتھ نکاح کی درخواست مسترد کر چکی تھیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے رشتہ داروں سے مشورہ کیا اور اس درخواست کو منظور فرما لیا اور عرب کی مشہور مالدار عورت سے نبی پاک ﷺ کا نکاح ہو گیا۔ آپ کا حضرت خدیجہ سے نکاح ہونا یہ آپ کی دیانت داری اور امانت کی ایک بہترین مثال ہے۔

آپ نے درجہ نبوت پر فائز ہونے کے بعد بھی تجارت کا خیال نہیں چھوڑا۔ آپ اکثر تاجروں کے ساتھ اپنا حصہ رکھ دیتے تھے اور اپنے دوستوں کو تجارت کی ترغیب دلاتے اور تجارت کے اصول بتاتے اور تجارت کے فضائل ان کے ذہن نشین

کرتے رہتے آپ فرمایا کرتے تھے کہ خداتعالیٰ نے دنیا کے تمام کاموں میں جس قدر خیر و برکت تقسیم کی ہے۔ اس کا ۹۹واں حصہ صرف تجارت ہی میں رکھا ہے۔ اس لئے تمہیں تجارت کرنی چاہئے۔ کیونکہ تجارت سے ہی قومیں اُبھرتی اور ترقی کرتی ہیں۔ ایک موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ۔"

کہ وہ تاجر جو سچ بولے اور امین ہو۔ وہ قیامت کو نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

نبی ﷺ ایک دفعہ منڈی میں تشریف لے گئے۔ گندم کے مختلف ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈال کر درمیان سے کچھ دانے اٹھائے تو وہ بھیگے ہوئے تھے۔ آپ نے دوکاندار کو ڈانٹا اور اس کی اس دھوکا دہی پر اسے شرمندہ کیا۔ اور فرمایا کہ "مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا" کہ مسلمان کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی کو دھوکا دے۔ جو کسی کو دھوکا دے وہ ہماری امت سے ہی خارج ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ نے ایک تاجر کے لئے یہ اصول بھی ارشاد فرمایا کہ اسے گاہکوں کو دھوکا نہیں چاہئے۔ اگر ایسا کرے گا۔ تو یقیناً اسے نقصان پہنچے گا اور وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔ تجارت کے ساتھ ساتھ آپ لوگوں کے ساتھ احسن طریق سے پیش آیا کرتے تھے۔ کہ جب کبھی کسی کا آپس میں جھگڑا ہو جاتا تو وہ آپ کو ہی اپنا منصف سمجھتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نبوت سے پہلے ہی مکہ میں جج تسلیم کئے جا چکے تھے اور آپ کو امین اور صادق کا خطاب مل چکا تھا۔ بچہ بچہ اس بات کو جانتا تھا۔ کہ محمد ﷺ

جو کچھ کہتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں ۔ وہ بالکل صحیح ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ابوجہل جیسا مخالف بھی نبوت سے قبل آپ کی ان خوبیوں کا معترف رہا۔؟

چنانچہ حجر اسود کی تنصیب کا اہم مقدمہ بھی آپ کے ہاتھوں ہی طے ہوا۔ جس کی وجہ سے عرب کے تمام قبائل میں عداوت کی آگ بھڑک اٹھی تھی اور قریب تھا کہ اس معاملہ پر وہ جنگ و جدل ہوتا کہ خون کی ندیاں بہہ جاتیں اور لاشوں کے پشتے لگ جاتے۔ مگر جب انہوں نے آپ پر اس مقدمہ کا فیصلہ ڈالا تو آپ نے ایک قطرہ خون کا گرے بغیر اس خوبی سے اس جھگڑے کا فیصلہ کیا۔ کہ مخالفین بھی اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ واقعہ یہ تھا کہ آپ کی بعثت سے ۵ سال قبل بیت اللہ شریف کی چھت کو آگ لگ گئی۔ جس سے وہ مسمار ہوگیا اور عربوں نے باہم مل کر اس کو از سر نو بنانا چاہا۔ جب حجر اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا۔ تو یہ سوال اٹھا کر اس متبرک خدمت کو کون سرانجام دے ہر ایک کی دلی خواہش یہی تھی کہ یہ کام میرے سپرد ہو اور میں ہی اس متبرک خدمت کو سرانجام دوں۔ چنانچہ ہر ایک نے جداگانہ اپنے اپنے استحقاق پر زور دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر میرے سوا کوئی اور حجر اسود کو ہاتھ لگائے گا تو اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ اس جھگڑے نے یہاں تک طول پکڑا کہ تمام قبائل بگڑ گئے اور ایک دوسرے کے مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ مدبرین نے ہزار چاہا کہ یہ معاملہ کسی طرح نپٹ جائے اور تمام قبائل کا کسی ایک شخص پر اتفاق ہو جائے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ کئی بہتر سے بہتر تجویزیں پیش کی گئیں۔ مگر سب ناکام ثابت ہوئیں۔ چار دن تک متواتر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ بالآخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش کا سب سے بڑی عمر کا آدمی تھا۔ یہ رائے دی کہ جو کوئی کل صبح سب سے پہلے حرم میں آئے گا۔ وہ ہی اس بات کا فیصلہ کریگا۔ چنانچہ اس

رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ اتفاقاً دوسرے دن نبی پاک ﷺ سب سے پہلے حرم میں تشریف لے گئے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب لوگوں نے بیک زبان کہنا شروع کر دیا "هٰذَا الْاَمِیْنُ رَضِیْنَاهُ" جو یہ فیصلہ کریں گے ہم کو منظور ہے۔ پھر انہوں نے سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔

آپ نے ان سب سے پوچھا کہ میں جو فیصلہ کروں۔ کیا تم سب کو منظور ہو گا۔ انہوں نے کہا ضرور۔ آپ نے اپنی بہترین خداداد فہم و فراست سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے۔ وہ یہ کہ آپ نے ایک چادر بچھائی اور اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو پکڑ کر اس پر رکھ دیا۔ پھر ہر ایک قبیلے کے سردار کو کہا کہ تم تمام اس چادر کو چاروں طرف سے اٹھا کر اس جگہ لے چلو جہاں حجر اسود کو نصب کرنا ہے۔ چنانچہ تمام چادر کو اٹھا کر اس جگہ لے آئے جہاں حجر اسود کو نصب کرنا تھا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو اس کے مقام پر نصب کر کے ایک خونخوار جنگ کا سداد کر دیا۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

انہی دنوں میں آپ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھ دار لوگوں کے سامنے ملک کی بے امنی، راستوں کا خطرناک ہونا، مسافروں کا لٹنا، غریبوں پر امراء کے ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی اور پوری کوشش سے بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم قبائل سے چیدہ چیدہ آدمی لے کر ایک انجمن قائم کر دی۔ جن سے یہ عہد لیا گیا کہ:

(۱) ہم ملک میں سے بے امنی دور کریں گے۔

(۲) ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

(۳) ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔

(۴) ہم غرباء پر امراء کو ظلم نہیں کرنے دیں گے۔

چنانچہ آپ کی اس تدبیر سے بنی آدم کے جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہوگئی۔ غرضیکہ آپ نے نبوت سے پہلے بھی اس قسم کے کارنامے سرانجام دیئے۔ جن کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عاجز ہے۔

نبوت ملنے سے سات سال پہلے آپ کو ایک روشنی سی نظر آنے لگی۔ جس کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی آپ کو خواب نظر آنے لگے۔ خواب ایسے سچے ہوتے تھے۔ کہ جو کچھ رات کو خواب میں نظر آیا۔ وہی صبح کے وقت ظہور میں آجاتا۔ اس کے بعد آپ کے دل میں مخلوق سے نفرت اور خدا تعالیٰ سے محبت اور الفت پیدا ہوگئی۔ جس کے نتیجہ میں مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر غار حرا میں آپ خدا تعالیٰ کی عبادت میں گوشہ نشین ہو گئے۔ اور کئی کئی راتیں آپ وہیں عبادت میں گزارنے لگے۔ اسی طرح ایک دن آپ اپنی عبادت میں مصروف تھے۔ کہ اچانک خدا تعالیٰ کا فرشتہ جبرائیل آپ کے پاس آیا۔ اور کہا ''اقراء'' یعنی پڑھیے آپ نے فرمایا ''مَا اَنَا بِقَارِیٍ'' کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس کو کہا ''مَا اَنَا بِقَارِی'' ''فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجُھْدُ'' اس نے مجھے پکڑ کر ایسا بھینچا کہ میں بے قابو ہو گیا۔ پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا ''اقراء'' میں نے کہا ''مَا اَنَا بِقَارِیٍ'' اس نے پھر مجھ کو دوسری

بار پکڑ کر دبایا۔ پھر مجھ کو چھوڑ کر کہا ''اِقْرَاء'' میں نے پھر کہا ''مَا اَنَا بِقَارِیٍ'' میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں کیسے پڑھوں۔ تو پھر اس نے کہا:

''اِقْرَأ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَO خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍO اِقْرَأ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ۔''

کہ اپنے پروردگار کے بابرکت نام سے پڑھو۔ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے سب کچھ پیدا کیا اور انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے بنایا اور تیرا پروردگار بڑے کرم والا ہے۔ ''عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ'' تک پڑھا۔ جبرائیل علیہ السلام چلے گئے اور آپ ان آیتوں کو لئے ہوئے ''یَرْجُفُ فُؤاْدُہ'' کانپتے ہوئے دل کے ساتھ حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور فرمانے لگے ''زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ'' مجھے کپڑا اڑھادو۔ چنانچہ کپڑا اڑھا دیا گیا۔ ''حَتّٰی ذَھَبَ عَنْہُ الرُّوْعُ'' یہاں تک کہ خوف جاتا رہا۔ پھر آپ نے حضرت خدیجہ سے سارا واقعہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا ''لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ'' کہ مجھے اپنی جان جانے کا خوف ہے' حضرت خدیجہ نے کہا حضور خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔ کیونکہ ''اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِیْ الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ'' آپ صلہ رحمی کرتے ہیں سچی بات کہتے ہیں۔ دوسروں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق پر دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ آپ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس آئی۔ یہ بت پرستی چھوڑ کر نصرانی ہو گئے تھے' اور عبرانی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے اور بہت بوڑھے ہو کر نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجہ نے ان سے

کہا اپنے بھتیجے کا واقعہ سنیئے ۔ ورقہ بن نوفل نے پوچھا "یابن اخی ماذا تری" اے میرے بھائی کے بیٹے تم نے کیا دیکھا ۔ آپ نے سارا واقعہ کہہ سنایا ورقہ بن نوفل نے سنتے ہی کہا۔

"هٰذا النَّامُوسُ الَّذِیْ نزل اللّٰهُ علٰی مُوْسٰی ۔"

یہ تو وہی راز داں فرشتہ ہے ۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خدا کی طرف سے نازل ہوا کرتا تھا ۔ "یا لیتنی فیها جذعا یلیتنی اکون حیا اذ یخرجک قومک" کاش کہ میں اس وقت جوان ہوتا ۔ کاش کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں جب کہ آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی ۔ رسول اللہ ﷺ نے تعجب سے سوال کیا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے ۔ ورقہ نے کہا ہاں' جب بھی کسی شخص نے ایسی بات کہی' جیسی آپ کہتے ہیں یہ لوگ اس کے دشمن ہو گئے ۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ کی پوری پوری مدد کروں گا ۔ چنانچہ اس واقعہ کی تھوڑی مدت بعد ہی ورقہ انتقال فرما گئے ۔

(بخاری شریف باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.) آپ کو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کی عمر میں جبکہ آپ پر بھر پور جوانی تھی ۔ نبوت کا تاج پہنا دیا ۔ اور حکم دیا کہ لوگوں کے سامنے میری توحید بیان کیجئے ۔ چنانچہ آپ نے مسئلہ توحید کو لوگوں کے سامنے پہنچانے میں اپنی باقی ماندہ ساری زندگی کو وقف کر دیا ۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی ۔ مسئلہ توحید کی اشاعت میں آپ کو جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ۔ ان کا اگر پتہ لینا ہے تو میری کتاب مواعظ طارق حصہ اول منگوا کر پڑھیں ۔

یہاں تو میں صرف یہ بتا رہا ہوں کہ آپ کی تمام زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ بچپن کی زندگی کے کچھ واقعات اور پھر جوانی میں نبوت سے پہلے کی زندگی پر کچھ روشنی ڈال چکا ہوں۔ تا کہ ہم اپنے اندر بھی وہ اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اب میں آپ کی زندگی کے آخری ایام کو آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں کہ آپ نے اپنے آخری ایام میں کس طرح اپنی امت کو وعظ نصیحت سے سرفراز فرمایا۔ ۱۰ھ کو نبی پاک ﷺ نے حج ارادہ فرمایا تو تمام افرادِ عرب میں اعلان کر دیا گیا کہ نبی پاک ﷺ حج کے لئے تشریف لے جانیوالے ہیں۔ یہ اعلان سنتے ہی لوگ جوق در جوق مدینہ منورہ میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ذی الحلیفہ میں آپ نے احرام باندھا۔ اور یہیں سے "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ" تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا اور مکہ مکرمہ کو احرام کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ جب مکہ کے قریب پہنچے تو ذی طویٰ میں تھوڑی دیر ٹھہرے اور پھر مکہ کے اردگرد سے سب لوگوں کو ساتھ لیکر مکہ میں داخل ہو گئے اور روز روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال کو اچھی طرح ظاہر فرمایا۔ یہاں سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر تشریف لے گئے۔ ان کی چوٹیوں پر چڑھ کر کعبۃ اللہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید وتکبیر بلند کیے۔ آٹھویں ذوالحج کو قیام گاہ مکہ سے روانہ ہو کر منیٰ پہنچے۔ وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں ادا کیں پھر نویں ذوالحج کو آپ طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں آ کر اترے سورج ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں تشریف لائے تمام میدان لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہر ایک شخص

تکبیر و تہلیل میں مصروف تھا۔ اس وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار افراد کا مجمع احکام الٰہی کی تعمیل کیلئے ہمہ تن حاضر تھا۔ نبی ﷺ نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصویٰ اونٹی پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا۔

لوگوں میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہ ہونگے۔

"اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَامْوَا لَكُمْ وَ اَعْرَاضَكُمْ حَرَام" عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَ سَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْئَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ ضَلَالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔"

لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں۔ جیسا کہ تم آج کے دن کے اس شہر کی اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔

لوگو! تمہیں عنقریب خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا' چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانہ کا سود ختم کرتا ہوں۔ پہلا سود اپنے خاندان کا جو عباس بن عبدالمطلب کا ہے وہ سارے کا سارا چھوڑتا ہوں۔

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق خدا سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری

سے تم نے ان کو اپنی بیوی بنایا اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال کیا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ اپنے پاس کسی غیر مرد کو نہ آنے دیں اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ۔

لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن پاک اور دوسری میری سنت۔

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ کوئی نئی امت پیدا ہونے والی ہے۔ اچھی طرح سن لو۔ اپنے پروردگار کی عبادت کرو، پنجگانہ نماز ادا کرو، سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ خوشی سے ادا کیا کرو، بیت اللہ کا حج کرو اور اپنے حکام کی اطاعت کرو۔ جس کی وجہ سے تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی پوچھا جائے گا۔ مجھے بتاؤ تو سہی کہ تم کیا جواب دو گے۔

سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے احکام ہم تک پہنچا دیئے ہیں اور آپ نے رسالت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی کو اٹھا کر آسمان کی طرف کیا اور فرمایا کہ یا اللہ سن لے تیرے بندے میرے متعلق کیا کہہ رہے ہیں۔ یا اللہ گواہ رہنا۔ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔

پھر آپ نے فرمایا: جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ وہ میری باتیں ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ اس کلام

کو یاد رکھنے والے ہوں جو یہاں موجود نہیں۔

نبی پاک ﷺ خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا۔

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔"

کہ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند فرمالیا ہے۔

دوستو اور عزیزو! آپ نبی پاک ﷺ کے اس آخری خطبہ سے اندازہ فرمائیں کہ آپ نے ہمیں کس طرح اتفاق اور محبت سے زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اور کس طرح ایک دوسرے کے خون ایک دوسرے کے مال اور ایک دوسرے کی عزت کی حفاظت کرنے کی تاکید کی ہے اور کس طرح بیویوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور کس طرح سود کی مذمت بیان فرمائی ہے اور کس طرح کتاب و سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا حکم فرمایا ہے۔ یقیناً اگر ہم سب آپ کی ان نصائح کو عملی جامہ پہنا کر اپنی زندگی پر نافذ کر لیں۔ تو ہماری دین و دنیا دونوں بہتر ہو جائیں۔

آخر میں ایک حدیث بیان کر کے میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کا اسوہ حسنہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

- ☆ معرفت الٰہی میرا راس المال ہے۔
- ☆ عقل میرے دین کی اصل ہے۔
- ☆ محبت میری زندگی کی بنیاد ہے۔
- ☆ شوق الٰہی میرا مرکب ہے۔

☆ خدا کا ذکر میرا مونس ہے۔

☆ وقار وثقاہت میرا خزانہ ہے۔

☆ آخرت کا درد میرا رفیق ہے۔

☆ علم میرا ہتھیار ہے۔

☆ صبر میری چادر ہے۔

☆ رضا بالقضا میرا مال غنیمت ہے۔

☆ عاجزی میرا فخر ہے۔

☆ زہد میرا پیشہ ہے۔

☆ یقین میری قوت ہے۔

☆ سچائی میرا شفیع ہے۔

☆ اطاعت الٰہی میرا حسب نسب ہے۔

☆ جہاد میرا خلق ہے۔

☆ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔(ماخوذ رحمۃ اللعالمین)

دعا کریں اللہ تعالیٰ ہم کو نبی پاک ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وما علینا الا البلاغ

نواں وعظ
سیرت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اَلْحَمْدُلِلّٰه وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى
اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَالْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰه وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ
بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِط
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْم O

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِه وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ۔" (پ۴)

ترجمہ:۔ بے شک احسان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے' اور انہیں پاک کرتا ہے' اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے' یقیناً یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

دوستو! اور بزرگو! ۔۔۔۔ السلام علیکم!

آج میں آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس سیرت کے متعلق کچھ گزارشات کروں گا۔ قبل اس کے کہ میں اپنے مضمون کو شروع کروں' یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں' کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے عرب کی کیا حالت تھی' عرب کے علاقہ میں مختلف قسم کے لوگ رہائش پذیر تھے' لیکن سارے کے سارے پرلے درجے کے جاہل تھے' ہر قسم کی برائی ان میں موجود تھی' زنا کرنا۔ شراب پینا' جوا کھیلنا ان کا دن رات کا معمول بن چکا تھا۔ چوری اور ڈاکے ڈال کر وہ اپنی گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ کسی کی

عزت و آبرو محفوظ نہیں تھی' لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ہزار ہا قسم کے معبود بنا کر ان کی پرستش کی جاتی تھی' غرضیکہ ہر وہ برائی جو معاشرے میں اک ناسور کی حیثیت رکھتی تھی' ان میں پیدا ہو چکی تھی۔ تہذیب و تمدن کا نام و نشان تک نہ تھا۔

عرب کے اتنے گئے گزرے لوگوں پر ترس کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الخاص پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ان میں مبعوث فرما دیا۔ آپ کی تشریف آوری سے ان کے سالہا سال کے بگڑے ہوئے حالات دنوں میں کچھ سے کچھ ہو گئے' آپ نے ان کو کفر و ضلالت کے گڑھے سے نکال کر صراط مستقیم پر لگایا' اور ان کا تزکیہ نفس کیا۔ چند سالوں میں آپ نے ایسا انقلاب برپا کر دیا' کہ جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عاجز ہے۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

جو ڈاکو اور چور تھے انہیں سب کا نگہبان اور محافظ بنا دیا۔ جو شراب اور جوئے کے عادی تھے' وہ شرابیوں اور جوئے بازوں کو سزائیں دینے لگے۔ جو ظالم اور سنگدل سمجھے جاتے تھے وہ عادل اور رحمدل بن گئے' جو بت پرست اور مشرک تھے وہ خدا پرست اور موحّد بن گئے' جو غیر مہذب اور غیر متمدّن تھے۔ وہ مہذب اور متمدّن بن گئے۔ جو جہالت میں اپنی مثال آپ تھے' وہ عالم بن گئے۔ جو دنیا کی نظروں میں ذلیل ہو چکے تھے' وہ سب کی نظروں میں عزیز بن گئے۔ اس طرح کہہ لیجئے کہ آپ کے تشریف لاتے ہی عرب کی کایا پلٹ گئی' اور آپ نے ان کے تمام غلط طریقوں اور جاہلانہ رسموں کو اس خوبی سے درست کیا کہ کسی کو ناگوار تک نہ گزرا۔ آپ نے غریب اور بے بس لوگوں کو ظلم و تشدد سے بچانے کے لئے چند اصلاحات نافذ فرما دیں۔ مدت سے دنیا

میں غلام بنانے کی رسم چلی آ رہی تھی اور کسی مذہب نے اس رسم کو معیوب قرار نہیں دیا تھا۔ یہاں تک کہ عیسائی مذہب نے بھی اس کے متعلق کوئی قانون مرتب نہ کیا۔ بلکہ غلاموں کو مخاطب کر کے یہ حکم دیا کہ اپنے آقاؤں کی جو تمہارے جسم کے مالک خودمختار ہیں' ہمیشہ اطاعت کرو۔ ہندو مذہب بھی مدت سے دنیا میں چلا آ رہا تھا' مگر اسے بھی غلامی کی لعنت دور کرنے کی نہ سوجھی' بلکہ الٹا اچھوتوں کو غلام قرار دیا اور انہیں برہمنوں کے مقابلہ میں نہایت ذلیل ترین مخلوق ٹھہرایا۔ غلاموں کی اولاد بھی غلام متصور ہو رہی تھی۔ آپ نے اس بے زبان اور بے بس طبقہ پر ترس کرتے ہوئے' لوگوں کو بتایا کہ یہ مظلوم بھی اس خدا کے بندے ہیں۔ جس کے دربار میں ہم سب نے پیش ہونا ہے' آپ نے ان تمام ظالمانہ قوانین کو توڑ دیا۔ جو اس وقت غلاموں کے متعلق جاری کیے جا چکے تھے۔ ان کے ساتھ ہمدردی اور رحم کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ ان کے کام میں ان کا ہاتھ بٹاؤ' جو خود کھاؤ' وہی ان کو کھلاؤ۔ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ ان کی شادیاں کرو' اور انہیں اپنے جیسا انسان سمجھو۔ اگر یہ آزاد ہونا چاہیں' تو ان کی ہر طرح امداد کرو' اور خوشی سے آزاد کر دو۔ چنانچہ آہستہ آہستہ ان کی آزادی کے متعلق حکم دیا۔ اگر کسی مسلمان سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو شرعی طور پر اس کی سزا میں غلام کا آزاد کرنا بھی رکھ دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہزارہا غلام آزاد ہو گئے' اور خود بھی آپؐ نے غلام خرید خرید کر آزاد کرنے شروع کر دیئے' اور اسے بہترین صدقہ قرار دیا اور صحابہؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔

دوسرے نمبر پر آپ نے قیدیوں کے متعلق قانون بنایا۔ کیونکہ آپ سے پہلے رواج تھا کہ جس قدر جنگی قیدی ہوتے' سب کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے۔ آپ نے اس جاہلانہ رسم کو بھی ختم کر کے حکم دیا کہ قیدیوں کو قتل کرنا

تو در کنار انہیں تکالیف بھی نہیں پہنچانی چاہئے۔ چنانچہ آپ نے جنگی قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا' اس کا مختصر نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔ سب سے پہلے جنگ بدر میں ۷۲ قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ آپ نے دو دو چار چار کر کے صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیئے۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ انہیں آرام کے ساتھ رکھنا۔ صحابہؓ نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ انہیں کھانا کھلاتے تھے' اور خود دوسری چیزیں کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ ان میں سے ایک قیدی کا بیان ہے' کہ مجھ کو جن انصاریوں نے اپنے گھر رکھا تھا جب وہ کھانا پکاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے' مجھے شرم آتی لیکن وہ نہایت اصرار سے مجھے روٹی کھلاتے کہ ہمیں حضور ﷺ کا حکم ہے کہ تمہیں مہمانوں کی طرح رکھیں' انہیں قیدیوں میں ایک شاعر تھا جو مجمع عام میں آپؐ کے خلاف شعر پڑھا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ اس کے دو نچلے دانت اکھڑوا دیجئے۔ تا کہ یہ اچھی طرح بول نہ سکے۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں نہیں' ایسا نہیں کرنا چاہیے اگر آج ہم اس کے عضو بگاڑیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے عضو بگاڑ دے گا۔

پھر آپ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ تمہاری ان قیدیوں کے متعلق کیا رائے ہے' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا' کہ فدیہ لے کر سب کو رہا کر دینا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ لوگ کفر و شرک کے امام ہیں' اللہ نے ہم کو ان پر غلبہ دیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے خون کا اور جو ظلم انہوں نے اُن پر کئے ہیں' ان کا قصاص اور انتقام لینا چاہئے اور ان کی گردنیں اڑا دینی چاہیں' نبی پاک ﷺ نے جو سراپا رحمت تھے' حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مشورہ کو پسند فرمایا' اور فدیہ لے کر سب کو رہا فرما دیا' سب سے زیادہ اور سب سے بڑی تعداد میں قیدی جنگ حنین میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے۔ یعنی چھ ہزار مرد اور عورتیں تھیں' جنگ ختم ہونے کے بعد آپ میدان جنگ کے

قریب ہی قیام فرماتے‘ اور ابھی مال غنیمت کو تقسیم بھی نہیں کیا تھا۔ کہ قبیلہ ہوازن جس نے حملہ کیا تھا۔ اس کے چھ سردار آپ کی خدمت میں آئے اور رحم کی درخواست پیش کی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے طائف کے میدان میں آپ پر پتھر برسائے تھے‘ اور اس قدر سنگ باری کی تھی کہ جسم اطہر لہولہان ہو گیا تھا اور پاؤں سے جب آپ نے جوتا اتارنا چاہا تو وہ خون سے جم گیا تھا اور زور لگانے سے اترا تھا۔ ان سنگدلوں نے اس قدر پتھر مارے تھے کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے تھے اور حضرت زید اپنے کندھوں پر اٹھا کر آپ کو لائے تھے انہوں نے جب رحم کی درخواست پیش کی تو آپ نے فرمایا میں تو تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور رحمت کی کہ دشمنوں پر بھی لطف و کرم فرمانے کے لئے آپ ان کا انتظار فرما رہے ہیں۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

سلام اس پر جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اس پر جس نے مشکیں کھول دیں اسیروں کی

آپؐ نے فرمایا میں اپنے حصہ کے اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدی آسانی سے چھوڑ سکتا ہوں مگر میرے ساتھ اس وقت دوسرے لوگ بھی موجود ہیں جن کی ملکیت میں قیدی آ چکے ہیں‘ اس لئے تم کل صبح کی نماز کے بعد آنا اور مجمع عام میں درخواست پیش کرنا۔ شاید کوئی صورت نکل آئے‘ چنانچہ دوسرے دن وہ سردار آئے اور قیدیوں کی رہائی کے لئے رحم کی درخواست پیش کی۔ آپؐ نے ان کی درخواست منظور فرماتے ہوئے اپنے اور بنو عبدالمطلب کے تمام قیدی بغیر کسی معاوضہ کے آزاد کرنے کا اعلان فرما دیا۔ آپؐ

کی زبان سے یہ اعلان سن کر انصار و مہاجرین جو آپ کی مرضی پر جانیں قربان کر دیا کرتے تھے۔ فوراً بول اٹھے کہ ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بغیر کسی معاوضہ کے اس شرط کے آزاد کرنے کا اعلان کرتے ہیں:

اللّٰہ اکبر کبیرا۔ والحمد للّٰہ کثیرا۔

دیکھیے نبی علیہ السلام اگر چاہتے تو ان تمام قیدیوں کو قتل کر سکتے تھے لیکن آپ نے انہیں قتل نہیں کیا' بلکہ بڑی عزت و احترام کے ساتھ ان کو آزاد فرما دیا۔ تو ہاں میں بیان کر رہا تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں کے متعلق بھی قانون بنا دیا کہ ان کو عزت و احترام کے ساتھ رکھا جائے اور تمہارے ہاتھوں ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔

۔۔۔ تیسرے نمبر پر آپ نے لڑکیوں کی جان کے تحفظ کا قانون بنایا' کیونکہ عرب میں رواج تھا کہ جب کسی کے گھر کوئی لڑکی پیدا ہوتی تو اسے نہایت سنگدلی سے زندہ درگور کر دیتے تا کہ اس کی تربیت اور شادی وغیرہ سے رہائی مل جائے' اس قسم کا ایک واقعہ بھی حدیث میں آتا ہے۔

کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور آ کر کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں کیا مسلمان ہونے سے میرے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں' کیونکہ "اِنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ" اسلام ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے قبول کرنے سے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ایک ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جب وہ مجھے یاد آتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور میں سوچتا ہوں کہ پتہ نہیں میرا وہ گناہ معاف ہو گا کہ نہیں۔ کہنے لگا کہ ہمارا یہ رواج تھا جس گھر لڑکی

پیدا ہوتی تھی۔ ہم اس کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ اس طرح ہوا۔ میں کسی کام کی
غرض سے سفر پر روانہ ہوا بعد میں میرے گھر لڑکی پیدا ہوگئی۔ میری بیوی نے اس کو چھوٹ
کہا۔ کافی مدت کے بعد جب میں گھر آیا۔ تو اپنے گھر ایک لڑکی کو چلتے پھرتے دیکھا
پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ لڑکی میری ہی تھی۔ میں نے اس کے قتل کو نظر انداز کر دیا۔
چند دنوں کے بعد ایک مجلس میں شریک ہونے کیلئے گیا۔ تو لوگوں نے مجھے مجلس
میں شریک نہ ہونے دیا۔ کہنے لگے کہ تو بڑا بے غیرت آدمی ہے کیونکہ تیرے گھر ایک
لڑکی زندہ چلتی پھرتی نظر آ رہی ہے کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ جب ان لوگوں نے مجھے
اس بات کا طعنہ دیا تو میرے جسم میں غصہ کی [illegible] گھر آ کر میں نے اس
بات کا [illegible] کر لیا۔ کہ اس وقت تک میں آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔ جب تک اس لڑکی
کو ٹھکانے نہ لگا دوں۔ چنانچہ میں ہاتھ میں [illegible] پکڑ کر [illegible] ساتھ لیکر جنگل کی طرف
چل پڑا جنگل میں پہنچ کر میں نے لڑکی کو [illegible] اور خود [illegible] کھودنے میں مشغول ہو گیا۔
جب گڑھا مکمل ہو گیا تو میں نے لڑکی کو [illegible] اس گڑھے میں پھینک
دیا۔ جب لڑکی گڑھے میں گری تو اس نے میری [illegible] کہنے لگی: ابا جان!
میرا کیا قصور ہے؟ مجھے آپ اس گڑھے میں کیوں پھینک رہے ہیں؟ خدا کیلئے میرے
حال پر رحم کریں۔ میں آپ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں [illegible] کسی شاعر نے لڑکی کی
باتوں کا ترجمہ اس طرح [illegible] کیا ہے

[illegible]

[illegible]

لیکن مجھے اس پر ذرا بھی [illegible] آیا [illegible] گڑھے میں ڈال کر
اوپر مٹی ڈالنی شروع کر دی [illegible]

جس دن روز قیامت ہو سی اللہ دے دربارے
روز حشر دے لبھ لواں گی لے لاں گی بدلے سارے

کہ اے ابا جان! اب تم مجھے ناحق گڑھے میں دفن کر کے جارہے ہو' کل قیامت کے دن تمہیں گریبان سے پکڑ کر خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کر دوں گی اور کہوں گی' کہ یا اللہ میرے اس ظالم باپ کو پوچھو کہ اس نے مجھے زندہ درگور کیوں کیا تھا۔ کہنے لگا' کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے اس کی کسی بات کی پرواہ نہیں کی' اور اسے زندہ درگور کر کے گھر چلا آیا۔ اب جب مجھے اس لڑکی کی باتیں یاد آتی ہیں' تو خوف خدا سے میرے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے' فرمایئے کہ کیا میرا یہ گناہ معاف ہو جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں' جب تو مسلمان ہو جائے گا۔ تو اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ یہ لوگ کتنے سخت تھے' اپنے جسم کے ٹکڑے کو زمین میں گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے اس قبیح رسم کو بھی جڑ سے اکھیڑ دیا اور لڑکیوں کی تربیت اور پرورش کے متعلق وہ احکام نافذ فرمائے کہ وہی عرب نہ صرف لڑکیوں کو زندہ رکھنے پر مجبور ہوئے' بلکہ ان کی تربیت اور شادی کو ثواب سمجھنے لگے۔

ایک حدیث میں آتا ہے' آپ نے فرمایا: ''جس کے گھر لڑکی پیدا ہوئی پھر اس نے اس کی اچھی طرح پرورش کی' دین سکھایا' جوان ہونے پر اس کی کسی نیک لڑکے کے ساتھ شادی کر دی' تو وہ' یعنی لڑکی کا باپ اور میں قیامت کو جنت میں اسی طرح اکٹھے ہوں گے' جس طرح یہ دونوں انگلیاں وسطیٰ اور سبابہ اکٹھی ہیں۔ دیکھ لیجئے لڑکی کی پرورش کرنے والے کو نبی پاک ﷺ نے کتنی بڑی بشارت دی ہے' لیکن ہمارا حال یہ ہے' کہ ہمارے گھر اگر لڑکی پیدا ہو جائے' تو سوگ مناتے ہیں اور کہتے ہیں' نہ ہی پیدا ہوتی

تو اچھا تھا۔ دوستو اور عزیزو! ایسی باتیں بالکل نہیں کہنا چاہئیں' کیونکہ یہ باتیں کافروں کی ہیں اور ان باتوں سے خدا تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ مسلمان کا کام ہے کہ لڑکا پیدا ہو یا لڑکی' ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے۔ تو ہاں میں عرض کر رہا تھا۔ کہ نبی پاک ﷺ نے عورتوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی عزت اور احترام کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

چوتھے نمبر پر آپ کی بعثت سے پہلے عرب میں کئی قسم کے نکاحوں کا رواج تھا۔ بعض تو سال سال دو دو سال کے لئے میعادی نکاح کیا کرتے تھے۔ بعض یوں ہی یارانہ لگا لیتے اور جب دل مل جاتے' تو پھر نکاح کر لیتے اور بعض بطور تجربہ کسی سے ہمبستری کرتے' اگر اس سے اولاد پیدا ہو جاتی' تو نکاح کر لیتے' ورنہ اسے بانجھ سمجھ کر چھوڑ دیتے' اسلام نے ان تمام نکاحوں کو زنا کے حکم میں شمار کیا ہے' اور ان کا قلع قمع کر دیا ہے' اور فرمایا کہ خاوند کا بیوی کو ایک نظر دیکھ لینا ہی کافی ہے' اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ پھر موجودہ شرعی نکاح جاری کر دیا۔

پانچویں نمبر پر عربی لوگ طلاق کے معاملہ میں عورتوں کو بہت خراب کیا کرتے تھے۔ ایک بار طلاق دی' پھر رجوع کر لیا' پھر طلاق دی' پھر رجوع کر لیا' غرضیکہ ان کے ہاں رجعت کی کوئی خاص میعاد مقرر نہیں تھی' جس سے عورتیں سخت تنگ تھیں' آپ نے مسئلہ طلاق کی حد مقرر کر کے عورتوں کو استحقاق بخشا۔ مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو ایک ذلیل ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا' اور حیوانوں کی طرح ان سے سلوک کیا جاتا تھا۔ یورپین لوگ عورتوں کو فوج میں بھرتی کرتے' اور دشمن کے مقابلہ کے وقت سب سے پہلے عورتوں کو آگے بھیجتے۔ تاکہ دشمن کی گولیاں ان کے سینوں میں پیوست ہو جائیں۔ اسی طرح قدیم زمانہ کے ایرانی لوگ ماں' بہن' بیٹی' بیوی کو ایک ہی نظر سے دیکھتے

تھے اور انہوں نے ان کے تقدس کو پامال کر رکھا تھا۔ عربی لوگ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے' اور اگر کوئی لڑکی اپنی قسمت سے زندہ رہ بھی جاتی۔ تو اس کے تمام حقوق سلب کر لیتے۔ حتیٰ کہ اس کو جائیداد سے بھی محروم کر دیتے' مگر اسلام نے اس طریقے کو ختم کر دیا۔ جس سے عورت کی شان میں فرق آتا تھا۔ عورتوں کو گھر کی چاردیواری کی زینت بنانے کا حکم دیا اور برہنہ منہ بازار میں نکلنے سے منع کر دیا۔ ماں کے حقوق علیحدہ' بیوی کے حقوق علیحدہ' بیٹی کے حقوق علیحدہ' بہن کے حقوق علیحدہ علیحدہ بیان فرما دیئے اور ان کو وراثت کا حق دار بھی بنا دیا۔ عورت اگر ماں ہے' تو پھر اولاد کی جائیداد کی حصہ دار ہے' اگر بیوی ہے' تو خاوند کے مال کی حصہ دار ہے' اور اگر بیٹی ہے' تو باپ کے مال کی حصہ دار ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے دنیا کو بتلا دیا' کہ جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے حقوق بھی تم پر ہیں اور ان کی نگہداشت کرنا' اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا بھی تمہارا اولین فریضہ ہے۔

آپ دیکھ لیجئے' نبی پاک ﷺ نے کیسے بہترین انداز سے عرب کے جاہل اور اجڈ قسم کے لوگوں کی اصلاح فرما دی' کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا
جو خود نہ تھے راہ پہ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

۔۔۔۔ ایک شخص نبی پاک ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے زنا کی اجازت فرما دیجئے۔ صحابہ کرامؓ نے جب یہ بات سنی تو انتہائی غضبناک ہو گئے کہ یہ

آدمی کتنا فضول ہے' اور آپ ﷺ سے کس چیز کی اجازت مانگ رہا ہے' مگر آپ ﷺ غصے میں نہیں آئے۔ آپ نے اس کو بڑی محبت سے سمجھایا اور فرمایا کہ مجھے بتاؤ' اگر کوئی شخص تمہاری ماں سے یا تمہاری بیوی سے یا تمہاری بیٹی سے یا تمہاری بہن سے زنا کرے' تو تم برداشت کر لو گے' کہنے لگا۔ یارسول اللہ ﷺ یہ کیسے ہوسکتا ہے' اگر کوئی شخص اس قسم کا فعل میری کسی عزت کے ساتھ کرے گا تو میں اسے قتل نہ کردوں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح تم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ تمہاری عزت کے ساتھ کوئی زنا کرے اس طرح جس کے ساتھ تم زنا کرو گے' آخر وہ بھی کسی کی ماں' کسی کی بیوی' کسی کی بیٹی اور کسی کی بہن ہوگی' وہ کس طرح برداشت کرے گا؟ آپؐ نے اسے ایسے بہترین انداز سے سمجھایا کہ وہ یہ بات کہنے پر مجبور ہوگیا کہ یارسول اللہ ﷺ پچھلے تمام گناہوں کی میں معافی چاہتا ہوں اور آگے سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ زنا کرنا تو درکنار اس قسم کا خیال بھی نہ لاؤں گا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ کہنے لگا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے اسے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر دیا اور فرمایا کہ تم کیا کام کرتے تھے' کہنے لگا کہ میں چوریاں کرتا تھا اب اس کام سے توبہ کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائیوں کو کافروں نے قید کر رکھا ہے' تم ان کو ان کی قید سے آزاد کروایا کرو' کہنے لگا۔ یارسول اللہ ﷺ یہ کون سا مشکل کام ہے' ایسا کرنا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے' اس شخص کا نام مرثد غنوی تھا۔ چنانچہ غنوی رات کے ٹائم اس جگہ جاتا' جہاں مسلمان قید کیے ہوئے تھے اور چپکے سے اکا دکا مسلمانوں کو آزاد کر دیتا۔ صبح کو کافر بڑے حیران ہوتے' کہ پتہ نہیں ہمارے قیدیوں کو کون چرا تا ہے' حضرت مرثد غنویؓ بیان کرتے ہیں' کہ ایک رات میں اپنا یہی

کام کرنے کی غرض سے گیا' تو سامنے سے مجھے ایک نسوانی آواز آئی' کہ کیا تم مرثد ہو۔ میں نے دیکھا۔ تو آواز دینے والی وہ عورت تھی' جو زمانہ جاہلیت میں میری محبوبہ رہ چکی تھی۔ میں نے کہا ہاں میں مرثد ہوں۔ اس نے کہا آج کل کہاں ہوتے ہو' کافی دیر سے تم نظر نہیں آئے۔ چلو اور آج رات میرے ہاں بسر کرو' حضرت مرثد کہنے لگے۔ اب تم مجھے پہلے کی طرح نہ سمجھو' اب میں نے اپنا ہاتھ محمد رسول ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا ہوا ہے' میں اسلام قبول کر چکا ہوں' اور اسلام نے غیر عورتوں سے میل ملاپ کرنے سے منع کر دیا ہے۔ لہٰذا تمہاری یہ خواہش پوری کرنے سے میں مجبور ہوں' جاؤ' اور اپنا کام کرو۔ اس عورت نے جب یہ باتیں سنی' تو کہنے لگی کہ تم یہاں سے مسلمان قیدیوں کو چرا کر لے جاتے ہو' چنانچہ اس عورت نے شور مچا دیا کہ چور چور وہ چور جو تمہارے قیدیوں کو چرا کر لے جاتا ہے' شور کی آواز سن کر لوگ بیدار ہو گئے' اور مجھے پکڑنے کیلئے میرے پیچھے بھاگے۔ میں بھاگ کر ایک دیوار کے سائے کی اوٹ میں چھپ گیا۔ لوگ مجھے تلاش کرتے رہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا۔ آخر کار لوگ نا امید ہو کر واپس اپنے گھروں کو چلے گئے' میں پھر اپنی جگہ سے نکلا' چند مسلمان قیدیوں کو آزاد کیا اور اپنے گھر کی راہ لی۔ آپؐ کے پاس پہنچ کر رات والا سارا واقعہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس عورت سے نکاح کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مرثد' مشرک اور کافر عورتیں اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر حرام کر دی ہیں۔ ان سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ دیکھ لیجئے! یہ وہی مرثد ہے' جس کی اسلام سے پہلے حالت کچھ اور تھی اور اسلام لانے کے بعد کچھ اور ہو گئی۔ آپؐ نے ان میں کچھ ایسی روح پھونک دی' کہ وہ ہر کام آپ کے اشاروں سے کرنے لگے۔ میں کچھ آدمیوں کے واقعات آپ کے سامنے پیش

کرتا ہوں' جو رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھنا تو درکنار آپؐ کی بات سننا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے' لیکن جب انہوں نے آپ کی باتیں سنی تو ان کی کایا ہی پلٹ گئی۔

طفیل بن عمرو یہ اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ اور بذات خود شاعر بھی تھا۔ مکہ میں جب آیا تو اہل مکہ نے شہر سے باہر جا کر اس کا والہانہ استقبال کیا۔ اور اعلیٰ پیمانہ پر اسکی خاطر تواضع کی۔ اس کا اپنا بیان ہے' کہ مجھے اہل مکہ نے بتایا کہ یہاں ایک شخص جس کا نام محمد ﷺ ہے' بہت بڑا جادوگر ہے' تم اس سے ذرا بچ کر رہنا۔ کیونکہ یہ اپنے جادو کے زور سے باپ اور بیٹے میں خاوند اور بیوی میں بہن اور بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے' اور ہماری جمعیت کو اس نے بڑا پریشان کر رکھا ہے' ہم نہیں چاہتے' کہ تم پر اس کا اثر ہو جائے۔ اس لئے ہم تمہیں پرزور الفاظ سے یہ نصیحت کرتے ہیں' کہ نہ تم اس کے پاس جانا اور نہ ہی اس سے کوئی بات چیت کرنا۔ حضرت طفیلؓ کہتے ہیں' یہ باتیں انہوں نے ایسے انداز سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب میں مکہ میں جانا چاہتا تو کانوں میں روئی دے کر بند کر لیتا۔ تاکہ محمد ﷺ کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ ایک دن صبح صبح میں خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے میں آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اچانک آپ کی آواز میرے کانوں میں پڑ گئی۔ میں نے سنا آپ ایک نہایت عجیب وغریب کلام پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں' باعلم ہوں' اچھے اور برے میں امتیاز کر سکتا ہوں' پھر کیا وجہ ہے اور کون سی رکاوٹ ہے کہ میں اس کی بات نہ سنوں' اچھی بات ہو گی تو مان لوں گا ورنہ نہیں مانوں گا۔ میں یہ ارادہ کر کے ٹھہر گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر اپنے گھر کو چلے' تو میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا اور آپؐ کے مکان پر حاضر ہو کر اپنا مکہ میں آنے کا اور لوگوں کے بہکانے کی وجہ سے کانوں میں روئی رکھنے کا اور آج

آپ کی زبان سے کچھ سن پانے کا سارا واقعہ سنایا اور عرض کی کہ مجھے اپنی بات کہہ سنایئے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو یہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں نے ایسا پاک کلام کبھی سنا ہی نہ تھا جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔

یہ وہ شخص تھا جسے قریش بات بات میں اپنا سردار اور مطاع کہتے تھے ۔لیکن آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے خادم اور مطیع بن گیا' اسلام لانے کے بعد جب یہ اپنے وطن کو جانے لگا تو کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہو جائے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ۔طفیل جب گھر پہنچا تو اس کا باپ اس کو ملنے کے لئے آیا تو کہنے لگا ابا جان! اب نہ میں تمہارا ہوں اور نہ ہی آپ میرے ہیں' باپ نے کہا یہ کیوں' طفیل نے کہا' اس لئے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کر کے مسلمان ہو گیا ہوں' اور آپ غیر مسلم ہیں ۔باپ نے کہا بیٹا جو دین تمہارا ہے' وہی میرا ہے' طفیل نے کہا' اچھا اگر یہ بات ہے تو اٹھئے غسل فرمایئے' اور پاک کپڑے پہنئے' تاکہ میں آپ کو اسلام کی تعلیم دوں' چنانچہ باپ نے اسی طرح کیا اور مسلمان ہو گیا۔ پھر طفیل کی بیوی آئی' اس نے اس سے بھی اسی طرح بات چیت کی ۔جس طرح اپنے باپ سے کی تھی وہ بھی مسلمان ہو گئی ۔اب طفیل نے اسلام کی تبلیغ گھر گھر کرنی شروع کر دی' جس کے نتیجہ میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے' طفیل پھر نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا' کہ یا رسول اللہ ﷺ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے' اور اسلام زنا کو سختی سے حرام ٹھہراتا ہے' جس کی وجہ سے میری قوم کے اکثر لوگ مسلمان نہیں ہوتے ۔آپؐ ان کے لئے دعا فرمایئے' نبی ﷺ نے دعا فرمائی ۔

''اَللّٰھُمَّ اَھْدِ دَوْسًا۔''

یا اللہ قوم دوس کو سیدھا راستہ دکھا۔ پھر طفیل سے فرمایا جاؤ' اور لوگوں کو دین خدا کی طرف بلاؤ' ان سے نرمی کرو۔ محبت سے پیش آنا' چنانچہ آپ کی دعا کی وجہ سے حضرت طفیل کی تبلیغ کارگر ثابت ہوئی اور قوم دوس کے ستر اسی خاندان مسلمان ہو گئے۔ جن کو حضرت طفیل اپنے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور آپ کی بیعت سے شرف یاب کیا۔

دیکھ لیجئے یہ وہی طفیل ہے' جو اپنے کانوں میں روئی لے کر بازاروں میں چلتا پھرتا تھا۔ کہ کہیں محمد ﷺ کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ اب یہی طفیل گھر گھر پھر کر اسلام کی تبلیغ سے لوگوں کو روشناس کرانا اپنا فرض سمجھتا ہے' اور سینکڑوں آدمی مسلمان کر کے نبی ﷺ کے پاس لاتا ہے۔

اسی طرح عروہ بن مسعودؓ جو حدیبیہ میں نبی ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کیلئے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا۔ جنگ ہوازن کے بعد خود بخود مدینہ منورہ حاضر ہوا' اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عروہؓ کے گھر دس بیویاں تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ ان میں سے چار رکھ کر باقی کو طلاق دیدو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت عروہؓ اسلام سیکھ چکے' تو انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ آپ مجھے اپنی قوم میں جانے اور ان میں اسلام کی تبلیغ کرنے کی اجازت فرما دیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے' تمہاری قوم تمہیں قتل نہ کر دے (کیونکہ آپ طائف جا کر اس قوم کے ظالمانہ رویہ کو ملاحظہ فرما چکے تھے) حضرت عروہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میری قوم مجھ سے اتنی محبت کرتی ہے کہ بیان کرنا مشکل ہے' اگر میں سو رہا ہوں تو وہ مجھے بیدار نہیں کرتے۔ آپ ؐ نے اجازت دے دی۔ حضرت عروہؓ اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے اور عشاء کے وقت اپنے گھر پہنچے' ان کی قوم ان کا سنتے ہی ان کے پاس آئی اور زمانہ جاہلیت والا اسلام

کرنے لگی۔ حضرت عروہؓ نے ان کو روکا اور فرمایا کہ تم اہل جنت کے سلام کی طرح السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہا کرو' یہ سنتے ہی قوم حضرت عروہؓ پر برس پڑی اور آپ کو شہید کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا' عروہؓ کی مثال اس بزرگ کی طرح ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ یٰسین میں فرمایا ہے کہ اس نے قوم کو اسلام کی دعوت دی اور قوم نے ان کو شہید کر دیا۔

دیکھ لیجئے! یہ وہی عروہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے آتا ہے اور پھر دعوت اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی جان قربان کر دیتا ہے' مگر جو آواز انہوں نے اپنی قوم کے کانوں تک پہنچائی تھی وہ دلوں پر اثر کئے بغیر نہ رہی۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ قوم نے اپنے چند سرکردہ لوگوں کو منتخب کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہ اسلام کے متعلق پوری طرح واقفیت حاصل کر کے آئیں۔ چنانچہ حضرت عروہؓ کی قوم کے لوگوں کا وفد ۹ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس وفد کا سردار عبد یا لیل تھا۔ جس کے سمجھانے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں تشریف لے گئے تھے اور اس نے وعظ سننے سے انکار کر دیا تھا اور نبی علیہ السلام نے ان کے حق میں فرمایا تھا:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

کہ میں ان کی بربادی کے لئے دعا نہیں کروں گا کیونکہ اگر یہ خود اسلام نہ لائیں گے تو ہو سکتا ہے ان کی آئندہ آنے والی نسلیں خدا تعالیٰ پر ایمان لے آئیں۔ اب یہی دشمن اسلام خود بخود اسلام لانے کے لئے نبی علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو عرض کی' کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری قوم کے لوگ ہیں۔ کیا میں ان کو اپنے پاس ٹھہرا سکتا ہوں تاکہ ان کی

خاطر تواضع کر سکوں' آپ نے فرمایا:

لَا اَمْنَعُکَ اَنْ تُکْرِمَ قَوْمَکَ۔

میں تمہیں اپنی قوم کی عزت کرنے سے منع نہیں کرتا' لیکن ان کو ایسی جگہ ٹھہرانا جہاں قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑتی رہے۔ چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ان کے خیمے مسجد کے صحن میں نصب کر دیئے۔ جہاں سے یہ قرآن کی آواز سنتے رہیں اور لوگوں کو نماز پڑھتے بھی دیکھیں' اس تدبیر سے ان کے دلوں پر اسلام کی صداقت کا اثر پڑا اور انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کر لی۔ انہوں نے بیعت سے پہلے یہ اجازت طلب کی کہ ہم کو ترک نماز کی اجازت دے دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا:

لَا خَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَیْسَ فِیْهِ رُکُوْعٌ۔

جس مذہب میں نماز نہیں ہے اس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔

انہوں نے پھر کہا اچھا ہمیں جہاد کیلئے نہ بلایا جائے اور نہ ہی ہم سے زکوٰۃ لی جائے۔ آپ نے ان کی یہ دونوں شرطیں قبول فرما لیں اور صحابہؓ سے فرمایا کہ اسلام کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں گے۔ (سنن ابوداؤد' باب ماجاء فی خبر الطائف)

عبدیالیل نے جو اس وفد کا سردار تھا۔ مختلف مسائل پر رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی کہ یارسول اللہ ﷺ زنا کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے' ہماری قوم کے اکثر لوگ وطن سے دور رہتے ہیں۔ اس لئے زنا کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' زنا حرام ہے' اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِیْلًا۔"

(بنی اسرائیل)

کہ تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ تو سخت بے حیائی اور بہت برا طریقہ ہے۔

پھر کہنے لگا۔ سود کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔سود کا روپیہ حرام ہے تم اپنا اصل روپیہ لے سکتے ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا۔"

کہ اے ایمان والو' خدا سے ڈرو' اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو'

پھر کہنے لگا کہ شراب کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ شراب کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ" مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ (مائدہ)

کہ اے ایمان والو! شراب' جوا' انصاب' ازلام ناپاک ہیں۔ شیطان کے کام ہیں' ان سے بچا کرو' تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

دوسرے دن عبد یعلیل نے نبی ﷺ کو کہا ہم آپ کی باتیں تو مان لیں گے۔ لیکن ربہ جس دیوی کی ہم پوجا کرتے ہیں اس کو کیا کریں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو گرا دو۔ وفد کے لوگوں نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ اگر ربہ کو خبر ہو گئی کہ ہم اس کو گرانا چاہتے ہیں تو وہ ہم سب لوگوں کو تباہ کر ڈالے گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اچھا چلو' اس کے گرانے کی ذمہ داری ہم لیتے ہیں۔ میں کسی گرانے والے کو بھیج دوں گا۔ خیر یہ جتنے لوگ حاضر ہوئے تھے۔ سب مسلمان ہو کر اپنے وطن کو واپس لوٹ گئے۔ انہوں نے جاتے ہوئے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمارے لئے کوئی امام مقرر فرما دیجئے۔ ان میں سے ایک

شخص عثمان بن ابو العاص تھا۔ جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا اور چپکے چپکے قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہتا تھا۔ آپ نے اس کو ان کا امام مقرر کر دیا۔ وفد نے راستہ میں یہ مشورہ کیا۔ اپنا اسلام چھپا کر پہلے تو قوم کو مایوس کر دینا چاہئے۔ بھلا دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ جب یہ وطن پہنچے تو قوم نے کہا سناؤ کیا حال ہے۔ وفد نے کہا ہمیں ایک ایسے شخص سے واسطہ پڑا ہے۔ جو بڑا سخت خو ہے۔ انوکھی انوکھی باتوں کا حکم دیتا ہے' مثلاً لات عزیٰ کو توڑ دینا۔ تمام سودی روپیہ کو چھوڑ دینا' زنا اور شراب کو حرام سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔ قوم نے جب یہ باتیں سنیں' تو کہنے لگی کہ ہمیں لات عزیٰ کی قسم ہے۔ ہم تو ان باتوں کو کبھی بھی نہیں مانیں گے۔ وفد نے کہا اچھا پھر ہتھیاروں کو درست کرو' اور جنگ کی تیاری کرو۔ دو دن تک تو وہ اپنے آپ کو خوب تیار کرتے رہے۔ تیسرے دن وہ خود بخود ہی کہنے لگے کہ محمد ﷺ کے ساتھ ہم کیوں کر لڑ سکتے ہیں۔ سارا عرب اس کی اطاعت کر رہا ہے اور ہم اس کے ساتھ لڑائی کریں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ چلو خیر جو کچھ وہ کہتا ہے' اسے قبول کر لیں۔ یہ سن کر وفد نے کہا۔ سنو' خدا کی قسم ہم نے محمد ﷺ کو تقویٰ میں' وفا میں' رحم میں اور صدق میں۔ سب سے بڑھ کر پایا ہے' اور ہم کو اس سفر سے بڑی برکت حاصل ہوئی ہے۔ قوم نے وفد کو کہا تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا ہے' اور ہم کو رنج والم میں کیوں ڈالا ہے۔ وفد نے کہا۔ ہمارا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے۔ اس کے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ چند دن کے بعد نبی علیہ السلام کے بھیجے ہوئے آدمی حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے آ کر لات کو گرا دینے کی کارروائی کا آغاز کرنا چاہا۔ قوم کے تمام چھوٹے بڑے مرد و زن یہ تماشہ دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر نکل آئے۔ حضرت مغیرہ

بن شعبہؓ نے اس کو توڑنے کے لئے اتنی زور سے تیر چلایا کہ خود ہی گر پڑے یہ دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ رَبہ دیوی نے اسے گرا دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ اے لوگو! تم بہت ہی بے وقوف ہو۔ یہ پتھر کا ٹکڑا کیا کر سکتا ہے۔ خدا کی توحید کو تسلیم کرو اور اس کی بندگی کرو۔ پھر مندر کا دروازہ بند کر کے حضرت مغیرہؓ نے پہلے تو لات بت کو توڑا۔ پھر مندر کی عمارت کو مسلمانوں کے ساتھ مل کر تباہ و برباد کر دیا۔ مندر کا پجاری کہنے لگا کہ مندر کی بنیاد انہیں ضرور غرق کرے گی۔ حضرت مغیرہؓ نے یہ سنا تو ساری بنیاد کو بھی کھود ڈالا۔ اس طرح اس قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔ اس ضمن میں اس قسم کا ایک اور واقعہ سنئے۔

۹ حضرت عدی بن حاتم کا اپنا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے نام سے سخت نفرت تھی۔ کیونکہ میں عیسائی مذہب کا پیروکار تھا اور اپنی قوم کا سردار بھی تھا۔ میری قوم مال غنیمت کا ایک چوتھائی حصہ مجھے ادا کیا کرتی تھی۔ میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا۔ کہ میں سچے دین پر ہوں۔ اس لئے مجھے مسلمان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنے ایک آدمی کو کہہ رکھا تھا کہ دو بہترین اونٹ ہر وقت میرے مکان پر رکھا کرے اور جب اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر سنے تو مجھے فوری طور پر آگاہ کرے چنانچہ ایک دن وہ آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جناب مسلمان آرہے ہیں۔ جو کچھ آپ نے کرنا ہے کرلیں کیونکہ مجھے دور سے کچھ جھنڈے نظر آرہے ہیں۔ یہ سن کر میں نے اونٹ منگوائے بیوی بچوں اور مال و دولت کو لاد کر ملک شام کی طرف چل پڑا۔ میری بہن نبی ﷺ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام میں ہی پہنچی۔ اس نے آ کر مجھے اپنی رہائی کی ساری کیفیت سنائی

ہے۔میں نے اس سے پوچھا کہ اس شخص محمد ﷺ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ توجلدی اس کے پاس چلا جا' کیونکہ اگر وہ نبی ﷺ ہے۔ تو پھر تجھے سابقین کی فضیلت حاصل ہو جائے گی اور اگر وہ بادشاہ ہے۔ تو تب بھی اس کے پاس جانے سے تو ذلیل نہیں ہوگا۔ وہ تیرے ساتھ اچھا ہی سلوک کرے گا۔ حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ بہن کے مشورہ پر میں مدینہ منورہ آیا۔اس وقت نبی ﷺ مسجد میں تھے۔ میں نے جا کر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا۔تم کون؟ میں نے کہا کہ عدی بن حاتم آپ ﷺ نے مجھے ساتھ لیکر اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک بڑھیا ملی۔ اس نے آپ ﷺ کو ٹھہرالیا۔ آپ دیر تک اس کے پاس کھڑے رہے اور وہ اپنی کہانی آپ ﷺ کو سناتی رہی۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ گھر پہنچے۔ ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے میرے سامنے پھینک دیا اور فرمایا۔ کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا' نہیں' حضور آپ بیٹھیں فرمایا۔ نہیں' تم ہی بیٹھو' چنانچہ میں گدے پر بیٹھ گیا اور آپ ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ اب پھر میرے دل نے گواہی دی۔ یہ بادشاہ ہرگز نہیں ہے۔ اب نبی ﷺ نے فرمایا۔ اے عدی! کیا تم عیسائیوں کے رکوسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہو۔ میں نے کہا' ہاں۔ فرمایا' تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار کا چہارم حصہ لیا کرتے ہو۔ میں نے کہا ہاں' آپؐ نے فرمایا' ایسا کرنا تو تمہارے دین میں جائز نہیں ہے۔ میں نے کہا سچ ہے' اور دل میں کہا یہ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا۔ اے عدی! ہمارے دین میں داخل ہونے سے تم کو کون سا امر مانع ہے۔ صرف یہ کہ اس میں سبھی غریب لوگ ہیں۔ سنو! خدا کی قسم ان میں اس

قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص غریب نہیں رہے گا۔عدی اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ بات بھی مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن زیادہ ہیں۔حکومت اور سلطنت دوسری قوموں کے پاس ہے۔خدا کی قسم وہ وقت قریب آرہا ہے کہ جب تو سن لے گا کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چل کر مکہ کا حج کرے گی اور اسے کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور بابل کی سرزمین میں نوشیرواں کا سفید محل مسلمانوں کے ہاتھوں پر فتح ہوگا۔عدی بتاؤ لاالہ الااللہ کہنے میں تجھے کیا تامل ہے؟ کیا خدا کے سوا کوئی اور بھی معبود ہے۔حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ایک ایک بات میرے دل میں اترتی جارہی تھی۔آپ کی تقریر ختم ہونے کے بعد میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔میرے اسلام لانے سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے کھل اٹھا۔

یہ وہی عدیؓ ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے نفرت کرتے تھے اور پاس بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔آج خود بخود حاضر ہوکر آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرکے مسلمان ہوجاتے ہیں۔

○ اسی طرح حضرت عمرو بن العاصؓ جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا۔تاکہ مسلمانوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنانے کے لئے دوبارہ مکہ میں لے آئے۔چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعی اسلام بن کر جاتا ہے اور ہزاروں لوگوں کے مسلمان ہونے کی بشارت نبی ﷺ کی خدمت میں سناتا ہے۔حضرت خالدؓ بن ولیدؓ جو جنگ احد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمان کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا' اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا۔کچھ عرصہ بعد خود بخود حاضر

ہو کر مسلمان ہو جاتا ہے' اور لات و عزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے پاش پاش کرتا ہے' اور اسلامی فوج میں جرنیل کا درجہ پایا ہے' اور سیف اللہ کا لقب حاصل کرتا ہے۔ وہی سہیل بن عمروؓ جو حدیبیہ کے معاہدہ میں کفار کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا اور جس نے عہد نامہ میں اسم پاک محمد ﷺ کے ساتھ لفظ رسول اللہ ﷺ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبوی ﷺ کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسا زبردست خطبہ دیتا ہے۔ جس سے سینکڑوں لوگوں کے دل ایمان کے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔ وہی عمرؓ جو تلوار لے کر نبی ﷺ کا سر مبارک قلم کرنے کیلئے گھر سے نکلے تھے۔ وفات نبوی کے دن برہنہ شمشیر لے کر کہہ رہے ہیں کہ جو شخص یہ کہے گا' کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ میں اس کی گردن تن سے اتار دوں گا۔ وہی وحشی جس نے حضرت امیر حمزہؓ کو شہید کر کے ان کا کلیجہ نکالا تھا اور اعضا کاٹ دیئے تھے۔ کچھ دنوں بعد مسلمان ہو جاتا ہے اور شرم و ندامت سے نبی ﷺ کے سامنے نہیں آتا۔ بالآخر مسیلمہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے۔ وہی ابوسفیان بن حارث جو حقیقی چچا کا بیٹا ہو کر نبی ﷺ کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا۔ جذبہ توفیق الٰہی سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور مسلمان ہو جاتا ہے اور حنین کے میدان میں اکیلا ہی رکاب نبوی تھامے نظر آتا ہے۔ وہی ابوسفیان بن حرب جو سات سال تک برابر نبی ﷺ کے مقابلہ میں فوجیں لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ اسلام لا کر بخران کے عیسائی علاقہ میں حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ (رحمۃ اللعالمین)

غرضیکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں اس قسم کے بے شمار

قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص غریب نہیں رہے گا۔عدی اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ بات بھی مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن زیادہ ہیں۔حکومت اور سلطنت دوسری قوموں کے پاس ہے۔خدا کی قسم وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ جب تو سن لے گا کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چل کر مکہ کا حج کرے گی اور اسے کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور بابل کی سرزمین میں نوشیرواں کا سفید محل مسلمانوں کے ہاتھوں پر فتح ہوگا۔عدی بتاؤ لاالہ الااللہ کہنے میں تجھے کیا تامل ہے؟ کیا خدا کے سوا کوئی اور بھی معبود ہے۔حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ایک ایک بات میرے دل میں اترتی جارہی تھی۔آپ کی تقریر ختم ہونے کے بعد میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔میرے اسلام لانے سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے کھل اٹھا۔

یہ وہی عدیؓ ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے نفرت کرتے تھے اور پاس بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔آج خودبخود حاضر ہوکر آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرکے مسلمان ہوجاتے ہیں۔

۵ اسی طرح حضرت عمرو بن العاصؓ جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا۔تاکہ مسلمانوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنانے کے لئے دوبارہ مکہ میں لے آئے۔چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعی اسلام بن کر جاتا ہے اور ہزاروں لوگوں کے مسلمان ہونے کی بشارت نبی ﷺ کی خدمت میں سناتا ہے۔حضرت خالدؓ بن ولیدؓ جو جنگ احد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمان کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا،اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا۔کچھ عرصہ بعد خودبخود حاضر

ہو کر مسلمان ہو جاتا ہے' اور لات و عزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے پاش پاش کرتا ہے' اور اسلامی فوج میں جرنیل کا درجہ پایا ہے' اور سیف اللہ کا لقب حاصل کرتا ہے۔ وہی سہیل بن عمرؓ جو حدیبیہ کے معاہدہ میں کفار کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا اور جس نے عہدنامہ میں اسم پاک محمدﷺ کے ساتھ لفظ رسول اللہﷺ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبویﷺ کے بعد بیعت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسا زبردست خطبہ دیتا ہے۔ جس سے سینکڑوں لوگوں کے دل ایمان کے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔ وہی عمرؓ جو تلوار لے کر نبیﷺ کا سر مبارک قلم کرنے کیلئے گھر سے نکلے تھے۔ وفات نبوی کے دن برہنہ شمشیر لے کر کہہ رہے ہیں کہ جو شخص یہ کہے گا' کہ نبیﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ میں اس کی گردن تن سے اتار دوں گا۔ وہی وحشی جس نے حضرت امیر حمزہؓ کو شہید کر کے ان کا کلیجہ نکالا تھا اور اعضا کاٹ دیئے تھے۔ کچھ دنوں بعد مسلمان ہو جاتا ہے اور شرم و ندامت سے نبیﷺ کے سامنے نہیں آتا۔ بالآخر مسیلمہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے۔ وہی ابوسفیان بن حارث جو حقیقی چچا کا بیٹا ہو کر نبیﷺ کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا۔ جذبہ توفیق الٰہی سے آپﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور مسلمان ہو جاتا ہے اور حنین کے میدان میں اکیلا ہی رکاب نبوی تھامے نظر آتا ہے۔ وہی ابوسفیان بن حرب جو سات سال تک برابر نبیﷺ کے مقابلہ میں فوجیں لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ اسلام لا کر نجران کے عیسائی علاقہ میں حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ (رحمۃ اللعالمین)

غرضیکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں اس قسم کے بے شمار

واقعات موجود ہیں کہ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ جب انہوں نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی تو آپ کے جانثار ساتھی بن گئے اور ایسے جانثار ساتھی بنے کہ آج تاریخ ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ۲۳ سالہ زندگی میں اپنی مقدس تعلیم سے ایسا انقلاب برپا کر دیا۔ جو انقلاب پہلے تمام نبی مل کر بھی نہ کر سکے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنالیں۔ تاکہ ہماری دین [illegible] ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعونا [illegible] مدلله [illegible] العلمين

دسواں وعظ
مقام رسول
صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰے

اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَالْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ

بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِط

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِO

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

"وَاِذْ اَخَذَاللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذَالِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَ اَنَا مَعَکُمْ مِنَ الشَّاھِدِیْنَO فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذَالِکَ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَO" (پ۳سورۃ بقرۃ آخری رکوع)

اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا، کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دوں۔ پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے۔ جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتلائے تو تمہیں اس پر ایمان لانا اور اسکی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کیا تم اسی کے اقراری ہو؟ اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو۔ سب نے کہا ہاں! ہمیں اقرار ہے۔ فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ پس اس کے بعد جو پلٹ گیا وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں۔

دوستو! اور بزرگو!۔۔۔السلام علیکم!

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ مقام رسول ﷺ

۔۔۔۔آج میں آپ کے سامنے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بیان کروں گا' کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کونسا مقام عطا فرمایا ہے۔ حدیث میں آتا ہے' کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے تین سو تیرہ رسولوں کا انتخاب فرمایا۔ پھر تین سو تیرا میں سے پانچ رسول حضرت نوح علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت محمد ﷺ منتخب فرمائے' اور پھر ان پانچ میں سے ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا انتخاب فرمایا۔ ایک حدیث میں اس طرح آتا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰے كَنَانَةَ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰے قُرَيْشًا مِنْ كَنَانَةَ وَاصْطَفٰے مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ۔" (مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین)

کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل میں سے خاندان کنانہ کا انتخاب کیا اور کنانہ میں سے خاندان قریش کو منتخب فرمایا' اور قریش میں سے خاندان بنی ہاشم کو منتخب فرمایا' اور بنی ہاشم میں سے میرا انتخاب کیا۔ ایک مقام پر آپ نے یوں فرمایا ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَ خَيْرُهُمْ بَيْتًا۔" (مشکوٰۃ فضائل سید المرسلین)

کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ پھر اس بہترین مخلوق یعنی انسان کے اللہ تعالیٰ نے دو حصے کئے۔ عرب اور عجم۔ ان دونوں حصوں میں سے بہترین حصہ عرب میں

مجھ کو پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بہترین حصہ عرب کے قبائل بنائے اوران قبائل میں سے بہترین قبیلہ قریش کے اندر مجھ کو پیدا کیا۔ پھر اس بہترین قبیلہ کے گھر بنائے۔ ان گھروں میں سے بہترین گھر ہاشم میں مجھ کو پیدا کیا۔ پس میں ذات اور حسب میں تمام لوگوں سے بہتر ہوں۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے' کہ ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرمایا ہے۔ جو کہ کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔ اسی لئے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

حسبوں سوہنا نسبوں سوہنا سوہنا آنوں شانوں
عقلوں سوہنا شکلوں سوہنا سوہنا کل جہانوں

یہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا مقام بیان فرمایا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا جارہا ہے' کہ اے آدم علیہ السلام' اے نوح علیہ السلام' اے ابراہیم علیہ السلام' اے موسیٰ علیہ السلام' اے عیسیٰ علیہ السلام جب میں تم کو نبوت کا تاج پہنا کر دنیا میں بھیج دوں' اور تم اپنی نبوت کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہو۔ تو اسی دوران اگر میرا آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ تم میں تشریف لے آئے۔ تو تم نے اپنی نبوت چھوڑ کر میرے نبی پر ایمان لانا ہوگا۔ اے میرے انبیاء کی جماعت میرے نبی کی موجودگی میں تم نے اپنی رسالت کا پرچار نہیں کرنا۔ بلکہ میرے آخری نبی کی رسالت کا پرچار کرنا ہوگا۔ بتاؤ تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے' اور کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو؟ تو تمام انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ ہاں یا اللہ ہم سب اس بات کا اقرار کرتے ہیں' کہ اگر ہماری نبوت کے دوران تیرے آخری پیغمبر محمد ﷺ تشریف لے آئیں۔ تو ہم ان پر ضرور ایمان

لائیں گے اور ان کی ضرور امداد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم سب ایک دوسرے پر گواہ بن جاؤ اور میں بھی تم سب پر گواہ ہوں

"فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ O"

اب جو کوئی یہ اقرار کر کے بدل گیا۔ وہ فاسق ہو جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ محمد ﷺ کی موجودگی میں عام شخص تو درکنار کوئی نبی بھی اپنا سکہ نہیں چلا سکتا۔ اگر کوئی اپنا سکہ چلانے کی کوشش کریگا۔ تو وہ اللہ کے نزدیک جواب دہ ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے۔

"اَنَّ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنسخةٍ مِّنَ التَّوْرٰةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ نُسْخَةٌ" مِنَ التَّوْرٰةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرٰی بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عليه وَسَلم فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَالَكُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَ تَرَكْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ وَلَوْكَانَ مُوْسٰی حَيًّا وَ اَدْرَكَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ ۔" (مشکوۃ شریف)

کہ حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس تورات کا نسخہ لائے اور کہنے

لگے۔ یارسول اللہ ﷺ یہ ہے نسخہ تورات۔ آپؐ خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا اے عمر تجھ کو گم کرنے والیاں (عرب محاورے میں یہ فقرہ مقام تعجب پر بولا جاتا ہے) کیا تو دیکھتا نہیں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ غضبناک ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب آپ کے چہرہ کی طرف دیکھا تو کہنے لگے۔ حضور میں خدا اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں۔ کہنے لگے: "رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِا الْاسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" میں خدا تعالیٰ پر راضی ہوں۔ اس حال میں کہ وہ میرا رب ہے۔ اسلام پر راضی ہوں۔ اس حال میں کہ وہ میرا دین ہے' اور محمد ﷺ پر راضی ہوں۔ اس حال میں کہ وہ میرا نبی ہیں۔ نبی ﷺ نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اے عمر تم تورات پڑھتے ہو۔

"وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبِعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِىْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔"

خدا کی قسم آج اگر موسیٰ علیہ السلام آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرنی شروع کر دو تو سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے۔ ایک حدیث میں اس طرح آتا ہے' کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی اس وقت موجود ہوں تو جب تک میری اتباع نہ کریں' اور میری شریعت پر عمل نہ کریں۔ تو جنت میں نہیں جا سکتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے' کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع بھی جائز نہیں ہے۔ (حالانکہ وہ خدا کے سچے پیغمبر ہیں) تو پھر کسی غیر نبی کی اتباع کیسے جائز ہوگی۔ جو شخص آپ کی شریعت کے ہوتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام

کے دین کو اختیار کر لے۔ وہ تو سیدھے راستے سے گمراہ ہو جائے' اور جو اپنے اماموں اور پیروں کے قیاسوں کو قبول کر لے۔ (جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں) وہ کیوں نہ گمراہ ہوگا۔

تو ہاں! میں عرض کر رہا تھا' کہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا ہے وہ دوسرے کسی نبی کو نہیں عطا کیا گیا۔ قیامت کے ہولناک دن میں جب کہ تمام نبی شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے۔ اس وقت نبی علیہ السلام شفاعت کریں گے۔ اس واقعہ کو حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے' کہ قبروں سے اٹھنے کے بعد شدت ہول اور خوف کے سبب تمام کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہونگی' سب لوگ ننگے ہونگے۔ لیکن کوئی شخص کسی کی شرم گاہ کی طرف نظر نہیں ڈال سکے گا۔ سورج ایک میل کے فاصلہ پر کر دیا جائے گا۔ سورج کی گرمی کی وجہ سے تمام لوگوں کے جسم سے پسینہ جاری ہو جائے گا۔ کسی کے تو تلوے تر ہونگے' اور کسی کے ٹخنے پنڈلی زانو کمر سینہ تک پسینہ اور گردن تک حسب اعمال پسینہ چڑھ جائے گا۔ کفار منہ اور کانوں تک پسینہ میں غرق ہو جائیں گے' اور اس سے ان کو سخت تکلیف ہو رہی ہوگی۔ بھوک پیاس کی وجہ سے لوگ لاچار ہو جائیں گے' اور اپنا کوئی رہبر تلاش کرنے کا مشورہ کریں گے' جو کہ خدا تعالیٰ کے پاس ان کی شفاعت کر سکے' اور ان کی تمام مصیبتیں دور ہو جائیں۔ آخر کار لوگ شفاعت کی غرض سے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے' کہ اے ابوالبشر! آپ ہی وہ شخص ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' پھر فرشتوں سے سجدہ کروایا' رہنے کیلئے جنت میں جگہ عطا کی' تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے' پس آج ہماری شفاعت کیجئے۔ تاکہ خدا تعالیٰ ان مصائب سے نجات دے۔ آپ فرمائیں گے' کہ اللہ

تعالیٰ آج اس قدر غصہ میں ہے کہ ایسا کبھی نہ تھا' اور نہ آئندہ ہوگا۔ چونکہ میں ایک غلطی کر بیٹھا تھا۔ وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک درخت کے پھل کھانے سے روکا تھا۔ ''وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا'' لیکن باوجود ممانعت کے میں اس کو کھا بیٹھا۔ جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گئے۔ پس میں اس کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں۔ مجھ سے شفاعت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ اول پیغمبر ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے دنیا میں بھیجا تھا۔ پس لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے' اور کہیں گے کہ اے نوح آپ ہی وہ پیغمبر ہیں۔ جو سب سے پہلے انسانوں کی ہدایت کیلئے دنیا میں بھیجے گئے تھے' اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ''اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا'' شکرگزار بندہ کا لقب عطا فرمایا ہے۔ ہماری حالت زار کو دیکھ کر ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ فرمائیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ بہت غصے میں ہے کہ ایسے نہ کبھی تھا' اور نہ ہوگا۔ مجھ سے ایک لغزش ہو گئی تھی وہ یہ کہ میں خدا تعالیٰ سے اپنے مشرک بیٹے کی غرقابی کے وقت اسکی نجات کی دعا کر بیٹھا تھا۔

''وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ۔''

کہ یا اللہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ ہے کہ میں تیرے اہل کو بچا لوں گا۔ لہٰذا اس کو عذاب سے بچا لے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا:

''يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ

الْجَاهِلِيْنَ۔"

کہ اے نوح یہ تیرے اہل سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل نیک نہیں ہیں تو مجھ سے ایسی بات کا سوال نہ کرنا۔ جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ یہ بات میں تجھے اس لئے سمجھاتا ہوں' کہ جاہل لوگوں کی طرح رشتہ کی محبت میں آ کر کہیں تو بھی میری رحمت سے دور نہ جا پڑے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے نیکی کے سوا اور کسی قسم کے رشتوں کی پرواہ نہیں ہے۔ پس میں اللہ تعالیٰ سے آج خوف محسوس کر رہا ہوں۔ میں تمہاری شفاعت نہیں کر سکتا۔ تم حضرت ابراہیم کے پاس چلے جاؤ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے' اور کہیں گے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو "وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا" خلیل کے لقب سے نوازا ہے۔ نار نمرود کو آپ کیلئے (برداً وسلاماً) ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا تھا۔ پس آپ ہماری شفاعت کیجئے۔ تاکہ تمام تکالیف سے ہماری رہائی ہو جائے۔ آپ فرمائیں گے' کہ آج اللہ تعالیٰ اتنے غصے میں ہے کہ نہ کبھی ایسا ہوا اور نہ کبھی ہو گا۔ مجھ سے دنیا میں بظاہر تین جھوٹ سرزد ہو گئے تھے جن کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں۔ ایک تو اس وقت جب کہ میری قوم کے لوگ اپنی عید کے دن عمدہ عمدہ کھانے پکا کر اپنے بتوں کے سامنے رکھ کر بت خانے کا دروازہ بند کر کے عید منانے کیلئے نہایت شان و شوکت سے باہر چلے تھے تو مجھے کہنے لگے تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ تو میں نے "فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ" ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا تھا' میں بیمار ہوں۔ دوسرا اس وقت جب کہ وہ لوگ باہر چلے گئے تھے۔ تو میں کلہاڑا پکڑ کر بت خانہ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا' اور بتوں سے کہنے

لگا۔ ”فَقَالَ اَلَا تَاکُلُوْنَ مَالَکُمْ لَاتَنْطِقُوْنَ“ کہ جو کھانے تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو تم کیوں نہیں کھاتے۔ جب انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ تو میں نے ان کو کہا مجھ سے بولتے کیوں نہیں۔ جب اس پر بھی وہ خاموش رہے تو میں نے ”فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ“ بڑے بت کے سوا تمام کو توڑ ڈالا' اور کلہاڑے کو اس کے کندھے پر رکھ دیا' اور دروازہ کو اسی طرح بند کر کے گھر آ گیا۔ کفار جب اپنی عید کر کے واپس آئے۔ تو اس ماجرے کو دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے' اور اس فعل کے مرتکب کی تلاش میں ہو گئے۔ ان میں سے بعض کہنے ۔ ”قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ“ کہ ہم نے ایک نوجوان لڑکے کو بتوں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے' اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام بھی اسی کا ہے۔ ”قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ“ اس کو بلا کر پوچھو تو سہی کہ کیا یہ اسی کا کام ہے۔ چنانچہ مجھے بلایا گیا' اور کہنے لگے۔ ”قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرَاهِيْمُ“ کہ اے ابراہیم! ہمارے معبودوں کو تم نے توڑا ہے؟ تو میں نے ان کے سوال کے جواب میں کہا' نہیں' ”بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ“ بلکہ تمہارے اس بڑے بت نے ان کو توڑا ہے۔ یہ اپنی حقیقت حال خود ہی بیان کر دیں گے۔

تیسرا جھوٹ اس وقت جب میں اپنے شہر کو چھوڑ کر حران میں اپنے چچا کے پاس چلا گیا' اور وہاں جا کر اپنی چچا زاد بہن سارہ سے شادی کر لی' اور پھر یہاں سے بھی بوجہ مخالفت دینی چچا سے جدا ہو کر اپنی بیوی سارہ کو اپنے ساتھ لے کر مصر کی طرف ہجرت کی۔ اس وقت مصر میں ایک ظالم بادشاہ تھا۔ جو ہر خوب صورت عورت کو پکڑ لیتا تھا۔

اگر عورت اپنے شوہر کے ساتھ ہوتی تھی تو اس کو قتل کرا دیتا تھا اور اگر عورت کے ساتھ اس کا کوئی اور وارث ہوتا تھا تو اس کو کچھ دے دلا کر راضی کر لیتا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو ان واقعات کو سن کر حیران ہو گیا۔ اتنے میں اس ظالم بادشاہ کے سپاہیوں نے آ کر مجھ سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ والی عورت تمہاری کیا لگتی ہے تو میں نے کہا یہ میری بہن ہے اور میں نے اپنی بیوی سارہ کو سمجھا دیا کہ اگر تم سے کوئی سوال کرتے تو تم بھی کہہ دینا یہ میرا بھائی ہے۔

نوٹ:۔ یہاں میں اس بات کا ازالہ کرتا جاؤں کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو تین جھوٹ بولے ہیں۔ وہ شرعی اصطلاح میں توریہ کہلاتے ہیں اور وہ تھے بھی صرف اللہ کی رضا کیلئے اور اللہ کی رضا کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ دو مسلمان بھائی اگر آپس میں ناراض ہو گئے ہوں تو ان کے درمیان صلح کرانے کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے اور فرمائیں گے کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنا کلیم بنایا ہے۔ پس لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے موسیٰ آپ ہی وہ شخص ہیں۔ جن سے بغیر کسی واسطہ کے خدا تعالیٰ نے گفتگو کی اور توریت اپنے دست قدرت سے لکھ کر آپ کو عطا کی۔ ہماری شفاعت کر دیجئے۔ تاکہ ہم آج کی مصیبت سے رہائی پا سکیں۔ آپ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج انتہائی غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے نہ کبھی اتنا ہوا ہے اور نہ بعد میں ہوگا۔ میرے ہاتھوں خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک آدمی مارا گیا تھا

"وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ O"
(پ ۲۰ سورت قصص)

ہوا یہ کہ میں شہر میں ایسے وقت پہنچا۔ جب کہ لوگ بے خبر تھے۔ وہاں میں نے دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا۔ ایک تو میری اپنی قوم کا تھا' اور دوسرا فرعونی تھا۔ میں نے اپنی قوم کی حمایت میں آ کر فرعونی کو ایک مکا مار دیا۔ جس سے وہ موقعہ پر ہی ہلاک ہو گیا۔ حالانکہ میری نیت اس کو ہلاک کرنے کی نہیں تھی۔ میں آج اپنی اس غلطی پر نادم ہوں' اور اس کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں۔ لہذا میں شفاعت کرنے سے معذور ہوں۔ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے' اور کہیں گے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح اور کلمہ کہا۔ جبرائیل علیہ السلام کو آپ کا رفیق بنایا۔ آیات بینات آپ کو عطا کیں۔ آج ہماری شفاعت کیجیے تاکہ اللہ تعالیٰ ان مصائب سے ہم کو نجات دے دے۔ آپ فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج کے دن اس قدر برسر غضب ہے' کہ نہ کبھی ایسا ہوا تھا' اور نہ ہو گا۔ چونکہ میری امت نے کبھی تو مجھے خدا کا بیٹا قرار دیا' اور کبھی عین خدا کر دیا۔ پس میں ان اقوال کی تحقیقات کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں اور تاب شفاعت نہیں رکھتا۔ البتہ تم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ جو کہ آخری نبی اور معصوم عن الخطاء ہیں۔ چنانچہ پھر لوگ نبی ﷺ کے پاس آ کر کہیں گے کہ اے محمد ﷺ آپ محبوب خدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

"لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" کا مژدہ سنایا ہے اور آپ کو ختم نبوت کا تاج پہنایا ہے۔ آپ ہی خدا تعالیٰ کے دربار میں ہماری شفاعت کر دیجئے۔ اگر آپ نے بھی ہم کو نفی میں جواب دے دیا۔ تو پھر ہم کس کے پاس جائیں گے۔ آپ فرمائیں گے' کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہی اس لائق بنایا ہے' کہ تمہاری شفاعت کر سکوں۔ چنانچہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں گے اور عرش تلے آ کر اپنے رب عزوجل کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ سات دن تک آپ مسلسل سجدہ میں رہیں گے' اور خدا تعالیٰ کی وہ حمد و ثنا بیان کریں گے۔ جو کہ اولین و آخرین میں سے کسی نے بھی نہ کی ہو گی۔ پھر حکم ہو گا۔ اے محمد ﷺ سر کو اٹھاؤ جو کہو گے سنوں گا' جو مانگو گے دوں گا' شفاعت کرو گے تو قبول کروں گا۔ پھر آپ اپنا سر مبارک سجدہ سے اٹھا کر فرمائیں گے کہ اے اللہ تو نے بذریعہ جبرائیل مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن جو تو چاہے گا سو دوں گا پس میں اس عہد کا ایفا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اے میرے نبی ﷺ جبرائیل نے جو پیغام پہنچایا تھا وہ بالکل بجا اور درست تھا۔ آج میں بے شک تجھ کو خوش کروں گا' اور تیری شفاعت قبول کروں گا۔ پھر آپ کو فرمایا جائے گا کہ جاؤ مخلوق خدا میں سے جس نے ایک دن بھی خلوص کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" کی گواہی دی ہو' اور پھر اس پر فوت ہوا ہو اس کو جنت میں پہنچا آؤ۔ بعض احادیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ کو قیامت کے دن کچھ اس قسم کے اعزاز ملیں گے۔ جن میں آپؐ کا کوئی شریک نہیں ہو گا۔ مثلاً سب سے پہلے آپؐ ہی کی قبر شق ہو گی' اور آپؐ سواری پر سوار ہو کر محشر کی طرف جائیں گے۔ آپؐ کا ایک جھنڈا ہو گا جس کے نیچے آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کے تمام نیک لوگ ہونگے۔ آپؐ کو حوض کوثر ملے

گا۔ جس پر سب سے زیادہ لوگ وارد ہونگے۔ سب سے پہلے آپؐ ہی کی امت کے فیصلے ہونگے۔ آپؐ ہی صاحب وسیلہ ہیں جو جنت کی سب سے اعلیٰ منزل ہے۔ آپؐ ہی شفاعت ہوگی جب کہ سب نبی انکار کر دیں گے۔ آپؐ شفاعت بھی ان لوگوں کی فرمائیں گے۔ جن کے حق میں حکم ہو چکا ہوگا کہ ان کو جہنم میں پھینک دو۔ آپ کی شفاعت سے کم درجے کے جنتی اعلیٰ اور بلند درجات حاصل کرلیں گے۔

اس حدیث سے سے اندازہ لگائیں کہ قیامت کے انتہائی زیادہ ہولناک دن میں محمد رسول ﷺ کے سوا کوئی نبی بھی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ تو پھر کیوں نہ ہم ابھی سے ہی محمد ﷺ کا سچے دل سے دامن پکڑ لیں' اور اپنے ہر عمل اور فعل میں آپؐ کے فرمان کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنالیں۔ اس کے برعکس آج ہم نے نبی علیہ السلام کے مقام پر کئی دوسرے بزرگ کھڑے کر رکھے ہیں۔ کوئی اپنے آپ کو حنفی کہلاتا ہے' کوئی شافعی کہلاتا ہے' کوئی حنبلی اور کوئی مالکی کہلاتا ہے اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ بڑے فخر سے ہم اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ غیر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ میں ان سے جنہوں نے اپنی نسبتیں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ غیروں کے ساتھ ملا رکھی ہیں۔ سوال کرتا ہوں کہ کیا تم کو نبی علیہ السلام اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ آپ میں تم کو کونسا عیب نظر آیا ہے۔ جس کی وجہ سے تم نے اپنی نسبت آپ سے ہٹا رکھی ہے۔ یہاں کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

کیڑا نقص تساں نبی وچہ ڈٹھا تے نسبت نبیوں توڑی
تے نسبت توڑ مدینے ولوں غیراں ذہے دل جوڑی

میں تمام مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں' کہ آیئے۔ آج بھی سے ہم

اپنی نسبت اور اپنا صحیح تعلق رسول اللہ ﷺ سے جوڑ لیں۔تاکہ کل قیامت کے دن آپ ہمیں اپنے ساتھ لے کر جنت کی طرف روانہ ہوں۔جس وقت کوئی دوسرا ہمارے کام نہیں آئے گا۔

یاد رکھئے! جب کسی نکمی چیز کی نسبت کسی اعلیٰ چیز کے ساتھ ہو جاتی ہے۔تو نکمی چیز کی قسمت کو بھی چار چاند لگ جاتے ہیں۔مثلاً یہ مٹی جسے ہم رات دن اپنے پاؤں تلے ملتے رہتے ہیں۔اس کو اگر کوئی شخص اپنی دکان پر رکھ کر پانچ دس روپے من فروخت کرے تو کوئی بھی خریدنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔لیکن اس مٹی کی نسبت جب گندم کے ساتھ ہو جاتی ہے۔تو جو بھاؤ گندم کا ہوگا۔وہی اس مٹی کا ہوگا۔گندم اگر پچاس روپے من بکے گی تو مٹی بھی اسی بھاؤ تل کر ساتھ جائے گی۔مٹی کی قیمت پچاس روپے من کیوں ہوئی۔صرف اس لئے کہ اس نے اپنی نسبت اور اپنا تعلق ایک اعلیٰ چیز گندم کے ساتھ پیدا کر لیا تھا۔ دوستو اور عزیزو! اگر مٹی اپنا تعلق گندم کے ساتھ جوڑ کر اعلیٰ شان حاصل کر سکتی ہے؟ تو کیا ہم اپنی نسبت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جوڑ کر اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ مقبول نہیں بن سکتے۔؟ یقیناً بن سکتے ہیں' اور اس چیز کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔''

اگر تم میری رضامندی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہتے ہو۔تو اس کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے' کہ میرے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کر لو۔آپ کے طریقے اور سنت کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا محبوب بنانا چاہے۔ تو یہ ہرگز نہیں بن سکتا۔

دیکھ لیجئے! اسلام لانے سے قبل حضرت بلالؓ کی کیا حیثیت تھی؟ کوئی شخص ان کو تھوڑے سے پیسوں میں بھی خریدنے کو تیار نہیں تھا۔ لیکن جب انہوں نے دامن رسول پکڑ کر اپنی نسبت اور اپنا تعلق رسول اللہ ﷺ سے پیدا کیا۔ تو پھر اسی بلالؓ کو جنت کی حوریں چاہنے لگ گئیں اور پھر کمال یہ ہے' کہ چلتے زمین پر ہیں' اور پاؤں کی آہٹ آسمانوں پر پہنچتی ہے۔ ہمارا بھی آج دعوی ہے' کہ ہم محب رسول ﷺ ہیں۔ خدا کی قسم! اگر واقعی ہم صحیح محب رسول ﷺ ہوں۔ تو پھر ہمیں آپ کے علاوہ دنیا کا کوئی دربار بھی اچھا نہ لگے۔

تو ہاں میں عرض کر رہا تھا' کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو وہ مقام عطا فرمایا ہے۔ جو کہ کسی کو بھی نہیں دیا گیا۔ کل قیامت کے انتہائی ہولناک دن میں اگر کوئی شخصیت شفاعت کرے گی۔ تو وہ صرف آپ کی شخصیت ہو گی۔ ایک اور حدیث سنئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قیامت کو میں اپنی امت کو ساتھ لے کر جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ اندر سے آواز آئے گی۔ "مَنْ اَقْرَعُ الْبَابَ" دروازہ کھٹکھٹانے والا کون ہے۔ تو میں کہوں گا۔

میں محمد ﷺ میں محمد ﷺ آمنہ دا جایا
جلدی دروازہ جنت کھولو میں امت نال لیایا

فوراً دروازہ کھل جائے گا' اور جنت کا دربان کہے گا' کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا تھا' کہ جب تک محمد رسول اللہ ﷺ تشریف نہ لائیں۔ اس وقت تک تم نے دروازہ نہیں کھولنا۔

دوستو! یہاں مقام غور ہے' کہ آدم علیہ السلام جنت کا دروازہ نہیں کھلوا سکیں

گے۔نوح علیہ السلام نہیں کھلوا سکتے۔ابراہیم علیہ السلام نہیں کھلوا سکتے۔موسیٰ علیہ السلام نہیں کھلوا سکتے۔عیسیٰ علیہ السلام نہیں کھلوا سکتے۔غرضیکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھی آ جائیں۔تو پھر بھی جنت کا دروازہ نہیں کھلوا سکیں گے۔جنت کے دروازے کو کھلوانے کا اگر کسی کو حق ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو ہے' اور کسی کو نہیں۔دعا کریں۔اللہ تعالیٰ ہم کو بھی جنت میں نبی ﷺ کی رفاقت نصیب فرمائے۔آمین

آیئے اب آپ کو ذرا بیت المقدس کی طرف لے چلوں۔نبی ﷺ جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں جب معراج کے سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں بیت المقدس ٹھہرے۔وہاں آپ نے ایک بہت بڑا جم غفیر دیکھا۔جبرائیل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کو بتایا' کہ یہ یارسول اللہ ﷺ یہ تمام لوگ آپ سے پہلے مبعوث شدہ پیغمبر ہیں۔جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے تمام انبیاء کا تعارف کرایا۔تعارف کے بعد وہاں آذان ہو جاتی ہے۔اذان کے بعد اب جماعت کے متعلق چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں' کہ دیکھیں آج جماعت کرانے کا شرف کس کو حاصل ہوتا ہے۔کوئی سوچ رہا ہے' کہ آج تمام انبیاء کی جماعت آدم علیہ السلام کرائیں گے۔کیونکہ آپ سب کے باپ ہیں۔کوئی سوچ رہا ہے کہ نوح علیہ السلام جماعت کرائیں گے۔کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق سوچ رہا ہے۔کوئی موسیٰ علیہ السلام کے متعلق غرضیکہ سب ایک دوسرے کے متعلق سوچ رہے ہیں۔کہ دیکھیں آج یہ مقام کس کو حاصل ہوتا ہے۔ابھی آپس میں باتیں ہی ہو رہی تھیں' کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو پکڑ کر آگے مصلے پر کھڑا کر دیا' اور فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی شخص مصلے پر کھڑے ہو کر جماعت نہیں کرا سکتا۔اس کی تائید اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی فرما

دی ہے۔ ”وَاِذَا کُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ“

کہ اے میرے نبی جب آپ ان میں تشریف فرما ہوں۔ تو پھر آپ ہی ان کی امامت کیا کریں۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں)

مقام غور ہے۔ بیت المقدس میں نبی علیہ السلام کی موجودگی میں آدم علیہ السلام جماعت نہیں کرا سکتے۔ نوح علیہ السلام نہیں کرا سکتے۔ ابراہیم علیہ السلام نہیں کرا سکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نہیں کرا سکتے۔ عیسیٰ علیہ السلام جماعت نہیں کرا سکتے۔ حتیٰ کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی بھی جماعت نہیں کرا سکتا۔ تو اور کسی کی کیا مجال ہے' کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مصلے پر کھڑا ہو کر جماعت کرا سکے۔

میں اپنے ان دوستوں کو مودبانہ گزارش کرتا ہوں۔ جن کا یہ عقیدہ ہے' کہ آپ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ آپ کو ہر جگہ حاضر ناظر بھی سمجھنا اور پھر نماز کی باری خود مصلے پر کھڑے ہو کر جماعت کرا دینا کیا یہ گستاخی نہیں ہیں۔ خدارا ایسے عقیدہ سے باز آ جایئے نہیں تو اپنے مصلوں کو خالی کر دیجئے۔ کیونکہ تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ کے حاضر ناظر ہوتے ہوئے تم جماعت کراؤ۔ میں حیران ہوں' کہ پتہ نہیں ان لوگوں نے یہ مسئلہ کہاں سے نکال لیا ہے' کہ آپ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ سنئے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اگر رسول اللہ ﷺ حاضر ناظر ہوتے تو ابوبکر صدیقؓ خلیفہ نہیں بن سکتے' عمر فاروقؓ خلیفہ نہیں بن سکتے' عثمان غنیؓ خلیفہ نہیں بن سکتے' علی مرتضیٰؓ خلیفہ نہیں بن سکتے' کیونکہ نبی ﷺ کی موجودگی میں خلافت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خلیفہ بنتا ہی اس وقت ہے جب اصل موجود نہ ہو۔ ان صحابہؓ کا خلیفہ بننا اس بات کا بین ثبوت ہے' کہ رسول اللہ ﷺ حاضر ناظر نہیں ہیں۔

ذرا اور سنئے! رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں شاہ خالد سعودی عرب کا بادشاہ نہیں بن سکتا۔ اگر رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں تو جناب ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کے صدر نہیں بن سکتے' آپ کے ہوتے ہوئے اگر یہ لوگ اپنے آپ کو بادشاہ یا صدر کہلائیں گے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کسی کا بادشاہ یا صدر بننا یہ آپ کی توہین ہے۔ آج ہی اپنے اس عقیدہ سے باز آ جائیں۔ کہیں کل قیامت کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر آپ کی گستاخی کے جرم عظیم میں سزا نہ بھگتنا پڑ جائے۔

تو ہاں میں عرض کر رہا تھا' کہ رسول اللہ ﷺ کا مقام سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی شخصیت بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں' کہ میں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کَیْفَ عَلِمْتَ اَنَّکَ نَبِیٌّ۔ آپ نے اپنی نبوت کو کس طرح پہنچانا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے ابوذر میں بطحاء مکہ میں تھا' کہ میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ایک تو زمین پر اتر آیا۔ اور دوسرا آسمان اور زمین کے درمیان رہا۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا "اھو ھو" کیا یہ وہی ہے۔ دوسرے نے کہا ہاں پھر اس نے کہا اچھا اس کا آدمی کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ میرا وزن کیا گیا۔ میں اس آدمی سے بھاری رہا۔ پھر اس نے کہا اب دس آدمیوں کے ساتھ اس کا وزن کرو۔ چنانچہ پھر میرا دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا گیا۔ میں دس آدمیوں سے بھی بھاری نکلا۔ تو پھر اس نے کہا اب سو آدمیوں کے ساتھ اس کا وزن کرو۔ پھر میرا سو کے ساتھ وزن کیا گیا میں پھر بھی بھاری رہا۔ پھر اس نے کہا اب اس کا ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن

کرو۔ میں ہزار سے بھی بھاری رہا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہزار آدمیوں والا پلڑا اتنا اوپر اٹھ گیا، کہ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں یہ مجھ پر ہی نہ گر جائیں۔ اس کے بعد ان دونوں فرشتوں میں سے ایک نے کہا کہ اگر تم اس کو اس کی ساری امت کے ساتھ بھی تو لو۔ تو یہ پھر بھی سب سے بھاری ہوگا۔

(مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین)

اب اس حدیث کو سامنے رکھ کر ذرا غور کریں کہ ترازو کے ایک پلڑے میں نبی ﷺ ہیں اور دوسرے پلڑے میں تمام صحابہ کرامؓ تمام تابعین تمام اولیاء کرام تمام ائمہ عظام حتیٰ کہ آپ کی ساری امت ہے۔ تو پھر بھی آپ کا مرتبہ اور مقام سب سے بھاری ہے۔ جب آپ کا مقام اپنی ساری امت کے افراد سے بھاری ہے۔ تو پھر آپ کے مقابلہ میں آپ کے کسی امتی کو کھڑا کرنا چہ معنی دارد۔

ہمیں کہا جاتا ہے کہ اہل حدیث نبی ﷺ کی شان نہیں جانتے۔ آپ کو اپنے بڑے بھائی جتنا سمجھتے ہیں۔ آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ جماعت اہل حدیث کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا کیا مقام ہے۔ خدا کی قسم! ایک طرف ساتوں زمینیں اپنی ساری مخلوق سمیت اور ساتوں آسمان اپنی ساری مخلوق سمیت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے نبی اور انکے تمام صحابہ کرام۔ پھر نبی علیہ السلام کے ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرامؓ پھر تمام اولیاء کرام تمام آئمہ عظام غرضیکہ خدا کی ساری خدائی ایک طرف اور محمد ﷺ ایک طرف تو خدا کی ساری خدائی مل کر بھی رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور جو شخص نبی علیہ السلام کو اپنے بڑے بھائی جتنا مقام دیتا ہے۔ جماعت اہل حدیث اس کو کافر اور بے ایمان سمجھتی ہے۔ عزیز یہ کیسے ہوسکتا ہے،

کہ رسول اللہ ﷺ کو بڑے بھائی جتنا سمجھا جائے۔ بڑے بھائی سے بعض اوقات لڑنا بھی پڑ جاتا ہے۔ بڑے بھائی سے بعض دفعہ قطع تعلقی بھی کرنا پڑ جاتی ہے۔ بڑے بھائی میں لاکھوں گناہ اور لاکھوں قسم کے عیب ہوتے ہیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایسی شخصیت ہیں کہ ان سے لڑنا تو درکنار قطع تعلقی تو درکنار عیب نکالنے تو درکناران کی شان میں گستاخی کا خیال کرنے سے ہی انسان کافر ہو جائے گا۔ کون ہے ایسا بدبخت انسان جو آپ کو اپنے بڑے بھائی جتنا سمجھ کر خسر الدنیا والاخرہ ہو جائے۔ ہمیں نبی علیہ السلام کا گستاخ کہنے والوں سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا رسول اللہ ﷺ کی شان اسی کا نام ہے کہ آپ کو خدا سمجھا جائے یا اللہ کا ہم سر سمجھا جائے یا آپ کو نور من نور اللہ' عالم الغیب' حاضر ناظر' مختار کل' سمجھا جائے۔ اگر شان اسی کا نام ہے۔ تو پھر یہ تمہیں ہی مبارک ہو۔ سنئے نبی ﷺ کو نور من نور اللہ' عالم الغیب' حاضر ناظر' مختار کل کہنا نبی علیہ السلام کی شان نہیں ہے بلکہ توہین ہے۔ کیونکہ اس قسم کے القاب دے کر آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔ عالم الغیب حاضر ناظر مختار کل ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے ہی خاصے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر اس کی وضاحت بھی فرمادی ہے۔ جماعت اہل حدیث نبی ﷺ کا شان اس طرح بیان کرتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان کیا ہے یا نبی ﷺ نے خود بیان کیا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان قرآن و حدیث کی روشنی میں میں پہلے کچھ بیان کر چکا ہوں۔

اب ذرا آگے چلئے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے جس نبی کو بھی بلایا ہے اس کا نام لیکر بلایا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو جب بلایا تو آپ کا نام

نہیں کیا بلکہ بہترین القاب سے بلایا۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو بلایا۔ تو فرمایا: "یا اٰدمُ اسکُنْ انتَ وَ زَوْجُکَ الْجنَّۃَ" اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔ نام لیکر بلایا۔ نوح علیہ السلام کو بلایا تو فرمایا: "یٰنُوحُ اِنَّہ، لَیسَ مِنْ اَھلِکَ اِنَّہٗ عملٌ غیرُ صالحٍ" اے نوح علیہ السلام تیرا بیٹا تیرے اہل سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے عمل نیک نہیں ہیں۔ نام لیکر بلایا۔ زکریا علیہ السلام کو بلایا تو نام لیکر "یٰزکریّا اِنّا نُبَشِّرُكَ بِغُلامِ نِ اسْمُہ، یحیٰ" یحیٰ علیہ السلام کو بلایا تو نام لیکر "یا یحیٰ خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ" ابراہیم علیہ السلام کو بلایا تو نام لیکر "یا اِبرَاھِیمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّوْیا" موسیٰ علیہ السلام کو بلایا تو نام لے کر "یا مُوسٰی اِنّی انا رَبُّکَ" عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا تو نام لیکر "یا عیسیٰ اِنّی مُتَوَفِّیْکَ رَافِعُکَ اِلَیَّ" غرضیکہ ہر نبی اور رسول کو جب بھی خدا تعالیٰ نے پکارا تو نام لیکر پکارا۔ مگر ہمارے پاک پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کو بلایا تو نام لیکر نہیں بلایا "یا محمد۔ یا احمد" کہہ کر نہیں پکارا۔ بلکہ کبھی "یا اَیُّھا النَّبِیُّ" کہہ کر۔ کبھی "یا اَیُّھا الْمُزَمِّلُ" کہہ کر۔ کبھی "یا اَیُّھا الْمُدَثِّرُ" کہہ کر بڑے پیارے انداز سے بلایا، اور ہمارے لئے بھی ایک مثال قائم کر دی، اور ہمیں سمجھا دیا، کہ جس طرح میں نے اپنے نبی کو اس کے ذاتی نام سے نہیں پکارا۔ اس طرح تم بھی میرے نبی کو اس کا ذاتی نام لیکر نہ پکارنا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے احترام کا ایک قانون جاری کیا ہے۔

"یا اَیُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلا تَجْھَرُوْا لَہ، بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ

تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ۔" (پ ۲۶ سورہ حجرات)

اے ایمان والو! میرے نبی کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرو اور میرے نبی کو اس طرح اونچی اونچی آوازوں سے نہ بلاؤ۔ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ اگر تم نے اس طرح کیا تو یاد رکھنا تمہارے تمام اعمال تباہ و برباد کر دوں گا۔

حدیث میں آتا ہے۔ جب یہ آیت اتری تو صحابہ کرامؓ نبی علیہ السلام کی محفل میں بیٹھ کر آپس میں اتنی آہستہ بات کرتے تھے کہ ان کو سمجھنی مشکل ہو جاتی تھی۔ وہ سوچتے تھے کہ ہماری آواز کہیں آپ کی آواز سے اونچی ہو کر ہمارے اعمال نہ تباہ ہو جائیں۔ لیکن آج ہمارا کیا حال ہے۔ ہم نبی ﷺ کو اپنے پاس حاضر ناظر بھی سمجھتے ہیں' اور پھر زور زور سے یا محمد ﷺ اور یا رسول اللہ ﷺ کے نعرے بھی لگاتے ہیں۔ کیا ہمارے اس طرح کرنے سے آیت کی مخالفت نہ ہو گی اور عمل ضائع نہ ہو جائیں گے؟ صحابہ کرامؓ تو آپ کے پاس بیٹھ کر اونچی آواز نہ نکالیں اور ہم آپ کو اپنے پاس سمجھ کر گلا پھاڑ پھاڑ کر پورے زور سے آوازیں نکالیں' یہ کہاں کا انصاف ہے۔

دوستو اور عزیزو! اگر سچ پوچھو تو نبی علیہ السلام کی شان اور مقام دراصل صحابہ کرامؓ ہی جانتے تھے۔ جنہوں نے آپ کی اک اک ادا پر قربان ہونا اپنا جزو ایمان سمجھ رکھا تھا۔ آیئے ذرا میں یہ بھی بتلاتا جاؤں کہ صحابہ کرامؓ نبی علیہ السلام کو کیا مقام دیتے تھے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں' کہ ایک دفعہ چاند کی چودھویں تاریخ کو رات کے وقت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا' کہ آج میں یہ موازنہ کروں کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ خوب صورت ہیں۔ یا چاند زیادہ خوبصورت ہے۔

روایت کریندا ہے جابر سونہارا
کہ میں اک راتیں ڈٹھا محمد ﷺ پیارا
چنوں چودھویں سی تے کوئی کوئی سی تارا
میں دوہاں نوں دیکھاں دوبارہ دوبارہ
خدادی قسم چند مدھم دسیایا
محمد دا چہرہ سوہنا نظر آیا

فرماتے ہیں، کہ میں کبھی آسمان کے چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھتا۔ تو خدا کی قسم مجھے آسمان کے چاند سے رسول اللہ ﷺ زیادہ خوبصورت نظر آئے۔ صحابہ کرامؓ نبی علیہ السلام کے چہرہ کو مختلف چیزوں سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ مولانا صمصام صاحب نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

میں صدقے سوہنا مکھڑا
جگ دیکھنے دا بکھڑا
ویکھاں تے کٹ جائے دکھڑا
ہو دے ہرا دل سکھڑا
ٹھر جان آکھیاں میریاں
جو سفدیاں نے گھیریاں
کوئی چہرے نوں تلوار کہے
تلوار دی کوئی دھار کہے
کوئی بجلی دا لشکارا کہے
کوئی بدر دا چمکارا کہے

میں چند کہاں انصاف نہیں
چند داتے چہرہ صاف نہیں
چند آپ بھکھا دید دا
بج لا کے آوے عید دا
ایتھے چن نوں پچھدا کوں ایں
سورج دی نیویں دھون ایں
اک واری جس نے تکیا
مڑ کے نہیں اوہ اٹھ سکیا
پیا نیم بسمل تڑفدا
جھلیا وار نہ اک جھڑفدا
جا پچھ لے حبشی بلال نوں
جس ڈٹھا ای میرے لال نوں

یہ تھی صحابہ کرامؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نبی ﷺ کی پکی اور سچی محبت عطا فرمائے اور صحیح طریقے سے آپ کا مقام سمجھنے کی توفیق دے۔

آخر میں میں پھر اپنی پہلی بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ جو مقام اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا ہے وہ کسی کو بھی نہیں دیا گیا۔ جو فضائل اور کمالات انفرادی طور پر پہلے انبیاء علیہم السلام کو عطا کئے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب فضائل و کمالات نبی ﷺ میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ کس عربی کے شاعر نے کیا ہی خوب

لکھا ہے

وَلِکُلِّ نَبِیِّ فِی الْاَنَامِ فَضِیْلَۃٌ
وَجُمْلَتُھَا مَجْمُوْعَۃٌ لِمُحَمَّدٍ ﷺ
مَا اِنْ رَأَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِہٖ
فِی النَّاسِ کُلِّھِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٍ ﷺ

نبی ﷺ سے اگر پہلے انبیاء علیہم السلام کا موازنہ کیا جائے۔ تو آپ کی نبوت میں جملہ انبیاء علیہم السلام کی شان نظر آتی ہے۔ مثلاً نوح علیہ السلام کی طرح آپ نے اپنی قوم کے لوگوں کو خفیہ اور علانیہ خلوت اور جلوت میں میلوں اور جلسوں میں، منڈیوں اور بازاروں میں، پہاڑوں اور میدانوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی آواز پہنچائی اور ان کو ان کے افعال بد سے نفرت دلائی۔

ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ مادر وطن کو چھوڑ کر شجر اسلام لگانے کیلئے پاک زمین کی تلاش میں سفر ہجرت اختیار کیا۔

یونس علیہ السلام کی طرح (جنہوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر نینویٰ میں جا کر توحید کے علم کو بلند کیا) غار ثور کے شکم میں تین دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند کیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی طرح جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا۔ شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند ملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسریٰ ایران کے حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی۔

سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ منورہ میں خدا تعالیٰ کا ایک گھر بنایا۔ جو ہمیشہ

کیلئے خدا کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پرنور رہا ہے۔ جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ دل انسان ویران نہیں ہو سکا۔

یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رساں برادران مکہ کیلئے بخد سے ثمامہ بن اثال سے غلہ منگوا کر دیا اور بالآخر فتح مکہ کے دن لا تثریب علیکم الیوم کا مژدہ سنا کر انتم الطلقاء کے فرمودہ سے انہیں پابند منت و احسان بنایا۔

ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصوری کے دن کاٹے اور پھر بھی آپ کا دل اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری سے لبریز اور زبان حمد و ثنا سے تر رہی۔

عیسیٰ علیہ السلام کی طرح خدا کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سر نو زندہ فرمایا۔ یحیٰی علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں خدا کی آواز کو پہنچایا۔

مولانا نور حسن صاحب گرجاکھیؒ نے آپ کی اسی شان کو جو جملہ انبیاء میں نظر آتی ہے۔ اپنے لفظوں میں اس طرح بیان کیا ہے۔

نوح دے وانگ سوہنا وعظ فرماوندا
ملن تکلیفاں تے صبر کماوندا
بلکہ اوہ مولا اگے عرضاں سناوندا
توں کریں ہدایت انہاں تائیں
وانگ خلیل سوہنا بتاں نوں توڑدا
جتھے تن سوسٹھ اوتھے اک نہ چھوڑدا
پھن کے جتاں دیاں بیڑیاں روہڑدا

دتی توحید لوکاں تائیں

وانگ ذبیح علیہ پکا قول اقرار دا

کر کے وعدہ دلوں کدے نہ ہار دا

باہر کھلوتا تن دن گزار دا

پر وعدے نوں ٹٹن دتا نائیں

وانگ یعقوب سوہنا صبر کما وندا

ہتھاندے وچہ جیٹا فوت ہو جاوندا

جیویں توں راضی مولا منووں فرماندا

پڑھیا سی انا اللہ تائیں

یوسف دے وانگ سوہنا حسن سوہا وندا

چن دی دیکھ اوہنوں پیا شرماوندا

نبی محمد ﷺ تائیں ہاسا جے آوندا

روشنی ہوندی دور تائیں

یوسف نوں بھائیاں جیویں وطن تھیں کڈھیا

ایویں ای ساڈے نبی دیس نوں چھڈیا

شہر مدینے سوہنے جھنڈا جا گڈیا

بادشاہ کیتا اللہ سائیں

یوسف دے بھائی کول یوسف دے آوندے

لا تثریب اگوں آکھ فرماوندے

اینویں ای ساڈے نبی پاک فرماندے
کیتا معاف سبھناں تائیں
موسیٰ دے وانگ سوہنا بکریاں چار دا
موسیٰ کوہ طور گیا شوق دیدار دا
ساڈے نبی نوں اللہ آسمان تے چاہڑ دا
دیکھو قرآن پاک تائیں
موسیٰ دے وانگ سوہنے کیتے جہاد نے
آئے غلام جو اوہ کیتے آزاد نے
کافر تے مشرک سارے کیتے برباد نے
ہویا اسلام سبھناں جائیں
وانگ داؤد فتح ملکاں تے پاوندا
کر کے انصاف سوہنا عدل کماندا
عاجز مسکیناں تائیں کول بٹھاوندا
ذات نہ دیوے کسے تائیں
جناں دی فوج جیویں شاہ سلیمان نوں
فوج فرشتیاں ساڈے نبی سلطان نوں
لبھدا تے چڑھدا مل گیا حکم چلان نوں
پہنچیا کلمہ جتھوں تائیں
یونس نوں دکھ دتا قوم کفار نے

اینویں اکی تکلیف اٹھائی احمد سردار نے
اک نوں مچھلی نیا دوجے نوں غار نے
ملی خلاصی دوہاں تائیں
ہود پیغمبر وانگ وڈا دلیر آ
احد میدان اندر دشمناں گھریا
پھر بھی میدان ولوں مکھ نہ موڑ دیا
کیتا توکل اللہ سائیں
وانگ ادریس سوہنا درس سناوندا
پڑھدا قرآن نالے حکمت سکھاوندا
کردا اوہ پاک اللہ والے بناوندا
جاہلاں تے بدواں تائیں
بدن دے اتے آیاں کئی بیماریاں
وانگ ایوب سوہنے صبروں سہاریاں
عیسیٰ دے وانگ پھوکاں جہناں توں ماریاں
رہیاں بیماریاں تائیں

قاضی سلیمان صاحب منصور پوریؒ نے اپنی کتاب رحمۃ اللعالمین میں نبی ﷺ کی مماثلت حضرت یوسف علیہ السلام سے اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کے روحانی کمالات کی وجہ سے ان کے بھائیوں نے حسد کیا۔ اسی طرح نبی علیہ السلام سے آپ کے بھائیوں نے حسد کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کنویں کے اندر رہے اور نبی علیہ السلام غار کے اندر حضرت یوسف علیہ السلام نے چند سال قید میں بسر کئے اور نبی علیہ السلام نے چند سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر کاٹے۔

حضرت یوسف کو وطن سے باہر مصر میں جا کر جاہ و جلال ملا اور نبی ﷺ کو وطن سے باہر مدینہ منورہ میں جا کر کامیابی حاصل ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے قحط کے دنوں میں ان کے بھائی التجا لیکر گئے اور نبی ﷺ کے سامنے بھی بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی۔ بخاری شریف باب استسقاء میں ہے کہ جب مکہ میں شدید قحط پڑا تو ابوسفیان نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

"یَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأمُرُنَا بِصِلَةِ الرَّحِمِ فَادْعُوا اللّٰهَ لَنَا۔"

کہ اے محمد ﷺ آپ تو اپنی تعلیم میں رحم اور قرابت داروں سے سلوک کا حکم دیا کرتے ہیں۔ دیکھئے ہم قحط سے مر رہے ہیں دعا کریں یہ مصیبت ہم سے ٹل جائے۔ چنانچہ آپ کی دعا سے قحط دور ہو گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے کنعان کو اپنے بھائیوں کے لئے غلہ بھجوایا۔ نبی ﷺ نے ثمامہ بن اثال کو حکم دے کر نجد سے مکہ میں غلہ بھجوایا۔

حضرت یوسف کی عظمت کو بالآخران کے بھائیوں نے تسلیم کرلیا۔ نبی ﷺ کی عظمت کا بھی بالاخران کے بھائیوں کو اعتراف کرنا پڑا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ایذا دہندا بھائیوں کے لئے یغفر اللہ لکم کی دعا فرمائی تھی۔ نبی ﷺ نے بھی اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن حارث اور عبداللہ بن امیہ کو جنہوں نے برسوں آپ کو ستایا تھا۔ اسی دعا سے نوازا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِىْنَ اصْطَفٰے

اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَالْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ

بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِO

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

”تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَنْ

كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔“(پ۳شروع)

یہ رسول ہیں فضیلت دی ہے ہم نے بعض کو بعض پر ان میں سے بعض وہ

ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کی ہے اور بعض وہ ہیں جن کو درجے میں بلند کیا ہے۔

دوستو اور بزرگو!۔۔۔۔السلام علیکم!

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔شان رسول ﷺ

یاد رکھئے! اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار عالم' بے شمار فقیہ بے شمار محدث' بے شمار امام اور ولی پیدا کئے ہیں۔جو باعتبار شان اور مرتبہ جزوی طور پر ایک دوسرے سے فضیلت رکھتے ہیں۔مگر سارے کے سارے مل کر ایک تابعی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔سارے تابعی اکٹھے ہو جائیں تو باعتبار شان ایک صحابیؓ کا مقام حاصل نہیں کر سکتے اور سارے صحابہؓ اکٹھے ہو جائیں تو ایک نبی اور رسول کے درجے نہیں پہنچ سکتے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اونچا اور اعلیٰ مقام رسول کا ہوتا ہے) اور سارے رسول اور نبی اکٹھے ہو جائیں تو ہمارے پاک پیغمبر حضرت محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو نہیں پہنچ سکتے۔

ہمارا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ جو مقام اور مرتبہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی نہیں عطا فرمایا گیا۔

یہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' کہ اپنے رسولوں کو میں نے ایک دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ کسی کو میں نے کوہ طور پر شرف ہمکلامی بخشا ہے اور کسی کو میں نے درجات میں سب سے بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ مفسرین نے "مَنْ كَلَّمَ اللّٰه" سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور "رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَات" سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کیے ہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے' دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام سے' تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے' چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے' پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے' چھیوں آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انبیاء علیہم السلام کا مختلف آسمانوں پر تشریف فرما ہونا' "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" پر دلالت کرتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان تمام انبیاء سے ملاقات کرنا اور آگے بڑھنا اور اللہ تعالیٰ سے شرف کلام حاصل کرنا' "وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَات" پر دلالت کرتا ہے۔

یہاں ایک بات ضرور یاد رکھنی چاہیے' کہ کسی نبی کی شان اس انداز سے بیان

نہیں کرنی چاہئے جس سے کسی دوسرے نبی کی توہین ہو رہی ہو۔ خدا تعالیٰ کے مبعوث کردہ نبیوں میں سے کسی ایک نبی کی توہین بھی جرم عظیم اور نامہ اعمال کی بربادی کا سبب ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت مسلم شریف باب فضائل موسیٰ علیہ السلام کی ایک حدیث بیان کی ہے کہ "اِسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ" مِنَ الْيَهُوْدِ وَ رَجُلٌ" مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" ایک یہودی اور ایک مسلمان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان نے کہا "وَالَّذِي اصْطَفٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ" قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو سارے جہاں میں سے چن لیا۔ "وَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام عَلَى الْعَالَمِيْنَ" اور یہودی نے بھی کہہ دیا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہانوں میں سے چن لیا۔ یہودی کے ان کلمات کی وجہ سے مسلمان طیش میں آ گیا۔ "فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَه، عِنْدَ ذَالِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِي" اور اس نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے منہ پر طمانچہ مار دیا کہ تم موسیٰ علیہ السلام کو افضل کیوں کہتے ہو۔ یہودی نے نبی ﷺ کے پاس آ کر مسلمان کی شکایت کردی۔ آپ نے مسلمان سے پوچھا "لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَه،" کہ تم نے اس کو کیوں طمانچہ مارا۔ وہ کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اس نے کہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سب سے افضل ہیں۔ مجھ سے یہ جملہ برداشت نہیں ہو سکا۔ میں نے اس کو طمانچہ مار دیا کہ موسیٰ علیہ السلام افضل نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے نبی ﷺ سب سے افضل ہیں۔ یہ سن کر "فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى عُرِفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِه" نبی پاک ﷺ غضبناک ہو گئے اور فرمانے لگے: "لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ" کہ ایک پیغمبر کو دوسرے پیغمبر پر اس طرح مت

فضیلت دو جس سے دوسرے پیغمبر کی بے ادبی ہو رہی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کیا مقام ہے۔

''یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَیَصْعَقُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ۔''

کہ قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کے تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے مگر وہ بے ہوش نہیں ہوں گے۔ جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر نفخہ ثانی پر سب سے پہلے میں اٹھوں گا تو دیکھوں گا:

''فَاِذَا مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَکَانَ فِیْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ اَمْ کَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَی اللّٰہُ۔''

کہ موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے عرش کو تھامے ہوئے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجھ سے پہلے وہ ہوش میں آ گئے۔ یا اللہ تعالیٰ نے ان کو ان لوگوں میں کر دیا جو بے ہوش نہ ہوں گے۔

یاد رکھیے! ہم سب نبی آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ہم سب کا مشن ایک ہی ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے نبی کی شان میں تحقیرانہ الفاظ نہ کرے۔ (شارحین حدیث نے آپ ﷺ کے ان الفاظ مبارک کو بطور تواضع و انکساری پر محمول کیا ہے۔ تاکہ اس یہودی کی دلجوئی ہو جائے۔)

ہاں تو خیر میں عرض کر رہا تھا، کہ جو مقام اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ وہ دوسرے کسی نبی کو بھی نہیں عطا فرمایا گیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی پاک ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک

دفعہ آپس میں پہلے انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کر رہے تھے۔

ایک نے کہا: ”اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا“ کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے۔

دوسرے نے کہا: ”مُوْسٰی کَلَّمَهُ تَکْلِیْمًا۔“ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا ہے۔

تیسرے نے کہا: ”عِیْسٰی کَلِمَةُ اللّٰہِ وَ رُوْحُه“ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلمہ اور روح فرمایا ہے۔

ایک نے کہا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ”صفی اللہ“ بنایا ہے۔
اتنے میں نبی پاک ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا: ”قَدْ سَمِعْتُ کَلَامَکُمْ وَعَجَبَکُمْ“ کہ میں نے تمہاری باتوں کو سنا ہے اور تمہارے تعجب کو محسوس کیا ہے۔ ٹھیک ہے۔

”اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلُ اللّٰہِ وَهُوَکَذٰلِکَ وَمُوْسٰی نَجِیُّ اللّٰہِ وَهُوَکَذٰلِکَ وَعِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُه، وَهُوَکَذٰلِکَ وَ اٰدَمُ اِصْطَفَاهُ اللّٰہُ وَهُوَکَذٰلِکَ اَلَا وَ اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ۔“

ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔ لیکن یاد رکھئے میں حبیب اللہ ہوں اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

”اَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَحْتَهُ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَیُفْتَحُ اللّٰہُ لِیَ

فَيُدْخِلُنِيْهَا وَ مَعِيَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَلَا فَخْرَ۔" (مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین)

قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ جس کے نیچے آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک سب پیغمبر کھڑے ہونگے' اور قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہی ہوں گا۔ جس کی شفاعت قبول کی جائے گی' اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا۔ جو جنت کے دروازہ کو حرکت دوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ میرے لئے دروازہ کھول دے گا' اور مجھ کو اس میں داخل کر دے گا۔ میرے ساتھ اس وقت مومن فقراء بھی ہوں گے' اور خدا تعالیٰ کے نزدیک میں ہی سب اگلے اور پچھلے لوگوں میں افضل اور اعلیٰ ہوں' اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اے میرے صحابہؓ جن انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کر رہے ہو' اور ان کے مقام پر اظہار تعجب کر رہے ہو۔ ٹھیک ہے وہ سب اپنی اپنی جگہ ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سب سے افضل اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ مشکوۃ شریف کی شرح لمعات میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے۔

"هُوَ جَامِعٌ" لِلْخُلَّةِ وَالتَّكْلِيْمِ وَالْاِصْطِفَاءِ وَالْمُنَاجَاةِ مَعَ شَيْئٍ زَائِدٍ لَمْ يَثْبُتْ لِاَحَدٍ وَهُوَ كَوْنُهُ مَحْبُوْبَ اللّٰهِ بِالْمَحَبَّةِ اللّٰهِ الْخَاصَّتِهِ الَّتِي مِنْ خَوَاصِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔"

کہ لفظ حبیب خلت تکلم اصطفاء اور مناجات سب کا جامع ہے۔ ایک ایسی زائد چیز کے ساتھ جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے اور وہ ہے اللہ کا محبوب ہونا' اور اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کو حبیب اللہ فرمانا یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ حبیب وہ ہے جو خلیل اللہ بھی ہو' کلیم اللہ بھی ہو' نجی اللہ بھی ہو اور صفی اللہ بھی ہو گویا کہ جامع

الصفات ہوئے

حسن یوسف کا ہوا ہے اک جہاں میں چرچا
نظر جس کی پڑی ہوا اس پہ غش طاری
حضرت موسیٰ نے خدا سے ید بیضا پایا
نور کے چشمے ہاتھ سے ان کے ہوئے جاری
حضرت عیسیٰ نے مردوں کو کیا ہے زندہ
قم کہا جس کو حیات ہوئی اس میں جاری
سامنے آئی جو سیرت مصطفیٰ میرے
نظر آئیں مجھ کو ان میں یہ خوبیاں ساری
ہوش کھو بیٹھا بشیر اس کا نظارہ کر کے
بے خودی میں زباں سے یہ شعر ہوا جاری
حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

میرے محترم دوستو! نبی باعتبار سیرت اور صورت سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ باعتبار گفتار اور کردار سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ باعتبار شان اور فرمان سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ نبی کی پوری کی پوری زندگی بے عیب ہوتی ہے۔ جلوت اور خلوت' اٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا' سونا جاگنا' کھانا پینا' غمی خوشی' غرضیکہ ہر چیز اپنی مثال آپ ہوتی ہے۔ نبی کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلئے نمونہ بنانا ہوتا ہے۔ اسلئے اسکے کردار اور کریکٹر پر کسی قسم کا داغ نہیں لگنے دیتا۔ بطور مثال قرآن مجید میں سے دو نبیوں کے واقعات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

دیکھیے! یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر خرید کر اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا۔

"اَکْرِمِی مَثْوٰہُ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا۔"

کہ اس کو اچھی طرح احترام سے رکھنا ہو سکتا ہے کہ ہمیں اس سے نفع حاصل ہو یا ہماری اولاد نہیں ہے ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں۔

چنانچہ یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر بڑی شان وشوکت اور عزت و وقار سے رہنے لگے۔

"وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّ عِلْمًا وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۔"

جوان ہونے پر اللہ تعالیٰ نے اسی گھر میں یوسف علیہ السلام کو نبوت کا تاج پہنا دیا۔

جمال یوسف علیہ السلام پہ یہ عورت فریفتہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"وَرَاوَدَتْہُ الَّتِیْ ھُوَ فِیْ بَیْتِھَا عَنْ نَّفْسِہٖ۔"

کہ اس عورت نے یوسف علیہ السلام کو بہلانا پھسلانا شروع کر دیا۔ ایک دن کسی بہانے یوسف علیہ السلام کو اپنے مخصوص کمرے میں لے جا کر "وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ ھَیْتَ لَکَ" سب دروازوں کو بند کر لیتی ہے اور اپنا جسم پیش کر کے دعوت گناہ دیتی ہے۔

یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔"

کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جس کام کی تم مجھے دعوت دے رہی ہو وہ کام میں ہرگز نہیں کرسکتا۔ جس خدا نے مجھے کنویں سے نکال کر عزیز مصر کے گھر پہنچایا ہے۔ اب اگر میں اس کی نافرمانی کر کے اس گناہ عظیم میں مبتلا ہو جاؤں تو پھر میرا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ یا یہ کہ عزیز مصر کے گھر رہ کر اپنے مالک کی امانت میں خیانت کروں تو مجھ جیسا ظالم کون ہوگا۔

فرماتے ہیں ؎

نال فریب لیائی ایں مینوں اندر وار زلیخا

چھوڑ پلا میں باہر جاواں نہ کر خوار زلیخا

جد پیغمبر آپ پیغمبر باپ پیغمبر میرا

حق میرے وچہ چنگا نہیں ایہ ارادہ تیرا

یوسف علیہ السلام سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو اس عورت سے بچانے کے لیے دروازے کی طرف لپکے۔ یہ عورت آپ کے پیچھے بھاگی۔ پیچھے سے آپ کا قمیض اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اسے زور سے کھینچتی ہے مگر یوسف علیہ السلام بدستور زور لگا کر کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی کشمکش میں پچھلی جانب سے آپ کا کرتا پھٹ گیا۔ دونوں دوڑتے ہوئے باہر دروازے پر پہنچ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ دروازے پر عورت کا خاوند موجود ہے۔ عورت اپنے خاوند عزیز کو دیکھتے ہی یوسف علیہ السلام پر الزام لگا کر اپنی پاک دامنی کا اظہار کرنے لگی۔ سُوکھا سا منہ بنا کر کہنے لگی۔

”قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْءً اِلَّا اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ“۔

کہ حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کو کیا سزا ہونی چاہئے؟ میرا خیال ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اسے کوئی اور سخت سزا دینی چاہئے۔

یوسف علیہ السلام اس کی یہ بات سن کر حیران ہو گئے۔ اپنی عزت و ناموس کو خطرے میں دیکھ کر فرمانے لگے:

''هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي۔''

کہ یہ عورت ہی مجھے بہلا پھسلا کر میرے نفس کی حفاظت سے مجھے غافل کرنا چاہتی ہے۔

میں اس کا کہا نہیں مانتا تھا میں دوڑ پڑا یہ مجھے پکڑنے کے لیے میرے پیچھے بھاگی دیکھ لیجئے اس نے میرا کرتا بھی پیچھے سے پھاڑ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے نبی یوسف علیہ السلام کو اسی جگہ ان کے اپنے ہی آدمی کی شہادت سے بری کروا دیا۔ وہ کہنے لگا:

''اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ۝ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ۝''

کہ اے عزیز آپ یوسف علیہ السلام کے قمیص کو دیکھ لیں اگر وہ سامنے کی طرف سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس نے عورت کو اپنی طرف کھینچا اور عورت نے اسے اپنے سے دور ہٹایا۔ تو اسی کشمکش میں سامنے سے قمیص پھٹ گیا۔ یوسف علیہ السلام کا سامنے سے پھٹا ہوا کرتا عورت کے سچا ہونے کی دلیل ہوگا اور اگر یوسف علیہ السلام کا کرتا پیچھے کی طرف سے پھٹا ہوا ہو تو پھر سمجھ لیجئے کہ یہ سچا ہے اور عورت جھوٹی ہے۔ کیونکہ عورت اس پر مائل تھی۔ یہ اس سے بھاگا عورت اس

کے پیچھے بھاگی۔عورت نے اس کا کرتا پکڑلیا' اوراپنی طرف کھینچا۔یوسف نے زورلگا کرچھڑانے کی کوشش کی تو کرتا پیچھے کی طرف سے پھٹ گیا۔چنانچہ عزیزمصر نے جب یوسف علیہ السلام کا قمیض دیکھا تو وہ پچھلی طرف سے پھٹا ہوا تھا۔وہ سمجھ گیا کہ یوسف علیہ السلام سچا ہے اوراس کی بیوی جھوٹی ہے اورناجائز اس پر تہمت لگا رہی ہے۔اپنی بیوی کو کہنے لگا کہ سارا قصور تیرا ہی ہے ۔تم ناجائز اس پر تہمت لگا رہی ہو۔یوسف علیہ السلام کو کہنے لگا۔ ''یُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا'' کہ جانے دیجئے اس بات پر مٹی ڈالئے' کسی سے اس کا ذکر ہی نہ کیجئے اوراپنی بیوی کو کہنے لگا:

''وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِکِ اِنَّکِ کُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِیْنَ۝''

کہ اپنے برے ارادے سے توبہ استغفار کرتو ہی خطا کار ہے۔(خود ہی اس کو گناہ کی طرف مائل کر کے پھراس کو پھنسانے کی کوشش کر رہی ہو)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ وَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ۝''

کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو بے حیائی اور برائی سے محفوظ رکھا اوراس کے کریکٹر کی سفید چادر پرکسی قسم کا داغ نہیں لگنے دیا۔

خدا کی قدرت دیکھئے۔اس داستان محبت کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔جگہ جگہ اس بات کا چرچا ہونے لگا۔چندعورتوں نے نہایت تعجب وحقارت سے کہا کہ دیکھو کتنی بے وقوف ہے۔وزیر کی بیوی ہوکراپنے غلام پرعاشق ہوئی بیٹھی ہے۔یہ باتیں عزیز کی بیوی کے کانوں تک بھی پہنچ گئیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَکْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ

مُتَّكَأً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ۔"

کہ اس عورت نے طعنہ دینے والی عورتوں کی دعوت کا پروگرام بنایا اور نہایت اعلیٰ سجے ہوئے کمرے میں اس کے لئے جگہ بنائی اور تکیے لگا دیئے اور ہر ایک کے ہاتھ میں پھل کاٹنے کیلئے ایک ایک چھری تھما دی اور یوسف علیہ السلام کو اچانک ان کے کمرے میں داخل ہونے کا حکم دیا۔

عورتوں نے جوں ہی ان کے پیکرِ حسن و جمال چہرے کو دیکھا تو حواس باختہ اور مدہوش ہو گئیں اور وہ چھریاں جو انہوں نے پھل کاٹنے کے لئے پکڑی تھیں۔ پھلوں پر چلانے کی بجائے اپنے ہاتھوں پر چلالیں اور کہنے لگیں۔

"حَاشَا لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ" كَرِيْمٌ"○"

اللہ کی پناہ یہ انسان تو ہے ہی نہیں یہ تو کوئی بڑا ہی معزز و مکرم فرشتہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان اور بشر ہو کر پھر یہ تیرے جال میں نہیں پھنسا کتنی عجیب بات ہے۔ اس کا کردار تو پھر فرشتوں جیسا ہے۔ عزیز کی بیوی نے عورتوں کی فریفتگی اور ہاتھ کاٹنے کو دیکھ کر کہا۔ اب بتلاؤ' تم نے تو اسے صرف ایک دفعہ ہی دیکھا ہے تو تمہارا یہ حال ہو گیا ہے۔ ایک میں بھی تو ہوں جس کے پاس یہ چوبیس گھنٹے رہتا ہے پھر بتلاؤ میرا کیا حال ہو گا۔

معراج کی حدیث میں ہے۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیسرے آسمان پر میری ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی۔ اللہ پاک نے انہیں حسن کا ایک بہت بڑا حصہ عطا فرمایا ہے۔

حضرات! قرآن مجید سے اس واقعہ کو سن کر آپ اندازہ لگالیں کہ نبی صورت اور سیرت کے لحاظ سے کتنا ممتاز ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی شخص صورت اور سیرت میں نبی

کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

میں چاہتا ہوں کہ یہاں اپنے پیرومرشد جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے حسن وجمال اور سیرت وصورت کا بھی تھوڑا سا تذکرہ کرتا جاؤں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ زلیخا کی سہیلیوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور اگر وہ نبی ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ لیتیں تو اپنے دل کاٹ لیتیں۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں:

''سَاَلْتُ خَالِیْ هِنْد ابْن اَبِیْ هَالَةَ وَكَانَ وَ صَّافا عَنْ حُلْيَةِ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَاَنَا اَشْتَهِی اَنْ يَصِفَ لِیْ مِنْهَا شَيْأً اَتَعَلَّقُ بِه۔''

کہ میں نے اپنے ماموں ھند بن ابی ھالہ سے نبی پاک ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارہ میں پوچھا کیونکہ وہ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بہت کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ آپ کے اوصاف حمیدہ کر میرے سامنے بیان کریں۔ تاکہ میں ان کو اپنے لیے حجت بنالوں' اور ان اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش بھی کروں۔ (حضرت حسنؓ کی عمر نبی ﷺ کے وصال کے وقت سات سال کی تھی۔ اس لئے وہ آپ کے اوصاف جمیلہ کو اپنی کم سنی کی وجہ سے محفوظ نہ کر سکے۔)

ماموں جان نے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کو بیان کرنا شروع کیا:

''كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّم فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَا لَأوَجْهُهٗ تَلَالُوءُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اَطْوَلُ مِنَ الْمَرْبُوعِ وَاَقْصَرُ مِنَ الْمُشَذَّبِ عَظِيْمِ الْهَامَةِ۔''(الی آخر)

کہ آپ اپنی ذات والا صفات میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک

ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا۔آپ کا قد مبارک متوسط قد والے آدمی سے قدرے لمبا تھا اور زیادہ لمبے آدمی سے ذرا پست تھا۔سر مبارک اعتدال کے مطابق بڑا تھا۔ بال مبارک بل کھائے ہوئے تھے۔پیشانی مبارک کشادہ اور ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ تھا۔درمیان میں ایک رگ تھی۔جو غصہ کے وقت ظاہر ہو جاتی تھی۔ناک مبارک بلندی مائل تھا۔جس پر ایک خاص قسم کی چمک اور نور تھا۔داڑھی مبارک گنجان بالوں سے بھرپور تھی۔آنکھوں کی پتلیاں نہایت سیاہ تھیں۔رخسار مبارک ہموار تھے۔دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔دندان مبارک باریک آبدار تھے۔سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فاصلہ تھا۔سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔گردن مبارک خوب صورت اور مضبوط تھی۔سب اعضاء معتدل اور پر گوشت تھے۔دونوں کندھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا۔جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط تھیں۔پیٹ بڑھا ہوا نہیں تھا۔سینہ مبارک فراخ تھا۔کلائیاں دراز تھیں۔ہاتھ پاؤں کی انگلیاں نہایت مناسب تھیں۔تلوے گہرے اور قدم ہموار تھے۔چلتے تو آہستہ آہستہ پاؤں زمین پر رکھتے۔ایسا معلوم ہوتا کہ پستی میں اتر رہے ہیں۔نظریں نیچی رکھتے گویا کہ شرم وحیا کا مجسمہ ہیں۔(شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ:

"رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ اَضْحِيَانٍ وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ" حَمْرَآءُ فَجَعَلْتُ اُنْظُرُ اِلَيْهِ وَاِلَى الْقَمَرِ فَلَهُوَ عِنْدِيْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ۔" (شمائل ترمذی)

میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں جبکہ آپ ﷺ نے سرخ جوڑا پہن رکھا تھا۔

آپ ﷺ کو دیکھ رہا تھا۔ کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ ﷺ کو دیکھتا۔ بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ چاند سے کہیں زیادہ خوب صورت ہیں۔

اس حدیث کا ترجمہ مولانا خادم صاحبؒ نے یوں کیا ہے۔

روایت کریندا ہے جابرؓ سوہارا
کہ میں اک راتیں ڈٹھا محمد ﷺ پیارا
چنوں چودھویں سی تے کوئی کوئی سی تارا
میں دو ہاں نوں ویکھاں دوبارہ دوبارہ
خدا دی قسم چند مدھم دسیایا
محمد ﷺ دا چہرہ سوہنا نظر آیا

حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کے چہرہ انور کو مختلف چیزوں سے تشبیہ دیا کرتے تھے' کوئی کہتا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح صاف اور شفاف تھا۔ کوئی کہتا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چاند سے بھی زیادہ خوب صورت تھا۔

مولانا صمصام صاحبؒ نے ان کی ترجمانی اپنے الفاظ میں یوں بیان کی ہے۔

میں صدقے سوہنا مکھڑا
جگ ویکھنے دا بکھڑا
ویکھاں تے کٹ جائے دکھڑا
ہو وے ہرا دل سکڑا
ٹھر جان اکھیاں میریاں
جو سفنیاں نے گھیریاں
کوئی چہرے نوں تلوار کہے

تلوار دی کوئی دھار کہے
کوئی بجلی دا لشکارا کہے
کوئی بدر دا چمکار کہے
میں چند کہاں انصاف نہیں
چند دا تے چہرہ صاف نہیں
چند آپ بکھا دید دا
بچ لا کے آوے عید دا
ایتھے چند نوں پچھدا کون ایں
سورج دی نویں دھون ایں
ایتھے یوسفاں دی واہ نہیں
کوئی اچی لیندا ساہ نہیں
اک واری جس نے تکیا
مڑ کے نہیں اوہ اٹھ سکیا
پیا نیم بسمل تڑفدا
جھلیا وار نہ اک جھڑفدا
جا پچھ لے حبشی بلال نوں
جس ڈٹھا ای میرے لال نوں

شاعر اہل حدیث شیخ محمد سعید الفت نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی تصویر یوں پیش کی ہے:

قد کاٹھ سوہنا بہتر بناوٹ

سوہنے اتے ختم ہو گئی سجاوٹ

کسے ماں نے ایہو جیہا سوہنا نہیں جنیا
جیویں اپنی مرضی مطابق ہے بنیا
مصور نے بس انتہا کر ستی
بڑی ریجھ دے نال تصویر کٹی
حسیناں جمیلاں دا منہ موڑ دتا
محمدؐ بنا کے بس قلم توڑ دتا

یہ شاعر تو اس دور کے ہیں۔ چلیے ذرا حضرت حسانؓ سے ہی پوچھ لیجیے۔ فرماتے ہیں:

اَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَ اَکْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

سبحان اللہ! کیا ہی عجیب شان ہے میرے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی، ہر آدمی آپ ﷺ پر ہدیہ تبریک بھیجنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتا ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ انور میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی کشش رکھی ہوئی تھی کہ جو ایک دفعہ دیکھ لیتا اس کا دل چاہتا کہ میں آپ ﷺ کو دیکھتا ہی رہوں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ نبی ﷺ گھر میں بیٹھے ہوئے اپنی نعل مبارک کو پیوند لگا رہے تھے، اور میں قریب بیٹھی چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا تھا۔ اور اس پسینے کے اندر ایک روشنی ابھر رہی

تھی۔ یہ ایک ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ آپ ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا۔ عائشہ حیران کیوں ہو رہی ہو؟ میں نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی پیشانی کے پسینہ میں مجھے ایک خاص قسم کی روشنی نظر آئی ہے۔ جسے دیکھ کر میں محو حیرت ہوگئی ہوں' اور ابو کبیر ھذلی کے اشعار کا مصداق آپ ﷺ کو ہی سمجھتی ہوں۔ خدا کی قسم اگر ھذلی آپ ﷺ کو دیکھ لیتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ آپ ﷺ کے سوا اس کا صحیح مصداق اور کوئی ہو ہی سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شعر کیا ہے' میں نے پڑھ کر سنائے کہ

یہ ہیں :

وَ مُبَرَّیٌ مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ
وَ فَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُعْضِلِ
وَ إِذَا نَظَرْتَ اِلَى اَسِرَّةِ وَجْهِهٖ
بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ جو مزا مجھے تیرے کلام سے حاصل ہوا ہے وہ مزا تجھے میرے نظارہ سے حاصل نہیں ہوگا۔

تو میرے بھائیو! میری ان باتوں کا مقصد یہ ہے کہ نبی ﷺ باعتبار صورت اور سیرت سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر ان کی والدہ کو انتہائی زیادہ فکر ہوا کہ کہیں فرعونی میرے بچے کو آ کر قتل نہ کر دیں۔ تو میں نے حکم دیا' کہ :

"وَ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَ

جاعلوہ من المرسلین O" (پ۲۰ سورۃ قصص)

بے فکر ہو کر اس کو دودھ پلاتی رہو۔ جب کوئی خطرہ محسوس کرو تو بے خوف وخطر اس کو دریا میں بہا دینا ہم اسکی حفاظت کریں گے' اور دوبارہ پھر تیرے پاس ہی لے آئینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ فرعون کے سپاہی چھان بین کرتے ہوئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے گھر آئے تو ان کی والدہ نے ایک لکڑی کے صندوق میں موسیٰ علیہ السلام کو لٹا کر دریا میں بہا دیا۔ "فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ" صندوق بہتا بہتا فرعون کے محل کے پاس سے گزرا تو لونڈیوں نے اسے پکڑ لیا' اور فرعون کی بیوی کے پاس لے گئیں۔ کھولا تو اس میں ایک نہایت خوبصورت نورانی چہرے والا بچہ لیٹا ہوا نظر آیا۔ دیکھتے ہی بچہ کی محبت دل میں گھر کر گئی۔ فرعون کو علم ہوا تو سیخ پا ہو گیا' اور کہنے لگا یہ وہی بچہ نہ ہو۔ جس کے لیے میں ہزاروں بچے قتل کروا چکا ہوں۔ حکم دیا کہ اسے بھی قتل کر دو۔ فرعون کی بیوی کہنے لگی:

"قُرَّةُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ، عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ، وَلَدًا۔"

کہ سرکار اسے قتل نہ کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو۔ آپ کو علم ہے کہ ہماری اولاد نہیں ہے۔ ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ یا ہمیں اس سے کوئی نفع ہی حاصل ہو۔

فرعون نے کہا تیری آنکھوں کی ٹھنڈک تو بے شک ہو۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھئے! یہی ہوا' فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ کو تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت عطا فرما دی اور اس متکبر کو ہلاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ۔"

کہ میں نے اپنی محبت تجھ پر ڈال دی مطلب یہ ہے کہ جو شخص تجھ کو دیکھتا اس کے دل میں تیری محبت پیدا ہو جاتی۔

واقعی نبی کا چہرہ ہی اتنا خوب صورت ہوتا ہے کہ دیکھنے والے اس پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی شان وہ بچہ جس کے ڈر سے فرعون نے ہزاروں بچے قتل کروائے' فرعون کے گھر پہنچ گیا۔

فرعون کی بیوی نے بچے کو دودھ پلانے کیلئے دایوں کو بلایا۔ مگر بچے نے بحکم خدا کسی کا دودھ بھی نہ پیا۔ آخر اپنی لونڈیوں کو کہنے لگی کہ کسی دائی کو بلا کر لاؤ۔ جس کا دودھ یہ پی سکے۔ لونڈیاں دائی کی تلاش میں نکلیں۔ تو ان کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے ہو گئی۔ بہن پوچھنے لگی کہ تم اتنے پریشان کیوں ہو؟ لونڈیاں کہنے لگیں' بادشاہ سلامت کا بچہ دودھ نہیں پی رہا۔ ہم کسی ایسی دائی کی تلاش میں ہیں۔ جس کا دودھ بچہ پی سکے۔ بہن کہنے لگی:

"فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَهْلِ بَیْتٍ یَّکْفُلُوْنَهٗ لَکُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ○"

کہ اگر تم کہو تو میں ایک دائی کا پتہ دیتی ہوں۔ شاید بچہ اس کا دودھ پی لے۔ اور وہ اس کی بہتر طریقہ سے کفالت کرے' لونڈیاں کو شک گزرا کہ یہ لڑکی اس بچے کی اصلیت سے ضرور واقف ہے۔ پوچھنے لگیں کہ تجھے کیسے معلوم ہے کہ وہ دائی اس کی اچھی طرح سے پرورش کرے گی؟ لڑکی نے کہا "سبحان اللہ" کون ہے۔ جو یہ نہ چاہے کہ شاہی دربار میں اس کی عزت ہو۔ انعام و اکرام کی خاطر کون اس بچے سے

ہمدردی نہ کرے گا۔لونڈیاں کہنے لگیں چلو ہمیں اس کا گھر دکھاؤ۔چنانچہ لڑکی لونڈیوں کو۔لے کر اپنے گھر چلی گئی۔اور اپنی والدہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی۔یہ ہے وہ دائی۔لونڈیوں نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کہا کہ ہمارے ساتھ ذرا شاہی محل تک چلنا۔کیونکہ بادشاہ سلامت کا لڑکا کسی کا دودھ نہیں پی رہا۔ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارا دودھ پی لے۔موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اٹھی اور لونڈیوں کے ساتھ شاہی محل میں پہنچ گئی۔اور بڑے پیار محبت سے بچہ کو گود میں لیکر پستان کے ساتھ لگایا' بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا۔حضرت آسیہ کو بڑی خوشی ہوئی کہ میرا بچہ دودھ پینے لگا ہے۔لیکن اسے کیا معلوم کہ یہ بچہ ہی اسی کا ہے۔چند دن تو اسی طرح گزرے کہ موسیٰ علیہ السلام کو والدہ فرعون کے محل میں آ کر دودھ پلا جاتی۔پھر کہنے لگی کہ جناب مجھ سے بلا ناغہ آپ کے گھر میں نہیں آیا جاتا۔کیونکہ مجھے گھر میں بھی بے شمار کام ہیں۔اگر آپ حکم کریں تو میں اس بچہ کو اپنے گھر لے جاتی ہوں اور دودھ پلا کر آپ کے ہاں بھیج دیا کروں گی۔حضرت آسیہ علیہ السلام رضامند ہو گئی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”فَرَدَدْنٰهُ اِلٰى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ O“

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اس کی ماں کی طرف واپس لوٹا دیا۔تا کہ اسکی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اسے بچے کا صدمہ نہ رہے اور وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہوتے ہیں۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اطمینان سے بچہ کی پرورش میں مشغول ہو گئیں۔نبی ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ عجیب نوکرانی ہے کہ دودھ اپنے بچے کو پلاتی ہے اور تنخواہ فرعون کے گھر سے وصول کرتی ہے۔کچھ زمانہ گزرنے کے بعد

فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی گود میں لٹا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر زور سے کھینچی۔ فرعون گھبرا گیا اور کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی لڑکا ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے زوال آئے گا۔ آگ بگولا ہو کر کہنے لگا کہ اسے قتل کردو۔ بیوی نے فوراً پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ آپ تو یہ مجھے دے چکے ہیں اور میں اسے بیٹا بنا چکی ہوں۔ فرعون نے کہا ٹھیک ہے۔ مگر دیکھو تو سہی اس نے آتے ہی میری داڑھی پکڑ کر مجھے نیچا کر دیا ہے۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا ہے' کہ یہ میرا دشمن ہے' اور میرے تاج و تخت کو تباہ کرنے والا ہے۔ بیگم کہنے لگی' بادشاہ سلامت بچوں کو ان چیزوں کی کیا تمیز ہوتی ہے۔ سنو! میں ایک فیصلہ کن بات بتلاتی ہوں۔ اس کے سامنے آگ کے کوئلے اور چمکدار موتی دیکھ دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ کس طرف جاتا ہے۔ اگر موتی اٹھائے گا تو کہیں گے کہ اس میں عقل ہے اور اگر آگ اٹھائے گا تو سمجھیں گے کہ ابھی عقل نہیں ہے۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ دونوں چیزیں موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھی گئیں۔ آپ نے لپک کر کوئلہ پکڑ کر منہ میں ڈال لیا۔ فرعون کی بیوی نے جلدی سے کوئلہ چھڑایا اور سینے سے لگایا۔ کہنے لگی بادشاہ سلامت ابھی تو بچے کو عقل نہیں ہے کہ کس چیز کو پکڑنا ہے اور کس کو نہیں پکڑنا۔ آپ کی داڑھی پکڑ لینے پر اتنی لمبی سوچ پیدا کر کے اس کی جان کا دشمن بن جانا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔ فرعون کی بیوی کی بات سے اور موسیٰ علیہ السلام کے کوئلہ پکڑنے پر فرعون کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔

قدرت خداوندی سے فرعون کے گھر موسیٰ علیہ السلام کی پرورش ہو رہی ہے یہاں تک کہ آپ جوان ہو گئے۔ ایک دن چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک فرعونی اور ایک اسرائیلی کو لڑتے دیکھا۔ فرعونی اسرائیلی پر زیادتی کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے فرعونی کے ایک مکا مار

دیا۔ خدا کی شان مکا لگتے ہی وہ مر گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کانپ گئے کہ یہ کیا ہو گیا اللہ تعالیٰ سے فوراً معافی مانگنے لگے:

"قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَهٗ، اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُO"

کہ یا اللہ میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا ہوں تو مجھے معاف کر دے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خطا معاف فرما دی کیونکہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قتل کا معاملہ تھا اور آپ خوفزدہ تھے۔ تاک جھانک میں رہے کہ کہیں معاملہ کھل نہ جائے۔

فرعون کے پاس خبر پہنچی کہ اس کے ایک آدمی کو کسی نے مار ڈالا ہے۔ فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ واقعہ کی تحقیقات کرو اور قاتل کو پکڑ کر لاؤ اور جرم ثابت ہو جانے پر اسے بھی قتل کر دو۔ پولیس نے ہر چند کوشش کی مگر قاتل کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ اتفاق کی بات دوسرے دن موسیٰ علیہ السلام چپکے سے شہر میں آئے۔ دیکھتے ہیں کہ وہی اسرائیلی کسی دوسرے فرعونی کے ساتھ جھگڑ رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی پھر مدد کے لیے پکارا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے کل والے فعل سے پہلے ہی نادم تھے۔ ان کو اسرائیلی کا دوبارہ جھگڑنا بہت برا معلوم ہوا۔ فرمانے لگے:

"اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌO"

کہ تم بہت فتنہ باز معلوم ہوتے ہو۔

یہ کہہ کر فرعونی کو پکڑنے لگے۔ تو اسرائیلی بزدل نے سمجھا کہ مجھے پکڑنے لگے ہیں۔ خوف کی وجہ سے کہنے لگا:

"قَالَ یٰمُوْسٰٓی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ کَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا

بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَO"

کہ موسیٰ جیسے کل تو نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا۔ ویسے آج مجھے مارنا چاہتا ہے۔ (کل کا واقعہ اس اسرائیلی کی موجودگی میں ہوا تھا۔ جس کا ابھی تک کسی دوسرے شخص کو پتہ نہیں چلا تھا۔ لیکن آج اس کی زبان سے فرعونی کو پتہ چل گیا کہ یہ کام موسیٰ علیہ السلام کا ہے) اسرائیلی کہنے لگا کہ "اے موسیٰ تو زمین پر سرکش بن کر رہنا چاہتا ہے' اور تیری طبیعت میں اصلاح معلوم نہیں ہوتی۔

فرعونی اسرائیلی کو چھوڑ کر بھاگا اور جا کر پولیس کو اطلاع کر دی کہ کل جو قتل ہوا تھا اس کا قاتل موسیٰ علیہ السلام ہے۔ فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے حکم دے دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے۔ پولیس موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کیلئے نکلی تو ایک بنی اسرائیلی بھاگا بھاگا آیا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا:

"يَا مُوسَى اِنَّ الْمَلَاءَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّى لَكَ مِنَ النَّاصِحِيْنَO"

اے موسیٰ آپ کے قتل کا پروگرام بن چکا ہے۔ اور پولیس آپ کو پکڑنے کیلئے آ رہی ہے اسلئے میرا مشورہ ہے کہ آپ یہاں سے نکل جائیں۔ میں بطور خیر خواہی آپ کو یہ بات کہہ رہا ہوں۔

فرعون اور فرعونیوں کے ارادے جب اس شخص کی زبانی آپ کو معلوم ہوئے تو آپ چپ چاپ تن تنہا وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ چونکہ اس سے پہلے زندگی کے ایام شہزادوں کی طرح گزرے تھے اور کبھی پیدل سفر نہیں کیا تھا۔ اس لئے اب چلنا مشکل ہو رہا تھا۔ خوف دہرا اسکے ساتھ ساتھ ادھر ادھر دیکھتے چلے جا رہے تھے اور دعائیں مانگتے

جاتے تھے۔

"رَبِّ نَجِّنِی مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ O"

کہ "اے اللہ مجھے ظالم قوم سے بچالینا۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہبری کیلئے ایک فرشتہ بھیج دیا۔ جو آپ کو راستہ بتلا گیا۔ تھوڑی دیر میں آپ جنگلوں اور بیابانوں سے گزر کر مدین کے راستے پر پہنچ گئے اور بڑے خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے راہ پر لگا دیا ہے۔ چلتے چلتے مدین کے قریب ایک کنویں کے پاس آئے۔

"وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدَانِ۔"

دیکھا کہ چرواہے پانی کھینچ کھینچ کر اپنے اپنے جانوروں کو پلا رہے ہیں اور دو لڑکیاں اپنی بکریوں کے لے کر پرے کھڑی ہیں' سوچا کہ یہ بے چاری پانی نکال کر پلا نہیں سکتیں اور ان چرواہوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے۔ جو ان کی بکریوں کو پانی پلا دے آپ کو بڑا ترس آیا۔ ان کے پاس گئے اور پوچھا:

"قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَ اَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرٌ O"

کہ تم اپنے جانوروں کو روکے ہوئے پیچھے کیوں کھڑی ہو' تم کیوں نہیں پانی پلاتیں؟ کہنے لگیں کہ

باپ اساڈا بڈھڑا ہویا تے ویر نہ ساڈا کوئی

ایس گلوں اسیں باہر آیاں ایہہ مجبوری ہوئی

اس رش میں ہمارے بس کی بات نہیں ہے کہ اپنے جانوروں کو پانی پلائیں

اور نہ ہی ہم پانی نکال سکتی ہیں۔ جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو ان کا بچا ہوا پانی ہم پلائیں گی۔ ہمارے والد صاحب بہت بوڑھے آدمی ہیں وہ یہ کام نہیں کر سکتے۔موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے کنویں پر آئے اور وہ پتھر جس کو چرواہے جاتے ہوئے کنویں کے منہ پر رکھ جاتے تھے۔پرے ہٹایا اور پانی نکال کر بکریوں کو پلا دیا۔بکریاں پانی پی کر آسودہ ہو گئیں۔لڑکیاں بکریاں لے کر اپنے گھر روانہ ہو گئیں اور موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سائے تلے آ کر بیٹھ گئے۔مصر سے مدین تک پیدل چل کر آئے تھے' پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ تھکاوٹ ہو گئی تھی۔بھوک نے ستایا ہوا تھا۔دعا کرنے لگے:

''فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ''۔

کہ اے میرے رب میں تیری مہربانیوں کا محتاج ہوں۔(پارہ ۲۰ سورۃ قصص)

میرے بھائیو! ذرا غور کرو' موسیٰ علیہ السلام اس وقت کی ساری مخلوق سے اعلیٰ اور افضل تھے۔بھوک لگی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے آگے فریاد کر رہے ہیں۔کہ یا اللہ میں تیرے دروازے کا محتاج ہوں۔میری تمام ضروریات تو ہی پوری فرما کسی کو نہیں وسیلہ بنایا' کسی کے آگے منت سماجت نہیں کی۔ بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کو ہی پکارا تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو سہارا دیا۔

سنئے! جب وہ لڑکیاں اپنے گھر گئیں تو باپ نے دیکھا کہ آج وقت سے پہلے آ گئی ہیں اور بکریاں خوب آسودہ اور شکم سیر معلوم ہوتی ہیں۔تو پوچھنے لگے آج کیا بات ہو گئی ہے' پہلے آ گئی ہو۔لڑکیوں نے سارا واقعہ سنا دیا۔باپ نے اسی وقت ان دونوں میں سے ایک کو کہا کہ جاؤ اس پانی پلانے والے مسافر کو میرے پاس بلاؤ۔اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فَجَآءَتْهُ إِحْدٰهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا۔" (پ۲۰ سورۃ قصص)

کہ وہ لڑکی پاک دامن عفیفہ عورتوں کی طرح شرم وحیا کی چال چلتی ہوئی موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے ابا جان آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا ہے وہ اس کا بدلہ دینا چاہتے ہیں۔

حافظ صاحب لکھویؒ نے ان آیات کا ترجمہ یوں کیا ہے:

آئی اک دوہاں تھیں ٹر دی اوپر طور شرم دے
باپ میرے نے تدھ بلایا دیندا اجر کرم دے
اجر ساڈا جو تدھ رجایا دیندا اور مزدوری
منہ پر پلا لے کر بولی شرموں سخن ضروری
موسیٰ اجر نہ لینا چاہے پر بکھوں عاجز آیا
لڑکی اگے لگی موسیٰ پچھے اسدے دھایا
تس جامہ پچھوں ہوا اڑاوے موسیٰ نہ جریا جاوے
آکھیوس مگر میرے لگ دسیں راہ جتھوں بھل جاوے

اندازہ لگائیے! جنگل میں ایک جوان لڑکی موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کر رہی ہے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ دونوں چل پڑے۔ لڑکی آگے ہے اور موسیٰ علیہ السلام پیچھے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میرے میرے پیچھے پیچھے چلو کہیں میرے نظر نہ تم پر پڑ جائے۔ جہاں راستہ بدلنا ہو اس طرف کنکر پھینک دینا میں سمجھ جاؤں گا کہ اب اس طرف چلنا ہے۔ چلتے چلتے شعیب علیہ

السلام کے گھر پہنچ گئے۔سلام دعا کے بعد شعیب علیہ السلام کے پوچھنے پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا سارا واقعہ سنایا۔شعیب علیہ السلام نے تسلی دی اور فرمایا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ ظالموں کی سرزمین سے نکل آئے ہیں۔یہاں ان کی حکومت نہیں ہے۔

"قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ O" (پ۲۰ سورۃ قصص)

دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ ان کو اپنی بکریاں چرانے کیلئے رکھ لیں۔کیونکہ یہ طاقتور بھی ہے اور امین بھی ہے۔باپ نے پوچھا بیٹی تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے کہ یہ طاقتور بھی ہے اور امین بھی ہے۔بیٹی نے کہا ابا جان دس قوی آدمی مل کر جس پتھر کو کنویں سے ہٹاتے تھے۔اس نے اکیلے ہی ہٹا دیا۔اس سے مجھے اس کی قوت کا اندازہ ہوگیا اور ان کی امانت داری کا علم مجھے اس طرح ہوا کہ جب میں ان کو لیکر آپ کے پاس آنے لگی تو میں آگے آگے چلنے لگی۔انہوں نے کہا تم میرے پیچھے چلو تاکہ میری نظر سے اوجھل رہو اور جہاں راستہ بدلنا ہو اس طرف پتھر پھینک کر مجھے مطلع کردینا میں سمجھ جاؤں گا۔اس طرف چلنا ہے۔میں نہیں چاہتا کہ تمہاری آواز بھی میرے کانوں میں پڑے۔بیٹی کی زبان سے باپ نے موسیٰ علیہ السلام کی امانت اور دیانت کا سن کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

"قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ O"

(پ۲۰ سورۃ قصص)

کہ میرا ارادہ ہے کہ میں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے

ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میرا کام کاج کرتے رہو۔ ہاں اگر دس سال کر دو تو اور بھی اچھا ہوگا۔ انشاء اللہ تم مجھے دیکھو گے کہ میں اچھا آدمی ہوں۔

چنانچہ معاملہ طے ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کے گھر رہنے لگے اور آٹھ سال کی بجائے دس سال تک ان کا کام کاج کرتے رہے۔ مدت پوری ہونے پر شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک لڑکی کا نکاح موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا کی تھی۔

”رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْر۔“

کہ یا اللہ میں بھوکا ہوں مجھے روٹی دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے روٹی دینے کے ساتھ ساتھ روٹیاں پکانے والی بھی دے دی۔

تو ہاں جناب میں عرض کر رہا تھا کہ پیغمبر باعتبار سیرت اور صورت سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ پیغمبر سفر میں ہو یا حضر میں، جنگل میں ہو یا شہر میں، گھر میں ہو یا باہر، اونچے کریکٹر کا مالک ہوتا ہے۔ جنگل میں ایک نوجوان لڑکی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔

اب آیئے! میں اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی ایک جھلک بھی آپ کو دکھاؤں۔ نبی ﷺ کے پاس قیدیوں میں حاتم طائی کی جوان لڑکی بے پردگی کے عالم میں پیش کی جاتی ہے۔

در مصافے پیش آں گردوں سریر
دختر سردار طے آمد اسیر
پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود
گردن از شرم و حیا خم کردہ بود

دختر ک را نبی ﷺ چوں بے پردہ دید
چادر خود پیش روئے او کشیدہ

آپ ﷺ نے دیکھا تو کندھے سے اپنی چادر اتار کر اسے دے دی اور فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کسی بے پردہ عورت کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' سنا ہے کہ تیرا باپ بہت سخی تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ سخی باپ کی بیٹی سے کسی قسم کا ناروا سلوک کیا جائے۔ یہ میری چادر لے لو اور اس سے اپنا چہرہ ڈھانپ لو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو۔ کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ میں جن کے ساتھ آئی ہوں ان کے ساتھ ہی جانا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تم سب کو آزاد کرتا ہوں۔

محترم سامعین! میرے پیر و مرشد جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس سیرت کو ذرا دیکھو۔ اتنی بات بھی برداشت نہیں کی کہ ان کی مجلس میں کوئی بے پردہ عورت داخل ہو۔ آج کل کے پیر بے پردہ عورتوں کو بڑے فخر سے اپنی مجلسوں کی زینت بناتے ہیں۔ بلکہ یہ بات بھی مشاہدہ میں آئی ہے کہ اگر کوئی عورت پردہ کر کے پیر کے پاس جائے تو پیر صاحب اس کا پردہ اتروا دیتے ہیں کہ آج اگر ہم تمہیں دیکھیں گے نہیں تو کل قیامت کو تمہیں پہنچانیں گے کیسے؟

میرے بھائیو! آپ ﷺ نے بیعت کرنے والی عورتوں کو حکم فرمایا:

''اِنّی لَا اُصَافِحُ النِّسَآءَ''

میں عورتوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا کرتا۔ حالانکہ سب سے زیادہ پاکباز شخصیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ میں عورتوں سے بیعت لیتے ہیں تو دوسرے کسی پیر کی کیا حیثیت ہے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ حاتم طائی کی لڑکی کو نبی ﷺ نے اپنی چادر مبارک پیش کر دی' کہ میرے سامنے آتا ہے تو پردہ کر کے آؤ۔ آپ ﷺ نے امت کے سامنے اپنا یہ کردار اس لئے پیش کیا تا کہ کل کو کوئی شخص انگلی نہ اٹھا سکے۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی پاک ﷺ اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے' کہ آپ کی بیوی حضرت صفیہؓ رات کے ٹائم آپ ﷺ کو ملنے کیلئے آئی۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد جب جانے لگی تو آپ ﷺ اس کو الوداع کرنے کیلئے ساتھ چل پڑے۔

''فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ۔''

(راستے میں) انصار کے دو آدمیوں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ میری بیوی صفیہ ہے۔ وہ کہنے لگے' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کہنے کا کیا مقصد ہے۔ ہم بھلا آپ ﷺ پر بدگمانی کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرِی الدَّمِ وَ اِنِّی خَشِيْتُ اَنْ يُّقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِكُمَا۔''

شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح چلتا ہے۔ میں ڈرا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی برا خیال نہ پیدا کر دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں ٹائم ایک عورت کے ساتھ جا رہا تھا۔ میرا تو کچھ نہیں بگڑنا تھا۔ مگر تمہارا ایمان تباہ و برباد ہو جانا تھا۔

سبحان اللہ' کتنی پیاری سیرت ہے۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ ایک انسان کے دل میں پیدا ہونے والے شبے کا بھی قلع قمع کر رہے ہیں۔ تاکہ کسی کا ایمان ضائع نہ ہو جائے اپنوں نے تو تعریف کرنی ہی ہوتی ہے۔ مزا تو یہ ہے کہ بیگانے بھی تعریف کریں۔

آج تک کسی غیر مسلم کو بھی یہ جرات نہیں ہوئی کہ آپ ﷺ کے کیریکٹر کی

طرف انگلی اٹھا کر کوئی عیب نکال سکے

جے دیکھو نظر آتا ہے دیوانہ محمد ﷺ کا

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں آپ ﷺ کا مقام سمجھنے اور بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

"وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔"

بارھواں وعظ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صلى الله عليه وسلم اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَ غَوٰى فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ" وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

"اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا O"

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر' اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔"

دوستو! اور بزرگو!۔۔۔۔۔۔السلام علیکم!

آج میں آپ کے سامنے درود و سلام کے بارہ میں چند گزارشات پیش کروں گا تا کہ وہ غلط فہمی جو معاندین حضرات نے ہمارے متعلق پیدا کر رکھی ہے کہ یہ درود و سلام

کے منکر ہیں اس کا ازالہ ہو جائے۔ یہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ [illegible] ۔ بخاری شریف میں حضرت ابوالعالیہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا اپنے فرشتوں کے سامنے آپ ﷺ کی صفت بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا درود آپ ﷺ کے کیلئے دعا کرنا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنا آپ ﷺ پر رحمت کرنا ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اے ایمان والو! میرے نبی ﷺ کا یہ مقام اور مرتبہ ہے کہ میں خود بھی اور میرے فرشتے بھی آپ ﷺ پر دورد پڑھتے ہیں۔ تو تم پر بھی فرض ہے کہ آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھا کرو۔

میرے دوستو! اور عزیزو!

قرآن پاک کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ پر درود وسلام پڑھنا فرض ہے۔ آپ ﷺ نے خود بھی ارشاد فرمایا:

"اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔"

کہ وہ شخص بڑا بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

ایک حدیث میں اس طرح آتا ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں:

"مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَ حُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَ رُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ

دَرَجَاتٍ۔"

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس گناہ معاف کر دے گا اور دس درجے بلند کر دے گا۔ اور ایک حدیث میں یوں بھی ارشاد ہے:

"اِنَّ اَوْلٰی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَیَّ صَلٰوةً۔"

کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا۔ جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔ (مشکوۃ شریف)

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نوازش ہے۔ اس شخص پر جو آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے۔ اگر یہ کہہ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ درود شریف سے گناہوں کا ازالہ جنت میں درجات کی بلندی اور نبی ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی۔ وہ آدمی کتنا بدبخت اور بدنصیب ہے جو نبی ﷺ پر درود شریف نہیں پڑھتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔ حضرت مالک بن حویرث ؓ بیان کرتے ہیں:

"صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَلَمَّا رَقِیَ عُتْبَةً قَالَ اٰمِیْنَ ثُمَّ رَقِیَ اُخْرٰی فَقَالَ اٰمِیْنَ ثُمَّ رَقِیَ عُتْبَةً ثَالِثَةً فَقَالَ اٰمِیْنَ۔"

کہ نبی ﷺ ایک دفعہ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو جب پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین، دوسری پر قدم رکھا تو فرمایا آمین، اور جب تیسری پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔

صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا:

يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد سمعنا منك اليوم شيئاً ما كنا نسمعه۔"

کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آج ہم نے آپ ﷺ سے ایک ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ آج آپ ﷺ نے منبر کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے آمین آمین کہا ہے یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا:

"اتانی جبریلُ فقال یامُحمَّدُ مَنْ اَدرَك رَمضان فلَمْ یُغفرله، فابعَدهُ اللّٰهُ۔"

کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ جس شخص نے رمضان شریف کا مہینہ پایا اور پھر اس نے اس کے روزے رکھ کر اپنے گناہ معاف نہیں کروائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور فرمائے تو میں نے کہا آمین۔

پھر جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل نے کہا:

"ومَنْ اَدرَك والدَیه اَوْ اَحدهُما فدَخلَ النَّار فابعَدهُ اللّٰهُ۔"

کہ جس شخص نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو زندہ پایا۔ پھر ان کی خدمت کرکے اپنے آپ کو جہنم سے آزاد نہیں کروایا۔ اس کو بھی [illegible] اپنی رحمت سے دور کرے۔ میں نے کہا آمین۔

پھر جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

"وَمَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَأَبْعَدَهُ اللهُ."

کہ (اے اللہ کے رسول ﷺ) جس شخص کے سامنے آپ ﷺ کا نام لیا گیا ہو اور پھر اس نے آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھا۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور فرمائے۔ میں نے کہا آمین! (الترغیب والترہیب حصہ اول)

میرے دوستو اور بزرگو! ذرا اندازہ لگایئے اور سوچیے کہ بددعا کرنے والا کون ہے اور آمین کہنے والا کون ہے۔ بددعا کرنے والے سید الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور آمین کہنے والے سید الاولین والآخرین حضرت محمد ﷺ ہیں۔ تو کیا جن کے لئے انہوں نے بددعا کی وہ خدا کے عذاب سے بچ جائے گا؟ میرا تو ایمان ہے کہ ایسے شخص کی دنیا و آخرت تباہ و برباد ہو جائے گی۔ جو آپ ﷺ کی بددعا کے نیچے آ گیا۔

آیئے! نبی پاک ﷺ پر درود شریف پڑھنے کو ہم اپنا حرز جان بنالیں۔ تو ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ درود شریف پڑھنے والا شخص گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی دعا میں درود شریف ہی پڑھتا رہے۔ تو اس کے دنیا و آخرت کے تمام کام درست ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ہر قسم کے رنج و غم سے بچا لیا جاتا ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"اِنِّی اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ"

میں آپ ﷺ پر تو ویسے تو بکثرت درود شریف پڑھتا رہتا ہوں مگر ذرا یہ تو فرما دیجئے کہ اپنی دعا کا کتنا وقت درود شریف پڑھنے میں صرف کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا چاہتے ہو۔ کہنے لگے کیا چوتھائی حصہ مقرر کر لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اور زیادہ کرلو تو اچھا ہے۔ کہنے لگے کیا آدھا مقرر کرلوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور زیادہ کرلو تو اچھا ہے۔ کہنے لگے کیا دو تہائی مقرر کرلوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ کہنے لگے کیا اپنی دعا کا سارا وقت درود شریف پڑھنے پر ہی صرف کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس طرح کرلو گے تو اللہ تعالیٰ تیرے سارے گناہ معاف کردے گا اور تجھے دنیا و آخرت کے سب غموں اور پریشانیوں سے نجات دے دے گا اور تیرے سب مقاصد پورے کردے گا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ اپنے گھر سے نکلے تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوگیا۔ آپ ﷺ کھجوروں کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور جاکر نماز پڑھنا شروع کردی۔ جب سجدے میں گئے تو اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہیں آپ ﷺ کی روح نہ پرواز کرگئی ہو۔ میں قریب ہوا کہ آپ ﷺ کو دیکھوں۔ اتنے میں آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا۔ اور پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہیں خدانخواستہ آپ ﷺ کا انتقال نہ ہوگیا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور ایک خوشخبری سنائی کہ:

”اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَ یَقُوْلُ لَکَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلٰوۃً صَلَّیْتُ عَلَیْہِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْہِ۔“

کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص آپ ﷺ پر درود بھیجے گا میں بھی اس پر درود بھیجوں گا۔ (مطلب یہ ہے کہ میں اس پر رحمت کرونگا) اور جو شخص آپ ﷺ پر سلام بھیجے گا میں بھی اس پر سلام بھیجوں گا۔

میرے بھائیو! کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ درود و سلام بھیجے۔ یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کا درود و سلام صرف اور صرف اس آدمی کی قسمت میں ہوگا۔ جو نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہے۔

درود و سلام کے فضائل معلوم کرنے کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسا درود و سلام ہے جو نبی ﷺ پر بھیجنا ہے۔؟

حدیث میں آتا ہے:

صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے:

''فَقَدْ عَرَفْنَا کَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْکَ۔'' سلام پڑھنے کا طریقہ تو ہمیں تشہد میں ''اَلتَّحِيَّاتُ'' سے معلوم ہوگیا ہے۔ اب یہ ارشاد فرمائیے۔ ''کَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْکَ۔'' کہ ہم آپ ﷺ پر درود کیسے پڑھیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح کہو:

''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ'' ○ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ'' ○ '' (مسلم شریف۔ باب الصلوۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد)

صحیح مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ جن الفاظ سے نبی ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ وہ الفاظ آپ ﷺ نے خود سکھائے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص

آپ ﷺ کے فرماتے ہوئے صلوٰۃ وسلام کے الفاظ چھوڑ کر اپنی طرف سے کوئی الفاظ ایجاد کرے تو وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ آج کل بعض لوگ جو مروجہ صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ وہ احادیث میں مذکور نہیں ہے۔ ہم جب اس مروجہ صلوٰۃ وسلام کی تردید کرتے ہیں تو ہمیں طعنہ دیا جاتا ہے کہ دیکھو جی یہ لوگ صلوٰۃ وسلام کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ صلوٰۃ و سلام نہیں پڑھنا چاہئے۔ ہم ان کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ جناب ہم صلوٰۃ وسلام کے منکر نہیں ہیں۔ ہم تو اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں' جو صلوٰۃ وسلام کا منکر ہے۔ مگر صرف اتنی گزارش کرتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام وہ پڑھو جس پر مکہ مدینہ کی مہر لگی ہوئی ہے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے فرمائے ہوئے صلوٰۃ وسلام کو پڑھنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتے ہیں۔ اور میڈان پاکستان صلوٰۃ وسلام کا انکار کرتے ہیں بلکہ اسے بدعت گردانتے ہیں۔

دیکھئے! اور انصاف کیجئے! کہ ہمارا سارے کا سارا دین مکہ اور مدینہ سے آیا ہے۔ قرآن مجید آیا تو وہاں سے کلمہ آیا تو وہاں سے' نماز آئی تو وہاں سے' روزہ آیا تو وہاں سے' زکوۃ آئی تو وہاں سے' حج آیا تو وہاں سے گویا کہ جتنے بھی ارکان اسلام ہیں وہ سب کے سب وہاں سے آئے ہیں۔ کسی کو ان میں کمی وبیشی کا اختیار نہیں ہے۔ اب اگر کوئی شخص قرآن مجید میں اپنی طرف سے کوئی لفظ داخل کر کے اس کو قرآن مجید کا درجہ دے تو کیا وہ قرآن مجید بن سکتا ہے؟ یا اپنے بنائے ہوئے لفظوں کو حدیث رسول ﷺ کہے تو کیا وہ حدیث رسول ﷺ ہو سکتی ہے؟ یا کلمہ طیبہ کے الفاظ کو بدل کر اپنی طرف سے کوئی عبارت بنا کر اس کو کلمہ طیبہ کہے تو کیا وہ کلمہ طیبہ ہو سکتا ہے؟ اس طرح نماز' روزہ' حج' زکوۃ ہے اپنی طرف سے کسی شخص کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسول

ﷺ کے بتائے ہوئے ارشادات عالیہ کو چھوڑ کر اپنے قول واقوال کو دین کا درجہ دے۔ جب ان ارکان اسلام میں کسی شخص کو کمی بیشی کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ تو اپنی طرف سے صلوٰۃ وسلام بنانے کا بھی کسی کا حق نہیں ہے۔

دوستو! ہم صلوٰۃ وسلام کی نفی نہیں کرتے۔ بلکہ بدعات کی نفی کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام پڑھو مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے اور نبی ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے: دین میں اپنی مرضی نہ کرو۔ نبی ﷺ کے تابع ہو کر چلو۔ نبی ﷺ کو اپنے تابع نہ بناؤ۔ آج کل اذان سے پہلے جو صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے کیا شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟ نبی ﷺ کے زمانہ مبارک میں کسی مؤذن نے اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھا ہو؟

حضرت ابومحذورہؓ حضرت عبداللہ بن مکتومؓ حضرت بلالؓ یہ نبی ﷺ کے مؤذن تھے۔ انہوں نے اذان سے پہلے صلوۃ وسلام کیوں نہیں پڑھا؟ کیا یہ مقدس شخصیتیں نبی ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھنے کی منکر تھیں؟ (نعوذ باللہ) اگر یہ جائز ہوتا یا اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھنا محبت کی نشانی ہوتی تو یہ لوگ ضرور پڑھتے۔ کیا دور صدیقی میں اذانیں نہیں ہوئیں' دور فاروقیؓ میں اذانیں نہیں ہوئیں؟ دور عثمانیؓ اور دور علویؓ میں اذانیں نہیں ہوئیں؟ اگر ہوئی ہیں تو ان ادوار میں کسی مؤذن نے اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام کیوں نہیں پڑھا۔ کیا ان کو نبی ﷺ سے محبت نہیں تھی؟ خلفائے راشدینؓ کے بعد تابعین کا دور' تبع تابعین کا دور' محدثین کا دور نہیں آیا؟ کیا دنیا کا کوئی شخص ثابت کر سکتا ہے کہ ان کے ادوار میں کسی موذن نے اذان سے پہلے مروجہ صلوٰۃ وسلام پڑھا ہو۔ جب اس وقت اذان بغیر صلوۃ وسلام کے ہوتی تھی تو اب کیوں نہیں ہو سکتی؟

خدارا! ایسی بدعات سے توبہ کیجئے اور وہ کام کیجئے جس کا احادیث نبویہ ﷺ

میں ثبوت ملتا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ چند ایک مقامات کا آپ کے سامنے تذکرہ بھی کر دوں۔ جہاں درود شریف پڑھنے کا ہمیں حکم ہے۔

سنیئے! حدیث پاک میں آتا ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَایَقُوْلُ۔"

کہ جب مؤذن کی اذان سنو۔ تو تم وہی کلمات کہو جو موذن کہتا ہے۔

جب مؤذن "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" اور "حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" کہے تو تم اس کے جواب میں "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کہو اور جب مؤذن اذان ختم کر دے تو "ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا" پھر مجھ پر درود شریف پڑھو۔ کیونکہ جب کوئی شخص مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔

"ثُمَّ سَلُوْا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ" فِی الْجَنَّۃِ لَا تَنْبَغِی اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَ اَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ فَمَنْ سَأَلَ اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ عَلَیْہِ الشَّفَاعَۃُ۔"

(مسلم شریف باب استحباب القول مثل قول المؤذن)

پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو۔ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو دیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ جو شخص میرے لیے وسیلہ طلب کرے گا اسکے لئے میری شفاعت واجب ہو جاتی

ہے۔مطلب یہ ہے کہ جو شخص اذان سن کر پہلے درود شریف پڑھتا ہے اور پھر یہ دعا پڑھتا ہے۔

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ." کتنی حیرانگی کی بات ہے کہ آپ ﷺ نے تو اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ہم نے اسے پہلے پڑھنا شروع کر دیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی اپنی مشہور کتاب "احکام شریعت ص ۱۱۷ میں لکھا ہے' کہ بعد از اذان صلوٰۃ پڑھنی مستحسن ہے اور اس کی ابتدا ۷۹۱ھ میں ہوئی۔اگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کی بات پر ہی اتفاق کر لیا جائے تو پھر یہی ثابت ہوگا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا چاہئے۔پہلے پڑھنے کا حکم تو انہوں نے بھی نہیں دیا۔اب جو لوگ اذان سے پہلے مروجہ درود و سلام پڑھتے ہیں۔ان سے پوچھا جائے کہ انہوں نے کس کی بات پر عمل کرتے ہوئے پہلے پڑھنا شروع کیا ہے۔

یاد رکھئے! شریعت کے حکم کو تسلیم کر کے اس پر عمل کرنا ہی نیکی ہے۔جہاں بیٹھنے کا حکم ہے۔وہاں بیٹھنا نیکی ہے اور جہاں کھڑے ہونے کا حکم ہے۔وہاں کھڑے ہونا نیکی ہے۔بیٹھنے کی جگہ کھڑے ہونا اور کھڑے ہونے کی جگہ بیٹھنا نیکی نہیں ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ نبی ﷺ نے اذان کے بعد ہمیں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔لہٰذا بعد میں ہی پڑھنا چاہئے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دعا کرتے وقت مجھ پر درود پڑھ کر دعا کیا کرو۔جس دعا میں آپ ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے وہ دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا ہی

نہیں فرماتا۔ نماز کے آخری تشہد میں درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ جمعہ کے خطبہ میں خطیب پر درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا نام سن کر آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔

غرضیکہ اس کے علاوہ بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں ہمیں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بات کافی لمبی ہوگئی ہے۔ تقریر ختم کرنے سے پہلے ایک دفعہ پھر میں اپنے عقیدے کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ نماز میں' دعا میں' جنازہ میں' خطبہ میں' نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ جس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا جائے' وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ جس جنازہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا جائے وہ جنازہ قبول نہیں ہوتا اور جس خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا جائے وہ خطبہ قبول نہیں ہوتا۔

درود شریف پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ مسلمان کی دین و دنیا کے تمام کام درست فرما دیتے ہیں۔ درود شریف پڑھنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور درود شریف کا انکار یا اس سے نفرت ایمان کی بربادی کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں نبی پاک ﷺ پر مسنون درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

"واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔"

تیرھواں وعظ

وما ارسلنك
الا رحمة للعالمين

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَ غَوٰى فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ" وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

"وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O"

"ہم نے تمہیں تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

حضرات آج میری تقریر کا عنوان ہے: رحمت عالم ﷺ

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کے سترھویں پارے کی ایک چھوٹی سے آیت تلاوت کی ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

سبحان اللہ! کتنی بلند ہے شان آپ ﷺ کی۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمت

اللعالمین کے لقب سے نوازا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" کہ میں سب جہانوں کا رب ہوں۔

قرآن مجید کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرُ اَلِلْعَالَمِیْنَ۔"

کہ یہ قرآن جہانوں کیلئے نصیحت ہے۔بیت اللہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔"مُبَارَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ" کہ میرا گھر سب جہانوں کیلئے مبارک اور باعث ہدایت ہے' اور نبی ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً اَلِلْعَالَمِیْنَ۔" کہ میرا نبی ﷺ سب جہانوں کیلئے رحمت ہے۔گویا کہ اللہ تعالیٰ رب اللعالمین ہے اور نبی ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں۔جیسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب اللعالمین نہیں ہے۔اسی طرح نبی ﷺ کے سوا کوئی رحمۃ اللعالمین نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ کی بے شمار مخلوق کے اعتبار سے عالم کی کئی قسمیں ہیں۔مثلاً عالم کائنات' عالم حیوانات' عالم نباتات' عالم جمادات' عالم مفردات' عالم مرکبات' عالم لطیفات' عالم کثیفات' عالم علویات' عالم سفلیات' عالم مجردات' عالم جسمانیات' عالم فلکیات۔غیر ضیکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بے شمار عالم ہیں۔حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت وہیب بن منبہ کا قول نقل کیا ہے کہ عالمین کی تعداد اٹھارہ ہزار ہے۔جس میں دنیا ساری کی ساری ایک عالم ہے۔لیکن اصل بات یہ ہے کہ "وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ" اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عالمین کی تعداد نہیں جانتا۔جس طرح اللہ تعالیٰ تمام عالمین کا رب ہے۔اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں۔جس طرح اللہ تعالیٰ بلا امتیاز ہر مسلمان اور کافر کا روزی رساں ہے۔اسی طرح نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان وکافر کے لئے رحمت ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں رحمت ہیں اور کافروں کیلئے صرف دنیا میں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ان پر عذاب نہیں نازل کیا گیا۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے کہ پہلی امتوں کو نبیوں کی تکذیب کی وجہ سے تباہ وبرباد کر دیا گیا۔ مگر مکہ کے کافروں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے عذاب نازل نہیں کیا گیا۔ نضر بن حارث ابوجہل اور ان کے دوسرے کئی ساتھیوں نے دعا کی:

''اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوِئْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ''۔

کہ یا اللہ اگر یہ اسلام اور قرآن جو محمد (ﷺ) لے کر آیا ہے سچا ہے تو ہم ان کو نہیں مانتے۔ ہم پر پتھروں کی بارش نازل کر دے یا کوئی دوسرا دردناک عذاب بھیج کر ہم کو تباہ برباد کر دے۔

میرے بھائیو! اندازہ لگایئے کہ کافر اپنے کفر میں کتنے سخت ہیں۔ کتنے بے باک اور نڈر ہو کر اللہ تعالیٰ سے عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان پر عذاب فوری طور پر نازل کر کے ان کو تباہ وبرباد کر دیا جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ''۔

کہ اے میرے نبی ﷺ جب تک آپ ﷺ ان میں موجود ہیں۔ میں ان پر عذاب نازل نہیں کرونگا۔ کیونکہ آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا مطالعہ کیجئے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرما رہے ہیں:

”يٰقَوْمِ اعْبُدُ اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُه، اِنِّي اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ“۔ (پارہ ۸ سورۃ اعراف)

کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کسی دوسرے کو اپنی حاجات اور مشکلات میں مت پکارو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو قیامت کے دن بڑے سخت عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔

قوم کے بدبخت لوگ بجائے اسکے کہ آپ کی بات قبول کرتے۔ کہنے لگے:

”اِنَّا لَنَرٰكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ“۔

کہ اے نوح! ہم تمہیں صریحاً گمراہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ تو ہمیں صرف ایک خدا ماننے کی دعوت دیتا ہے اور تیری یہ بات ہمارے باپ دادا کے دین کے بالکل خلاف ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ کر تیرے مذہب کو قبول کر لیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِه فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔“ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۴)

کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو دعوت توحید پیش کی۔ نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:

”رَبِّ اِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَّ نَهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِي اِلَّا فِرَارًا ۝ وَ اِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِي اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَ اَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّي اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ

اَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ اِسۡرَارًا۔" (سورۃ نوح)۔

کہ یا اللہ میں نے اپنی قوم کو دن رات تیری طرف بلایا مگر وہ مجھ سے دور ہی بھاگی اور جب میں نے ان کو تیری بخشش کی طرف بلایا تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور سخت سرکشی کی۔ میری بات سننا بھی گوارا نہ کیا۔ پھر میں نے ان کو آواز بلند بلایا۔ اعلانیہ اور پوشیدہ طور پر بھی میں نے ان کو سمجھایا مگر یہ اپنی ضد پر قائم رہے اور میری بات تسلیم کرنے کی بجائے میری تکذیب کرتے رہے۔

"وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔"

اے اللہ ان کو تباہ و برباد کر دے اور ان کا ایک گھر بھی زمین پر نہ رہنے دے۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ عذاب خداوندی آیا اور وہ سب تباہ و برباد کر دیئے گئے۔

میرے عزیزو! نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے تنگ کیا تو نوح علیہ السلام نے ان کے لئے بد دعا کر دی۔ مگر نبی ﷺ نے اپنی قوم کی تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے ان کیلئے بد دعا نہیں کی۔ بلکہ یوں فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○"

کہ یا اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔

اسلام کی تبلیغ کیلئے آپ ﷺ کا علاقہ طائف میں جانا بڑا مشہور واقعہ ہے۔ حضرت زید بن حارثہ کو ساتھ لیکر طائف تشریف لے گئے۔ یہاں کے لوگ بڑے سرکش اور متکبر تھے۔ عبد یعلیل، حبیب اور مسعود یہ تینوں بھائی یہاں کے سردار تھے۔ آپ ﷺ ان سے ملے اور دعوت توحید پیش کر کے اسلام قبول کرنے کا حکم دیا۔ یہ لوگ

نہایت بے رُخی اور بداخلاقی سے پیش آئے۔ایک بولا کہ کیااللہ نے تم کو ہی رسول بنا کے بھیجا ہے۔اس کورسالت کے لئے دوسرا کوئی آدمی نہیں ملا(نعوذ باللہ) دوسرا بولا کہ میں تجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔اس لئے کہ اگر تو واقعی رسول ہے تو تیری بات سے انکار کرنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے تو میرے لائق نہیں ہے کہ تجھ سے بات کروں۔تیسرے نے بھی بڑے سخت قسم کے گستاخانہ الفاظ کہے۔آپ ﷺ نے فرمایا'اگر تم میری بات نہیں مانتے تو اپنے خیالات اپنے پاس ہی رکھنا۔ایسا نہ ہو کہ تم دوسرے لوگوں کی گمراہی کا بھی سبب بن جاؤ۔پھر آپ ﷺ نے ان سے علیحدہ ہو کر اعلانیہ لوگوں کے سامنے خدا تعالیٰ کی توحید کا وعظ شروع کر دیا۔ان کافر سرداروں نے طائف کے لڑکوں کو اکٹھا کر کے آپ ﷺ پر پتھر برسانے کا حکم دے دیا۔

بھرے تھے ان کی جھولیوں میں پتھر سنگ باری کو
نشانہ دور سے کرتے تھے وہ محبوب باری کو
وہ نبی الرحمت جس کے دیدار کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے
وہ سینہ جس کے اندر نور حق مستور رہتا تھا
یہاں وہ شق ہوا جاتا تھا اور اس سے خون بہتا تھا

پتھر برسنے سے آپ ﷺ کا جسم مبارک لہولہان ہو کر زخمی ہو گیا۔دونوں جوتے خون سے بھر گئے۔کافر کہنے لگے اے محمد

کوئی بولا آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں
اور نہیں تو یہ پتھر ہی ہم پر پلٹ آئیں

کوئی بولا کہ تم سے یہ بلا ہٹ کیوں نہیں جاتی
ہمارے غرق ہونے کو زمیں پھٹ کیوں نہیں جاتی

حضرت زیدؓ نے نبی ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ انہوں نے آپ کو اتنی سخت تکلیف پہنچائی ہے۔ آپ ان کے لئے بددعا کیوں نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا:

"اِنِّی لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّ لٰکِنِّی بُعِثْتُ رَحْمَۃً۔"

کہ "میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ O"

کہ یا اللہ میری قوم کو ہدایت دے دے۔ کیونکہ ان کو میری قدر و منزلت کا پتہ ہی نہیں ہے اگر ان کو پتہ ہوتا تو یہ کبھی بھی ایسا نہ کرتے۔

طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو امید ہے۔ "اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِھِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا یُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا۔" کہ ان کی آئندہ آنے والی نسلیں ضرور خداتعالیٰ پر ایمان لانے والی ہوں گی۔

دعا مانگی الٰہی قوم کو چشم بصیرت دے
الٰہی رحم کر اُن پر ان کو نور ہدایت دے
جہالت نے ہی رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو
بے چارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو
الٰہی رحم کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا ان پتھروں والی زمینوں پر

سبحان اللہ' کس عجیب انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمۃ اللعالمین ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اپنے تو اپنے رہے دشمنوں کیلئے بھی ہلاکت کی دعا نہیں فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ" مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ" عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ" عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ" الرَّحِيْمُO"

کہ اے لوگو! تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک ایسا رسول آیا ہے۔ جس پر تمہاری تکلیف بڑی دشوار گزرتی ہے۔ جو ہر وقت تمہاری بھلائی کا خواہاں ہے اور تم پر بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔

آیئے اس مقدس اور پاکباز رسول ﷺ پر مل کر درود وسلام پڑھیں ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى بَدْرِ التَّمَامِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نُوْرِ الظَّلَامِ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس کو گھر والے بھی تنگ کرتے تھے
سلام اس پر کہ جس سے وطن والے بھی جنگ کرتے تھے
سلام اس پر جو حق کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کر اوروں کو کھلاتا تھا

تو ہاں جناب میں عرض کر رہا تھا کہ پہلے نبیوں نے اپنی امت کے کافروں کیلئے ہلاکت کی دعائیں کیں۔ مگر نبی ﷺ نے رحمت اور ہدایت کی دعائیں کیں۔

قیامت کے ہولناک دن میں جب حضرت آدم علیہ السلام کام نہیں آئیں گے۔ نوح علیہ السلام جواب دے دیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام شفاعت سے انکار کر دیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیج دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ میری طاقت نہیں ہے کہ میں آج تمہاری سفارش کر سکوں۔ تو لوگ حیران اور پریشان ہو کر نبی ﷺ کے پاس جائیں گے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ خدا تعالیٰ کے دربار میں ہماری شفاعت کر دیجئے۔ اگر آپ ﷺ نے بھی ہمیں نفی میں جواب دے دیا تو پھر ہم کہاں جائیں گے۔ آپ ﷺ فرمائیں گے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ہی اس لائق بنایا ہے کہ تمہاری سفارش کر سکوں۔ چنانچہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ سات دن متواتر آپ ﷺ سجدہ میں رہیں گے اور خدا تعالیٰ کی وہ حمد و ثنا بیان کریں گے۔ جو اولین و آخرین میں سے کسی نے بھی نہ کی ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے میرے نبی ﷺ اپنے سر کو سجدہ سے اٹھاؤ۔ جو کہو گے سنوں گا۔ جو مانگو گے دوں گا۔ شفاعت کرو گے تو قبول کروں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے اور عرض کریں گے کہ یا اللہ تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن تو جو چاہے گا سو دوں گا۔ پس میں اس وعدے کا ایفا چاہتا ہوں۔ میں سفارش کے لئے آیا ہوں۔ میری شفاعت میری امت کے حق میں قبول فرمالیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' اے میرے نبی ﷺ میں نے تیری شفاعت کو قبول کر لیا ہے۔ جاؤ تیری امت میں سے جس نے بھی صدق دل سے "لا الٰہ

الااللہ'' کی گواہی دی ہوگی اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو وہ جنت میں چلا جائے۔

دوستو اور بزرگو! ذرا دیکھ لو۔ دنیا میں بھی آپ ﷺ کی وجہ سے عذاب خداوندی کا نزول نہ ہوا اور آخرت میں بھی آپ ﷺ کی سفارش سے جنت میں داخلہ نصیب ہوا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین کے لقب سے نوازا ہے۔ وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں کیلئے ہے۔ آپ ﷺ جہاں اپنوں کے لئے رحمت ہیں۔ وہاں بیگانوں کے لئے رحمت ہیں۔ جہاں مسلمانوں کے لئے رحمت ہیں۔ وہاں کافروں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ بلکہ میں تو لفظ عالمین کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں تک کہوں گا کہ آپ ﷺ صرف انسانوں کے لئے ہی رحمت نہیں ہیں۔ بلکہ جنوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ جنگلات میں رہنے والے درندوں کے لئے' فضا میں اڑنے والے پرندوں کے لئے بھی۔ گھاس پھوس کھانے والے چرندوں کے لیے بھی۔ پانی میں رہنے والے جانوروں کے لئے اور بلوں میں رہنے والے کیڑے مکوڑوں کیلئے بھی۔ غرضیکہ اس دنیا میں کوئی شے بھی ایسی نہیں ہے جس کے لئے آپ ﷺ رحمت نہ ہوں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دفعہ جنات کے وفد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آکر کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

''اِنْهَ اُمَّتَکَ اَنْ یَسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ اَوْرَوْثَۃٍ اَوْ حُمَمَۃٍ فَاِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ لَنَا فِیْھَا رِزْقًا۔'' (مشکوۃ شریف۔ باب آداب الخلا)

کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کی امت ہڈی' گوبر اور کوئلے کے ساتھ استنجہ کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو ہماری خوراک بنایا ہے۔ لہٰذا آپ ان کو منع

کردیجئے کہ ان چیزوں کے ساتھ استنجاء نہ کیا کریں۔ تو نبی ﷺ نے منع فرمادیا کہ کوئی شخص آج کے بعد ہڈی، گوبر اور کوئلے کے ساتھ استنجاء نہ کرے۔

جانوروں پر بھی آپ ﷺ نہایت رحم فرمایا کرتے تھے۔ ان بے زبانوں پر جو ظلم مدت سے عرب میں ہو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ موقوف کر دیئے۔ زندہ جانور کے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر پکاتے اور کھا لیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيْمَةِ وَ هِيَ حَيَّةٌ فَهُوَ مَيِّتٌ۔" (بلوغ المرام کتاب الطہارت) کہ زندہ جانور کے جسم سے گوشت کو کاٹ کر کھانا مردار کی طرح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح مردار کھانا حرام ہے۔ اسی طرح یہ گوشت کھانا حرام ہے۔ لوگ جانوروں کی دم اور بال کاٹ لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے منع فرمادیا۔ کہ دم ان کا مورچھل اور بال ان کا لحاف ہے۔ جانوروں کو دیر تک باندھ کر کھڑا رکھنے سے بھی منع فرمایا۔ جانوروں کو آپس میں لڑانے سے بھی منع فرمایا۔ کئی ظالم لوگ جانوروں کو باندھ کر مشق تیراندازی کرنے کیلئے نشانہ لگایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سنگدلی سے سختی کے ساتھ منع فرمادیا۔ ایک دفعہ ایک گدھے کو آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ داغا گیا ہے۔ فرمایا جس نے اس کا چہرہ داغا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (سیرۃ النبی جلد دوم ص ۲۳۶)

ایک دفعہ آپ ﷺ کسی سفر میں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مقام پر پڑاؤ کیا وہاں ایک چڑیا نے انڈہ دیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے وہ انڈہ اٹھا لیا۔ چڑیا بے قرار ہو کر پر مارنے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا انڈہ اٹھا کر کس نے اس کو تکلیف دی ہے؟ وہ آدمی کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اسی جگہ انڈہ رکھ کے آؤ۔ (ادب المفرد باب رحمۃ البہائم)

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ جارہے تھے۔راستے میں ایک درخت پر چڑیا کے بچوں پر ہماری نگاہ پڑی۔ہم نے وہ پکڑ لئے۔چڑیا سر پر منڈلانے لگی۔نبی ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کہ اس چڑیا کے بچوں کو کس نے پکڑا ہے؟آپ نے فرمایا جاؤ اور ان بچوں کو اسی جگہ چھوڑ کر آؤ۔(حجۃ اللہ العالمین ص ۴۶۶)

حضرت یعلٰی بن مرہ ثقفیؓ بیان کرتے ہیں:

"ثَلٰثَةُ اَشْيَاءَ رَاَيْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔"

کہ میں نے نبی ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے تین چیزیں دیکھیں۔ایک تو یہ "نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَه، اِذْ مَرَرْنَا بِبَعِيْرٍ يُسْنٰى عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰهُ الْبَعِيْرُ جَرْجَرَ فَوَضَعَ جِرَانَه، فَوَقَفَ عَلَيْهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔" کہ ہم آپ ﷺ کے ہمراہ سفر میں چلے جارہے تھے کہ پانی کھینچنے والا ایک اونٹ آپ ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور پھر اس نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔آپ ﷺ اس اونٹ کے پاس ٹھہر گئے اور فرمایا: "اَيْنَ صَاحِبُ هٰذَا الْبَعِيْرِ۔" کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ وہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا'اس اونٹ کو تو میرے ہاتھ فروخت کر دے۔وہ کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ میں اسے فروخت نہیں کرتا بلکہ آپ ﷺ کو ہبہ کرتا ہوں۔اگرچہ یہ اونٹ ایسے گھر والوں کا ہے جن کا اس کے سوا اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا!اگر یہ بات ہے تو پھر میں اس کو نہیں لیتا۔مگر "فَاِنَّهُ شَكٰى كَثْرَةَ الْعَمَلِ وَقِلَّةَ الْعَلَفِ۔" اس نے کام کی زیادتی اور چارہ کی کمی شکایت کی ہے۔تم اس کے ساتھ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔دوسری چیز یہ کہ ہم پھر آگے روانہ ہوئے۔ایک

منزل پر پہنچ کر ہم نے قیام کیا۔ نبی ﷺ سو گئے۔ "فجاءت شجرۃ" تشق الارض حتی غشیتہ ثم رجعت الی مکانھا۔" پس ایک درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آیا اور آپ ﷺ پر سایہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہ واپس چلا گیا۔ نبی ﷺ جب بیدار ہوئے تو میں نے آپ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ھی شجرۃ" استأذنت ربھا ان تسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذن لھا۔" اس درخت نے اللہ تعالیٰ سے مجھے سلام کرنے کی اجازت مانگی تھی جسے منظور کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ سلام کرنے آیا تھا۔ تیسری چیز یہ کہ پھر ہم آگے روانہ ہوئے اور ایک پانی والی بستی کے قریب سے گزرے۔ ایک عورت اپنے مجنوں بیٹے کو لے کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اس کی بیماری کا ذکر کیا۔ "فاخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنخرہ ثم قال اخرج فانی محمد" رسول اللہ۔" تو آپ ﷺ نے اس لڑکے کی ناک پکڑ کر فرمایا۔ نکل جا' میں محمد ﷺ خدا کا رسول ﷺ ہوں۔ چنانچہ لڑکا تندرست ہو گیا۔ (مشکوۃ شریف کتاب المعجزات)

دوستو اور عزیزو! میں عرض کر رہا تھا کہ نبی ﷺ صرف انسانوں کیلئے ہی رحمت بن کر تشریف نہیں لائے۔ بلکہ حیوانوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ دیکھ لیجئے ایک اونٹ نے آپ ﷺ کے سامنے اپنے مالک کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس کے مالک کو سمجھایا کہ اس کے ساتھ شفقت سے پیش آیا کرو۔ جو شخص جانوروں پر ظلم کرتا ہے۔ وہ خداتعالیٰ کی عدالت میں جواب دہ ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں۔ "نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل اربع من الدواب۔" کہ نبی ﷺ نے چار

جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ "اَلنَّمْلَةُ وَالنَّحْلَةُ وَالْهُدْهُدَ وَالصُّرَدِ۔" چیونٹی' شہد کی مکھی' ہدہد اور ممولا۔

ایک حدیث میں یوں آتا ہے:

اَنَّ طَبِيْبًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضِّفْدَعِ يَجْعَلُهَا فِيْ دَوَاءٍ۔"

کہ ایک طبیب نے نبی ﷺ کو پوچھا کہ کیا میں مینڈک کو دوا میں استعمال کرسکتا ہوں؟ تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ مینڈک کو قتل کرنا منع ہے۔(بلوغ المرام کتاب الاطعمۃ)

توخیر اس قسم کے واقعات تو بے شمار ہیں۔مگر میں انہیں چند پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔اصل مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ دنیا میں رحمۃ اللعالمین بن کر تشریف لائے ہیں۔

لفظ رحمت ایک لاکھ چوبیں ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے سوائے نبی پاک ﷺ کے اور کسی کے لئے بھی استعمال نہیں ہوا۔اگر میں یہ بات کہہ دوں تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ رحمت اللعالمین ہونے کی عملی تصویر وہی وجود مزکی ہوگا۔جس نے بندوں کو خدا سے ملایا ہو اور جلوہ الٰہی انسانوں کو دکھایا ہو۔جس نے دل کو پاک' روح کو روشن' دماغ کو درست اور طبع کو ہموار بنایا ہو۔جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ استوار کیا ہو جو غریبی اور امیری' جوانی اور بڑھاپا' بادشاہی اور فقیری' رنج وراحت' حزن ومسرت' غرضیکہ انسان کے ساتھ اس کی زندگی میں ہر پیش آنے والی چیز میں اس کی رہنمائی کرتا ہو۔جس نے فلک کی بلندی زمین کی پستی' رات کی تاریکی' دن کی روشنی' سورج کی چمک' جگنو کی دمک' ذرہ کی پرواز' قطرہ کو تراوت میں' عرفان ربانی

کی سیر کرائی ہو۔ جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی' بھیڑیوں کو غلہ بانی' رہزنوں کو جہاں بانی' غلاموں کو سلطانی اور شاہوں کو اخوانی سکھائی ہو۔ جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے ہوں۔ جس نے خودغرضوں کو قومی ہمدردی کا سبق سکھایا ہو۔ جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند بنایا ہو۔ وہ غریب کا ہمدرد' مسکین کا ساتھی' شاہوں کا تاج' غلاموں کا محسن' یتیموں کا محب' مساوات کا حامی' اخوت کا بانی' محبت کا جوہری' اخلاص کا مشتری' صدق کا منبع' صبر کا خزانہ' خاکساری کا نمونہ' رحمت ربانی کا پتلا' اگر رحمۃ اللعالمین کے لقب سے مقلب نہ ہوگا تو پھر کیا ہوگا؟

رحمۃ اللعالمین کہلانے کا حقدار وہی ہے۔ جس نے ملکوں کی دوری' اقوام کی بیگانگی' رنگوں کا اختلاف' زبانوں کا تباین دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ' ایک ہی تصور اور سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔

رحمۃ اللعالمین کہلانے کا حقدار وہی ہے۔ جس کے دربار میں بلال حبشیؓ' سلمانؓ فارسی' عداسؓ نینوائی' صہیبؓ رومی' ضماد ازدیؓ طفیلؓ دوسی' ثمامہؓ نجدی' ابوسفیان اموی' ابوذرؓ غفاری' سراقہ مدلجیؓ اور حاتم طائی کا بیٹا عدیؓ پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آ رہے ہوں اور کوئی بھی اپنے آپ کو دوسرے سے اونچا تصور نہ کر رہا ہو۔

آیئے! ذرا سوچیں تو سہی' وہ کون سی چیز تھی جس نے بڑے بڑے جابر اور سرکش لوگوں کو نبی ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ قریش نے آپ ﷺ کو گالیاں دیں' مارنے کی دھمکیاں دیں' راستوں میں کانٹے بچھائے۔ جسم اطہر پر نجاستیں پھینکیں۔ گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا۔ آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیں۔ کبھی جادوگر' کبھی پاگل' کبھی شاعر کہا۔ مگر آپ ﷺ نے کبھی ان باتوں پر برہمی کا اظہار نہیں فرمایا تھا۔ زبان سے کوئی بات نکلی بھی تو یہ نکلی:

''اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ O''

کہ یا اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما کیونکہ یہ میری قدر و منزلت کو نہیں جانتے۔

دشمنوں سے انتقام کا بہترین اور بڑا موقعہ فتح مکہ کا دن تھا۔ جبکہ وہ لوگ بھی سامنے آئے جو آپ ﷺ کے خون کے پیاسے تھے اور جن کے ہاتھوں آپ ﷺ نے طرح طرح کی اذیتیں اٹھائی تھیں۔آپ ﷺ نے ''لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔'' کہہ کر سب کو چھوڑ دیا کہ جاؤ تم پر آج کے دن کوئی ملامت نہیں ہے' تم سب آزاد ہو۔

سبحان اللہ! شفقت' رحمت اور اخلاق ہو تو اس قسم کا ہو۔وحشی جس نے نبی ﷺ کے عزیز ترین چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔مکہ میں رہتا تھا۔اسلام کی قوت نے جب زور پکڑا تو یہ بھاگ کر طائف چلا گیا۔اہل طائف نے جب اسلام قبول کرنے کیلئے سر تسلیم خم کیا تو اس کے لئے بھی اسلام قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔اہل طائف نے جو وفد مدینہ منورہ بھیجنے کیلئے تجویز کیا تھا۔اس میں وحشی کا نام بھی تھا۔مدینہ منورہ پہنچ کر آپ ﷺ کے سامنے آنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں مجھ سے انتقام نہ لیا جائے۔ساتھیوں نے یقین دلایا کہ بے خوف رہو۔محمد ﷺ سفیروں کو قتل نہیں کیا کرتے۔چنانچہ اسی اعتماد پر وہ دربار نبوت میں حاضر ہو گیا اور اسلام قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کر کے امید جواب میں خاموش کھڑا رہا۔آپ ﷺ چاہتے تو اسے قتل کروا سکتے تھے۔مگر نہیں۔اپنے رحمت اللعالمین ہونے کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس کے اسلام کو قبول فرما لیا اور صرف اس قدر فرمایا کہ میرے سامنے نہ آیا کرنا کیونکہ تمہیں دیکھ کر مجھے میرے چچا یاد آ جاتے ہیں۔ہندہ ابو سفیان کی بیوی جس نے حضرت حمزہؓ کا سینہ چاک کیا تھا اور دل و جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے۔نقاب پہن کر آپ ﷺ کے

سامنے آئی تا کہ پہچانی نہ جاسکوں۔ مگر آپ ﷺ نے پہچان لیا اور اس واقعہ کا ذکر تک نہ کیا۔ آپ ﷺ کے اس کریمانہ اخلاق کو دیکھتے ہوئے بے اختیار پکار اٹھی کہ یا رسول اللہ ﷺ آج کے بعد میری نگاہ میں آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

دشمن اسلام ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اسلام قبول کرنے سے پہلے باپ کی طرح نبی ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا۔ فتح مکہ کے وقت مکہ سے بھاگ کر یمن چلا گیا۔ اس کی بہن مسلمان ہو چکی تھی۔ اس نے جا کر عکرمہ کو تسلی دی اور مسلمان کر کے خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہو گئی۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو فرط مسرت سے فرمایا:

"مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ۔"

کہ اے ہجرت کرنے والے سوار تمہارا آنا مبارک ہو۔

ہبار بن اسود جس کے ہاتھوں سے نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو سخت تکلیف پہنچی تھی۔ حضرت زینبؓ حاملہ تھیں اور وہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے جارہی تھیں کہ کفار نے مزاحمت کی۔ ہبار نے نیزہ ماران کو اونٹ سے گرا دیا۔ جس سے سخت چوٹ لگی اور حمل ساقط ہو گیا اور وہ اسی صدمہ سے انتقال فرما گئیں۔ فتح مکہ کے دن باب رحمت کھٹکا کے اپنی جہالت اور قصور کا اعتراف کر کے کہنے لگا کہ میں اسلام قبول کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے رحمت اللعالمین ہونے کا عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا۔

ابوسفیان نبی ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا۔ غزوہ بدر سے لیکر فتح مکہ تک جتنی بھی لڑائیاں اسلام کو لڑنی پڑیں ان میں اکثر میں اس کا ہاتھ تھا۔ فتح مکہ کے روز حضرت عباسؓ اس کو لیکر حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ نہایت ہمدردی سے اسکے ساتھ پیش آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزشتہ جرائم کی پاداش میں قتل کرنے پر آمادہ ہیں۔ مگر آپ ﷺ نے منع

فرمادیا۔ بلکہ اسکے گھر کو امن کی جگہ قرار دیا اور فرمایا' کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا۔ اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ابوسفیان آپ ﷺ کے اس کریمانہ اخلاق کو دیکھ کر سر تسلیم خم کر کے مسلمان ہو گیا۔

میرے بھائیو!

اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کے بارہ بھی عام معافی کا اعلان فرمادیا۔

"لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُاللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ○

کہ آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمادے وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

وقت کافی زیادہ ہو چکا ہے۔اس لیے میں انہی الفاظ پر اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں نبی ﷺ کا مقام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

"واخردعوناان الحمد لله رب العلمین۔"

چودھواں وعظ
ختم نبوت
صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَ غَوٰى فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ" وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

"مَاكَانَ مُحَمَّدٌ" اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا O"

(پ۲۲ سورۃ احزاب)

نہیں ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ۔ لیکن وہ خدا کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔

حضرات آج میری تقریر کا عنوان ہے: مسئلہ ختم نبوت ﷺ

ہمارا ایمان ہے کہ نبی پاک ﷺ خدا تعالیٰ کے آخری نبی ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ختم نبوت کا تاج پہنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد

کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ دنیا میں جو غرض انبیاورسل کی بعثت کی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی تھی۔ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس ذات پر اپنے کمال کو پہنچ کر پوری ہو گئی تو سلسلہ نبوت بند کر دیا گیا۔ جس طرح آفتاب کے بعد چراغ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح محمد ﷺ کے بعد کسی نبی اور رسول کی ضرورت نہیں رہی۔

قبل اس کے کہ میں اپنی تقریر کو شروع کروں۔ لفظ خاتم پر تھوڑی سی روشنی ڈال دوں۔ لفظ خاتم میں دو قراتیں ہیں۔ پہلی قرات ''تا'' کی زبر کے ساتھ خاتم اور دوسری قرات ''تا'' کی زیر کے ساتھ خاتم اگر ''تا'' کی زبر کے ساتھ ہو تو وہ اسم آلہ ہے۔ یعنی جس سے مہر لگا کر کسی چیز کو بند کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ اب اس میں نہ کوئی چیز داخل ہو سکے اور نہ کوئی چیز نکل سکے اور اگر ''تا'' کی زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو وہ اسم فاعل ہوگا۔ جس کے معنی ختم کرنے والے اور آخر میں آنے والے کے ہیں۔

بلحاظ پہلی قرات خاتم النبین کا معنی یہ ہوگا کہ نبوت کے محل کو مہر لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔ اب کوئی اس کو کھولنے کا مجاز نہیں ہے اور بلحاظ دوسری قرات خاتم النبین تو اس کا معنی ہوگا۔ نبیوں کو ختم کرنے والے اور سب سے آخر میں آنے والے جس کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو۔

قرآن مجید میں لفظ خاتم النبین نص صریح ہے کہ حضرت محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کسی قسم کا کوئی نبی ظلی یا بروزی۔ حقیقی یا مجازی تشریعی یا غیر تشریعی مبعوث نہیں ہوگا اور اس آیت کے ناقابل تاویل ہونے پر امت کا اجماع ہے اور یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی دجال کذاب اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور جو شخص اس آیت میں تاویل کر کے جدید نبوت کے لئے گنجائش نکالے گا وہ کافر ہے۔

قرآن وحدیث نے اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔دیکھئے آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما کر فرشتوں سے سجدہ کروانے کے بعد ارشاد فرمایا:

"یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ۔"

کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں آرام اور اطمینان سے رہو اور جو چاہو کھاؤ پیو۔مگر یہ جو درخت ہے اس کا پھل نہیں کھانا۔(ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے)

"فَوَسْوَسَ لَھُمَا الشَّیْطٰنُ۔"شیطان نے وسوسہ ڈالا آدم علیہ السلام کو کہنے لگا کہ کیا تمہیں پتہ ہے کہ تمہارے رب نے اس درخت کا پھل کھانے سے تمہیں کیوں روکا ہے۔اس لئے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔یا ہمیشہ جنت میں نہ رہنے لگو۔"وَقَاسَمَھُمَا اِنِّی لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ O" قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔میری بات مان لو اور اس درخت کا پھل کھا لو۔تا کہ تم ہمیشہ کیلئے جنت میں رہ سکو۔چنانچہ آدم علیہ السلام اس کے دھوکے میں آ گئے۔"فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَۃَ بَدَتْ لَھُمَا سَوْاٰتُھُمَا۔" جونہی انہوں نے درخت کے پھل کو چکھا لباس اتر گیا اور مادرزاد برہنہ ہو گئے۔درختوں کے پتے توڑ کر اپنے جسم کو ڈھانپنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اَلَمْ اَنْھَکُمَا عَنْ تِلْکُمَا الشَّجَرَۃِ وَ اَقُلْ لَّکُمَا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ O"

کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہیں تھا؟ اور کہا نہیں تھا؟ کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے

آدم علیہ السلام نے کہا' یا اللہ مجھے یہ علم نہیں تھا کہ تیرا نام لے کر کوئی جھوٹی قسم بھی کھائے گا۔ حکم ہوا:

"اِهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ" وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ" وَ مَتَاعٌ" اِلٰى حِيْنٍ O"

کہ اب تم زمین پر چلے جاؤ۔ بعض تمہارا بعض کا دشمن ہوگا اور تمہیں ایک وقت مقرر تک زمین میں رہنا اور فائدہ اٹھانا ہوگا۔

"فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ" عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔"

تمہارے پاس میری طرف سے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ ہدایت آئے گی۔ جس نے اس کی تابعداری کی اس پر کسی قسم کا کوئی غم فکر نہیں ہوگا۔

چنانچہ آدم علیہ السلام زمین پر آ گئے۔ اولاد پیدا ہوئی۔ سب کے سب لوگ ابتداء ایک ہی مذہب پر تھے۔ ابلیس نے پھر ان کو اپنے جال میں پھنسایا۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ہٹا کر بت پرستی اور تصویر پرستی پر لگا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے رسولوں کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرَاهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ۔" (پ ۲۷ سورۃ حدید)

کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو رسالت سے سرفراز فرمایا۔ پھر ان کی اولاد میں بھی رسالت نبوت کا سلسلہ جاری کر دیا۔

یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سب کے بعد ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہ

السلام کو بھیجا اور ان پر انجیل نازل فرمائی۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خود بھی فرمایا:

"قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتَانِیَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔"

کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نبوت اور کتاب سے سرفراز فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے "وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا" ہم نے حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

"وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ اِسْمَاعِیْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا○"

موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ مُوْسٰۤی اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا○"

ادریس علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

"وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا○ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا○ پھر فرمایا:

"اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ وَمِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا۔" (پ۱۶ سورۃ مریم)

کہ یہی ہیں وہ انبیاء جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کیا۔ اولاد آدم میں سے اور ان لوگوں کی اولاد سے جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کیساتھ کشتی میں چڑھا لیا تھا اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسرائیل کی اولاد سے بھی جن کو ہم نے نبوت و رسالت سے

سرفراز فرمایا تھا۔ ایک مقام پر اٹھارہ نبیوں کا نام لیکر ان کی نبوت کا ذکر کیا:

”وَ تِلْکَ حُجَّتُنَا اٰتَیْنٰھَا اِبْرَاھِیْمَ عَلٰی قَوْمِہٖ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ O وَوَھَبْنَا لَہٗ اِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ کُلًّا ھَدَیْنَا وَ نُوْحًا ھَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰی وَ ھَارُوْنَ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ O وَ زَکَرِیَّا وَ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی وَ اِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ O وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَلُوْطًا وَ کُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ O وَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَ ذُرِّیّٰتِھِمْ وَ اِخْوَانِھِمْ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ O ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ O“ (پ ۷ سورۃ انعام)

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت یسع علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، پھر ان کے باپ اور انکی اولادیں اور ان کے بھائی جن کا ہم نے انتخاب فرمایا تھا اور پھر ”اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتَابَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ۔“ ان سب کو ہم نے کتاب و حکمت اور نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت حضرت نوح علیہ السلام سے شروع

فرمایا اور نبی پاک ﷺ پر ختم فرما دیا۔

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ۔"

کہ اب میرے پیغمبر محمد رسول ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔

نبی ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا کہ:

"مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَاَتَمَّهَا وَاَكْمَلَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِنْهَا۔" (مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۵۶)

میری اور دوسرے نبیوں کی مثال اس شخص کی ہے۔ جس نے ایک محل بنایا۔ مگر ایک اینٹ کہ جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس محل میں داخل ہو کر تعجب کرتے اور کہتے کہ یہ جگہ خالی نہیں ہونی چاہئے تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "فَاَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ" کہ میں نے آ کر وہ خالی اینٹ والی جگہ پر کر دی ہے۔ اب محل میں کوئی ایسی جگہ ہی نہیں ہے۔ جہاں کوئی اینٹ لگائی جا سکے۔

مطلب یہ ہے کہ قصر نبوت مکمل ہو چکا ہے۔ اب کسی نبی کے آنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ اللہ پاک نے نبی پاک ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کروایا کہ:

"قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔"

کہ اے لوگو میں سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

خواہ کوئی مشرق میں رہنے والا ہو۔ خواہ کوئی مغرب کی طرف رہنے والا ہو۔ خواہ کوئی شمال کی طرف رہنے والا ہو اور خواہ کوئی جنوب کی طرف رہنے والا ہو۔ خواہ

کوئی ہمالیہ کی چوٹی پر یا سمندر کے جزیرہ میں رہنے والا ہو سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ جہاں جہاں تک خداتعالیٰ کی ربوبیت ہے۔ وہاں وہاں تک محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت ہے۔ جس طرح دوسرا خدا ماننے والا مشرک ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو ماننے والا مشرک ہے۔

جس طرح سب جہانوں کا خدا ایک ہے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کا قبلہ ایک ہے۔ اسی طرح قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے نبی بھی ایک ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد بھی ہے:

"یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِد" وَّ اٰبَاکُمْ وَاحِد" وَ دِیْنَکُمْ وَاحِد" وَّ نَبِیُّکُمْ وَاحِد" لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔" (کنزالعمال)

کہ اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے' اور ... بھی ایک ہے اور تمہارا نبی بھی ایک ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

میرے محترم! آپ ﷺ کے فرمائے ہوئے الفاظ "لانبی بعدی" پر ذرا غور کریں۔ "لا" نفی جنس کا نبی نکرہ پر داخل ہو کر سب ... ... ی۔ تشریعی اور غیر تشریعی نبیوں کی نفی کر رہا ہے۔ جیسے کہ "لا الہ الا اللہ" میں "لا" نفی جنس کا الہ نکرہ پر داخل ہو کر سب معبودوں کی نفی کرتا ہے۔

"لا الہ الا اللہ" کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی طرح "لانبی بعدی" کا معنی یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

شاہی درجہ حضرت اوپر ختم کیتا رب سائیں
دوجا کن نہ جاری ہوسی روز قیامت تائیں

کوئی رسول نہ پیدا ہوسی بعد نبی سلطانوں
تے کوئی کتاب نہ نازل ہوسی پچھے ایس قرآنوں

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ." کہ میں چھ باتوں میں سب نبیوں پر فضیلت دیا گیا ہوں۔

(۱) أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ۔ (۲) وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ (۳) وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ (۴) وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا (۵) وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً (۶) وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔ (مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲)

(۱) کہ مجھے کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے ہیں۔

(۲) دشمن کے دل میں میرا رعب بٹھا دیا گیا ہے۔

(۳) مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔

(۴) ساری زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنادی گئی ہے۔

(۵) مجھے ساری دنیا کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(۶) اور نبوت مجھ پر ختم کر دی گئی ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا:

"اِنَّ لِيَ اَسْمَآءَ اَنَا مُحَمَّدٌ اَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيَ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَ اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ اَحَدٌ"۔

کہ میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ﷺ ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں

اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر مٹا دے گا۔ میں حاشر ہوں۔ لوگ قیامت کو میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے' اور میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہوتا ہے۔ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ داداجی نے میرا نام محمد ﷺ رکھا ہے اور والدہ نے میرا نام احمدؐ رکھا ہے۔ زمین پر میرا نام محمد ﷺ ہے' اور آسمانوں پر میرا نام احمدؐ ہے۔ تورات میں میرا نام محمد ﷺ ہے اور انجیل میں میرا نام احمدؐ ہے۔ سبحان اللہ آپ ﷺ کے نام مبارک محمد ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت رکھی ہے کہ جو بھی یہ نام لے گا۔ اس کی زبان بے ساختہ آپ ﷺ کی تعریف ہی نکلے گی۔ محمد ﷺ اور احمدؐ کا مطلب ہی یہ ہے کہ لوگ آپ ﷺ کی تعریف کریں اور آپ ﷺ اپنے رب کی تعریف کریں۔ اس لئے حدیث شفاعت میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر کر وہ تعریفی الفاظ ادا کروں گا۔ جو دنیا میں میں نے کبھی بھی ادا نہیں کئے ہوں گے۔

تو خیر' آپ ﷺ نے فرمایا میں ماحی ہوں۔ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا۔ دیکھ لیجئے وہ بیت اللہ جہاں تین سو ساٹھ بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔ ان کو ''قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔'' کہہ کر اوندھے منہ گرایا' اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہاں سے نکال باہر پھینکا۔ وہ بیت اللہ جہاں بتوں کے نام کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی توحید کے ترانے گائے جانے لگے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حاشر ہوں۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں باہر نکلوں گا۔ پھر ابوبکر صدیقؓ پھر عمر فاروقؓ پھر عیسیٰ علیہ السلام' پھر ہم جنت البقیع میں جائیں گے۔ پھر وہاں کے مدفون قبروں سے نکلیں گے۔

سبحان اللہ! کیا ہی عجیب منظر ہوگا اور کتنے ہی خوش نصیب وہ لوگ ہوں گے جن کو اٹھتے ہی نبی ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔ جہاں یہ سعادت صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوگی۔ وہاں جماعت اہل حدیث کے نامور خطیب حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر کو بھی حاصل ہوگی۔ جہاں حضرت عثمان شہیدؓ اٹھ کر نبی ﷺ کے قافلہ میں شریک ہوں گے۔ وہاں اہل حدیث کا سپوت حضرت علامہ صاحب بھی آپ ﷺ کے قافلہ میں شریک ہوں گے۔ اللہ اللہ یہ سعادت ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی۔ آپ نے بے شمار آدمی ایسے دیکھے ہوں گے۔ جو مرتے تو مکہ اور مدینہ میں ہیں مگر میتیں ان کی پاکستان آکر دفن ہوتی ہیں۔ یہ سعادت ہزاروں لاکھوں میں کسی خوش نصیب کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ کہ ان کو مدینۃ الرسول ﷺ میں موت آئے اور پھر جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو۔

خدا کی قدرت دیکھیں۔ حادثہ تو پاکستان میں پیش آیا۔ زخمی ہونے کے بعد سعودیہ گئے تو علاج کیلئے۔ مگر کیا پتہ تھا کہ تقدیر ان کو علاج کے بہانے وہاں لے جا رہی ہے۔ ریاض ہسپتال میں جام شہادت نوش فرمایا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صحابہ کرامؓ کے ساتھ حضرت علامہ شہیدؒ کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

یہ محب رسول ﷺ جب بھی مدینہ منورہ جاتے تو جنت البقیع میں جا کر دعا کرتے کہ یا اللہ مجھے بھی تھوڑی سی جگہ یہاں عطا فرما دے نہ جانے وہ کون سی گھڑی تھی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ صاحب کی دعا کو شرف قبولیت فرما کر آپ کی دیرینہ خواہش پوری کر دی۔ آیئے ہم بھی مل کر یہ دعا کریں۔

"اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ شَھَادَۃً فِی سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتَنَا فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ۔"

تو ہاں جناب میں عرض کر رہا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ﷺ ہوں' میں احمدؐ ہوں' میں ماحیؐ ہوں' میں حاشرؐ ہوں' میں عاقبؐ ہوں' عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ختم نبوت کا تاج پہنا کر بھیجا ہے۔ میرے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور دجال ہوگا۔

''اِنَّ الرِّسَالَةَ وَ النُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِی وَلَا نَبِیَّ۔''

کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ لہٰذا میرے بعد کوئی رسول اور کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث کی تائید مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی کی ہے۔ لکھتا ہے:

''قَدِ انْقَطَعَ الْوَحیُ بَعْدَ وَفَاتِه وَ خَتَمَ اللّٰهُ بِه النَّبِیّنَ۔''

(حمامۃ البشریٰ ص ۳۴)

کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ایک دوسری جگہ لکھتا ہے۔

''مَا کَانَ اللّٰهُ اَن یُّرْسِلَ نَبِیًّا بَعْدَ نَبِیِّنَا خَاتِمِ النَّبِیّنَ وَمَا کَانَ یُحْدِثُ سِلْسِلَةَ النُّبُوَّةِ ثَانِیًا بَعْدَ اِنْقِطَاعِهَا۔''

(آئینہ کمالات ص ۳۷۷)

کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی ﷺ خاتم النبیین کے بعد کسی کو نبی بنا کر بھیجے اور نہ ہی یہ ہوگا کہ سلسلہ نبوت کو اس کے منقطع ہو جانے کے بعد پھر جاری کر دے۔

اپنی مشہور کتاب ''حقیقۃ الوحی'' میں لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے۔ جو رب اللعالمین اور رحمان اور رحیم ہے۔ جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنایا اور

آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' اور رسول بھیجے اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو پیدا کیا۔ جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل تھے۔

نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں:

"کَانَتْ بَنُوا اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَآءَ کُلَّمَا هَلَکَ نَبِیّ" خَلَفَه' نَبِیٌّ وَ اَنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَ سَیَکُوْنُ خُلَفَاءَ فَیَکْثُرُوْنَ۔" (بخاری شریف ص ۴۱۹)

کہ بنی اسرائیل کی عنان سیاست انبیاء کے ہاتھوں میں رہی۔ جب ایک نبی فوت ہوتا تو اس کا جانشین نبی ہی ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ عنقریب خلفاء کا سلسلہ شروع ہوگا اور وہ بکثرت ہوں گے۔

میرے عزیز محترم! مسئلہ ختم نبوت پر اگر تمام احادیث کو بیان کروں۔ تو بہت سا وقت درکار ہے۔ میں یہاں مرزائیوں کے دو تین سوالوں کا جواب دے کر اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ مرزائی کہتے ہیں:

"مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔" (پ ۵ سورت نساء)

کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے۔ ہم ان کو ایسے لوگوں میں شامل کر دیں گے۔ جن پر میں نے اپنا انعام کیا ہے' اور وہ ہیں نبی' صدیق' شہید اور صالحین۔

خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے اگر صدیق بن سکتا ہے۔ شہید بن سکتا ہے۔ صالح بن سکتا ہے۔ تو نبی کیوں نہیں بن سکتا؟ یہ آیت اجرائے نبوت پر دلالت

کر رہی ہے کہ اطاعت خداوندی اور اطاعت رسول علیہ السلام سے آدمی مقام نبوت حاصل کر سکتا ہے۔

اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ جناب اس آیت میں یہ کہیں ذکر نہیں ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا۔ اس کو نبوت مل جائے گی۔ بلکہ یہاں تو صرف رفاقت کا ذکر ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے گا۔ ہم اسے قیامت کے دن منعم علیہ لوگوں کی رفاقت عطا فرمائیں گے۔ کیونکہ "حسن اولئک رفیقا۔" کے لفظ رفاقت پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر خدا اور اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت سے نبوت مل سکتی تو پہلے نمبر پر ابوبکر صدیقؓ کو ملتی۔ پھر عمر فاروقؓ کو ملتی جن کے متعلق آپ علیہ السلام نے فرمایا بھی تھا۔

"لَوْ كَانَ بَعْدِی نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرَ ابْنُ الْخَطَّابِ۔"

کہ میرے بعد اگر کسی کو نبوت ملنی ہوتی تو خطاب کے بیٹے عمرؓ کو ملتی، عثمان غنیؓ کو نبوت ملتی، علی المرتضیٰؓ کو ملتی، عشرہ مبشرہ کو ملتی۔ اصحابؓ بدر، اصحابؓ احد اصحابؓ بیت رضوان والوں کو ملتی۔ کیا ان صحابہ کرامؓ نے خدا اور اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت نہیں کی تھی؟

صحابہ کرام کو نبوت ملی نہ تابعین اور تبع تابعین کو اور قادیان میں مرزا غلام احمد کو مل گئی۔ مرزا غلام احمد ہی ایک ایسا شخص تھا۔ جس نے ان سب سے بڑھ کر رسول علیہ السلام کی اطاعت اور فرمانبرداری کی؟

ویسے بھی اس آیت میں "مع" کا لفظ موجود ہے۔ جس کے معنی ہیں "ساتھ"۔ مرزائیوں نے خود بھی تسلیم کیا ہے۔ "ان اللہ مع الصبرین" کہ

اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اگر مع کے لفظ سے نبوت پر استدلال درست ہے تو ہو سکتا ہے۔ کل کو کوئی شخص یہ بھی کہہ دے کہ صبر کرنے سے انسان خدا بھی بن سکتا ہے۔

ایک حدیث سنئے۔ ترمذی شریف میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

''اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ۔''

کہ سچا امانتدار تاجر قیامت کو نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں کیساتھ ہوگا۔

اس حدیث میں بھی ''مع'' کا لفظ موجود ہے۔ مرزائیوں کے طرز استدلال سے تو پھر تاجر بھی نبی بن سکتا ہے۔

بفرض محال' اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ جو شخص خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ نبی بن سکتا ہے تو پھر عورت کو بھی نبوت ملنی چاہئے۔ کیونکہ لفظ ''من'' مرد اور عورت دونوں پر استعمال ہوتا ہے۔ عورت کو نبوت کیوں نہیں ملی۔ اس کو کیوں محروم رکھا گیا؟ مرزائی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ جناب عورت کو نبوت اس لئے نہیں ملی کہ اس کو حیض آتا ہے اور وہ ناقص الخلقت والعقل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہی وجہ ہے تو پھر مرزا قادیانی کو بھی حیض آتا تھا۔ اپنی کتاب (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳) میں لکھتا ہے کہ بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے جو بمنزلہ الطفال اللہ کے ہے۔

عورت ناقص الخلقت والعقل ہے۔ اس لئے اس کو نبوت نہیں ملی۔ تو مرزا قادیانی کونسا عقلمند تھا؟ قادیانیوں کی انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے ایک رسالہ بعنوان ''کشف الظنون عن المراق والجنون'' مصنف ڈاکٹر بشارت

احمد شائع ہوا جس کے ص ۹۶ پر حضرت مرزا حضرت مرزا صاحب کے لباس کے عنوان پر لکھتے ہیں۔ کہ اگر کسی نے کوئی اچھا کپڑا لا کر دے دیا تو پہن لیا۔ نہیں پہنایا تو جیسا کپڑا مل گیا پہن لیا۔ کوئی دوست کوٹ بنا کر لے آتے اور آپ کو پہننا پڑتا تو بٹن لگانا کبھی نہ آیا۔ نیچے کا بٹن اوپر کے کاج میں اور اوپر کا بٹن نیچے کے کاج میں لگا ہوا اکثر نظر آتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے بوٹ تحفہ میں پیش کیے تو آپ نے اس کی خاطر پہن لیے۔ مگر اس کے دائیں بائیں کی شناخت نہ کر سکتے تھے۔ دایاں پاؤں بائیں طرف کے بوٹ میں اور بایاں پاؤں دائیں طرف کے بوٹ میں پہن لیتے تھے۔ آخر اس غلطی سے بچنے کے لیے ایک طرف کے بوٹ پر سیاہی سے نشان لگانا پڑا۔

محترم! ذرا اندازہ لگائیں، دعوی نبی ہونے کا مگر عقل اتنی ہے کاج تک لگانے نہیں آتے۔ دعویٰ نبوت کا مگر دائیں اور بائیں کی پہنچان نہیں۔ دعویٰ نبوت کا مگر گڑ اور مٹی کی پہچان نہیں۔ حالانکہ نبی علم، فراست اور عقل میں پوری کائنات کا بادشاہ ہوتا ہے۔ تو ہاں جناب اجرائے نبوت پر مرزائی دوسری دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا تھا۔

”اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی۔“

کہ تم ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ہارون۔ نبوت کا امکان تھا تو تبھی آپ ﷺ نے ہارون علیہ السلام نبی کے ساتھ تشبیہ دی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ جنگ کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں، اور حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے نائب بنا کر چھوڑ رہے ہیں۔ حضرت علیؓ کو اس بات کا بہت ملال ہوا کہ مجھے کیوں نہیں ساتھ لے جا رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے علیؓ میں تجھے کسی

مغائرت کی وجہ سے چھوڑ کر نہیں جا رہا۔ بلکہ اپنا جانشین بنا کے جا رہا ہوں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا کر گئے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہارون علیہ السلام نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو۔ اس لئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یہ کتنی بددیانتی اور خیانت ہے کہ حدیث کا ایک حصہ تو بیان کر دینا اور دوسرے حصے کو چھوڑ دینا۔

مشکوۃ شریف باب مناقب علیؓ نکال کر دیکھئے۔ پوری حدیث اسطرح ہے۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِّي اَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اَلَا اِنَّه، لَانَبِيَّ بَعْدِيْ۔"

کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ تو مجھے ایسے ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ہارون۔ مگر یہ یاد رکھو وہ نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو' کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یہاں ایک سوال ہے کہ اگر "لا نبی بعدی" فرمایا ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد چہ معنی دارد۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی آخر نبی ہیں۔ اور "لا نبی بعدی" کے الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی بھی نفی کر رہے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کے معنی یہی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی بنایا نہیں جائے گا۔ باقی رہا عیسیٰ علیہ السلام والا مسئلہ۔ تو وہ ان نبیوں میں سے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نبی بن چکے ہیں۔

قادیانی ایک اور فریب دیتے ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت "لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا۔" پیش کر کے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد نبی آنے کا امکان تھا۔ تبھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو وہ نبی ہوتا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ زندہ ہی نہ رہے۔ اگر زندہ رہتے تو وہ ضرور نبی ہوتے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت ابن ماجہ میں موجود تو ہے۔ مگر یہ تو وہی بات ہوئی کہ "لاتقربوا الصلوۃ۔" پڑھ لینا اور "انتم سکاری" چھوڑ دینا۔ اپنے مطلب کی بات لے لینی اور جو خلاف ہو وہ چھوڑ دینی۔ چاہئے یہ تھا کہ اس سے اگلی حدیث بھی پڑھ لی جاتی۔ اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"لَوْقُضِیَ اَنْ یَکُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیّ" لَعَاشَ اِبْنُه، وَلٰکِنْ لَانَبِیَّ بَعْدَه،۔"

کہ اگر یہ بات مقدر ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے تو آپ ﷺ کے صاحبزادے زندہ رہتے مگر آپ ﷺ کے بعد تو کوئی نبی ہی نہیں ہے۔

ویسے بھی "لَوْعَاشَ اِبْرَاهِیْمَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا۔" والی روایت ضعیف ہے۔ جملہ محدثین کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ روایت ہی صحیح نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں لکھتے ہیں۔

"وَفِیْ سَنَدِه اَبُوْ شَیْبَه اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ عُثْمَانَ الْوَاسِطِی وَهُوَ ضَعِیْف۔"

کہ اس کی سند میں ابو شیبہ راوی ضعیف ہے۔

تو ہاں جناب! میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی

ہیں' آپ ﷺ کے بعد نبوت کلیۃً ختم ہو چکی ہے' اب جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا۔
کذاب اور دجال ہوگا اور ایسے مدعیان نبوت کا قلع قمع کرنا حکومت کا فرض ہے۔

نبی ﷺ کے زمانہ میں مسیلمہ نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے اپنے وطن یمامہ سے نبی ﷺ کو ایک خط لکھا۔ جس میں یہ عبارت درج تھی۔

"مَن مُّسَيْلَمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَرْضِ وَلِقُرَيْشٍ نِصْفًا وَلٰكِنَّ الْقُرَيْشَ لَا يَنْصِفُوْنَ..... وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔"

کہ خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد ﷺ کے نام۔ واضح ہو کہ آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی۔ لیکن قریش انصاف نہیں کرتے اور سلام ہو آپ پر۔

نبی ﷺ کے پاس خط پہنچا تو آپ ﷺ نے فوراً اس کا جواب لکھوایا:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ مِنْ مُّحَمَّدِ النَّبِيِّ اِلٰى مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔"

کہ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔
محمد ﷺ خدا کے نبی کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ واضح ہو کہ زمین خدا کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بناتا ہے اور انجام نیک لوگوں کے لئے ہے اور سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ پر چلے۔

آپ ﷺ نے حضرت حبیبؓ بن زید کو یہ خط دے کر مسیلمہ کے پاس یمامہ

بھیجا۔ مسیلمہ یہ خط پڑھ کر آگ بگولہ ہو گیا اور غصہ میں آ کر حضرت حبیب بن زید کو کہنے لگا۔ "اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰہ۔" کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں؟

حضرت حبیب کہنے لگے۔ ہاں "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ۔" میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ مسیلمہ نے پھر کہا:

"اَتَشْهَدُ اَنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ۔" کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حضرت حبیب کہنے لگے:

"اِنِّی اَصَمُّ لَا اَسْمَعُ۔"

کہ تیری یہ بکواس سننے سے میرے کان بہرے ہیں اور گواہی دینے سے میری زبان گونگی ہے۔

مسیلمہ نے دوبارہ پوچھا:

حضرت حبیبؓ نبی ﷺ کی رسالت کی گواہی تو فوراً دے دیتے اور مسیلمہ کی رسالت کی شہادت پر جواب دینے سے انکار کر دیتے۔

آخر اس ظالم نے حضرت حبیبؓ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کروا کر ان کو شہید کر دیا۔ (اصابہ فی تمیز الصحابہ ص ۳۲۸)

"اللہ اکبر کبیرا والحمدللہ کثیرا۔"

میرے بھائیو! ذرا غور کرو اور کچھ سبق سیکھو۔

حضرت حبیبؓ نے اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے تو کروانے منظور کر لئے

مگر مسئلہ ختم نبوت پر آنچ نہیں آنے دی۔

اس کذاب مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبوت کا دعوی کیا تھا۔ تو اسی وقت علم الدین غازی جیسا کوئی نوجوان اٹھتا اور اس کا صفایا کر دیتا تو یہ فتنہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جاتا۔ مگر ہمارے علماء نے اسکے ساتھ مناظرے شروع کر دیئے اور اس کو پنپنے کا موقع مل گیا۔

مسیلمہ کذاب کو کچلنے کیلئے جیسے ابو بکر صدیقؓ نے لشکر روانہ کیا تھا اور اس کو ہمیشہ کیلئے جہنم رسید کیا تھا۔ ایسے ہی ہماری حکومت کو چاہئے کہ ان کا قلع قمع کرے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ تا کہ کوئی شخص یہ کہنے کی جرات ہی نہ کر سکے کہ میں نبی ہوں۔

"اخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔"

پندرھواں وعظ
حب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 1

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاھْتَدٰی وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ وَ غَوٰی فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ" وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ" وَ کُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

”قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاءُکُمْ وَاَبْنَاءُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَ مَسَاکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ۔“ (پ۱۰' توبہ)

کہہ دیجئے! اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں' اور تمہارے کنبے قبیلے' اور تمہارے کمائے ہوئے مال' اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جن کو تم پسند کرتے ہو۔ اگر یہ تمہیں خدا سے اور اس کے

رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو تم خدا کے حکم عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

دوستو! اور بزرگو! ۔۔۔۔ السلام علیکم!

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قبل اسکے کہ میں اپنی تقریر کو شروع کروں۔ چند تمہیدی کلمات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ قدرتی طور پر ہر انسان کو اس دنیا میں کسی نہ کسی چیز سے محبت ضرور ہے۔ کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ مجھے کسی سے محبت نہیں ہے۔ کوئی شخص اپنی دولت سے محبت کرتا ہے' کوئی اپنے اہل وعیال سے محبت کرتا ہے' کوئی اپنے وطن سے محبت کرتا ہے' کوئی اپنی جان سے محبت کرتا ہے' کوئی اپنے دوست احباب سے محبت کرتا ہے۔ غرضیکہ آپ کسی شخص کو بھی لے لیں اس کے دل میں کسی نہ کسی چیز کی محبت ضرور ہوگی لیکن یہ یاد رکھیں کہ محبت کرنے والا شخص جب کسی سے محبت کرتا ہے تو کسی مقصد کے تحت اس سے محبت کرتا ہے۔ مال سے اس واسطے محبت کرے گا کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس سے بڑے بڑے کام نکالے جاسکتے ہیں۔ پیسہ دکھایا' اور جو مرضی کام کروالیا۔ اولاد سے اس واسطے محبت کرتا ہے کہ یہ میری زندگی کا سہارا بنے گی۔ وطن سے اس واسطے محبت کرتا ہے' کہ یہ میری پیدائش کی جگہ ہے اور اس میں میں نے اپنی عمر کا اکثر حصہ بسر کیا ہے۔ دوست احباب سے اس واسطے محبت کرتا ہے' کہ یہ مشکل اوقات میں میرے کام آئیں گے۔ مگر یہ تمام محبتیں دنیاوی مقاصد اور دنیاوی فائدے کے لئے کی جاتی ہیں۔

• آیئے! میں آپ کو ایک ایسی شخصیت بتلاؤں جس کے ساتھ محبت کرنے سے ہماری آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی بہتر ہو جائے' وہ ہیں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوستو اور عزیزو! نبی پاک ﷺ کی ذات ہی ایک ایسی ذات ہے۔ جن کے ساتھ محبت کرنا باعث تکمیل ایمان ہے۔ جسکی تائید بھی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

''لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِه وَوَلَدِه وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔''

کہ کوئی شخص بھی تم میں سے مومن نہیں بن سکتا' جب تک اسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ' ماں باپ اور اولاد اور باقی سب لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔ محبت کے درجات محبوب کے درجات پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا اعلیٰ اور ارفع ہوگا۔ محبت بھی اتنی ہی اعلیٰ ارفع اور دائی ہوگی۔ محبّ کو محبوب کی ذات سے جس قدر عرفان ہوگا۔ اسی قدر زیادہ اس کی جانب اس کا میلان ہوگا۔

اکثر لوگ بعض لوگوں سے اس لئے محبت کرنے لگے جاتے ہیں' کہ ان میں انہیں بہترین اوصاف اور خوبیاں نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر آج ہزاروں لوگ حاتم طائی سے محبت کرتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ انہیں اس کی جائیداد سے کوئی روپیہ پیسہ ملا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ ایک بہت بڑا سخی آدمی تھا۔

ہزاروں لوگ نوشیرواں عادل سے محبت رکھتے ہیں۔ اسلئے نہیں کہ اس نے ان میں سے کسی کے ساتھ انصاف کیا تھا۔ بلکہ اسلئے کہ وہ ایک عادل انسان تھا۔

ہزاروں لوگ رستم اور اسفندیار کی داستانوں کو بڑے شوق سے پڑھتے اور سنتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ بڑے بہادر اور شجاع آدمی تھے۔

ہزاروں لوگ سقراط اور افلاطون کے نام بڑی محبت اور پیار سے لیتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ ان کے مدرسہ سے فارغ ہوئے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ بڑے عالم

اور حکیم تھے۔

ہزاروں لوگ متنبی لبید' شیخ سعدی' مولانا رومی' مولانا حالی علامہ اقبال کی فصاحت بلاغت کی' اور ان کے کلام کی تعریف کرتے ہیں۔اس لئے نہیں کہ انہوں نے ان کی اپنے کلام میں تعریف کی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ بہت بڑے شاعر گزرے ہیں۔

یاد رکھئے! حاتم طائی سے محبت اس کی صفت سخاوت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ نوشیرواں سے محبت اس کی صفت عدل کی وجہ سے کی جاتی ہے۔رستم اور اسفندیار سے محبت ان کی صفت شجاعت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔سقراط اور افلاطون سے محبت ان کی صفت علم وحکمت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔متنبی لبید' سعدی' مولانا رومی' مولانا حالی' علامہ اقبال سے محبت ان کی صفت شاعری کی وجہ سے کی جاتی ہے۔تو کیوں نہ اس ذات کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کی جائے۔ جس میں یہ تمام خوبیاں اور اوصاف تمام لوگوں سے بڑھ کر نظر آتے ہیں۔

جب ہم دنیاعالم کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔تو ہمیں محمد رسول ﷺ کی ذات گرامی میں حاتم طائی کی سخاوت سے زیادہ سخاوت نوشیرواں کے عدل سے زیادہ عدل رستم اسفندیار خاں کی بہادری سے زیادہ بہادری سقراط افلاطون کے علم وحکمت سے زیادہ علم وحکمت' متنبی' لبید' اور سعدی کی فصاحت وبلاغت سے زیادہ فصاحت وبلاغت نظر آتی ہے۔میں چاہتا ہوں' کہ آپ کے سامنے آپ کے ان تمام اوصاف حمیدہ کے چند نمونے پیش کروں' اور پھر پوچھوں کہ ایسی صفات عالیہ کے مالک سے کون شخص ہے۔ جو محبت نہیں کرنا چاہتا۔

سب سے پہلے میں آپ کی سخاوت کا نقشہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں:

"مَاسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا۔"

کہ نبی پاک ﷺ سے جب بھی کسی سائل نے سوال کیا۔ تو آپ نے نفی میں جواب نہیں دیا۔ بلکہ کچھ نہ کچھ ضرور دے دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ "مَانَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ۔" کہ خیرات سے انسان کا مال کم نہیں ہوتا۔ بلکہ جتنا وہ دیتا ہے۔ اتنا ہی خدا اسے اور دے دیتا ہے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک سائل نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے اسے اتنی بکریاں دیں کہ وہ گنی نہ جاسکتی تھیں اور دو پہاڑوں کے درمیان جتنی جگہ تھی۔ وہ سب ان سے بھر گئی۔ چنانچہ سائل ان بکریوں کو لے کر جب اپنی قوم کے پاس پہنچا تو جا کر کہنے لگا۔

"یٰقَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا یُعْطِیْ عَطَآءً مَنْ لَا یَخْشٰی الْفَقْرَ۔" اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آؤ۔ کیونکہ محمد صلعم اس شخص کی مثل عطا کرتا ہے۔ جس کو فقر کا کچھ خوف نہیں ہوتا۔

جنگ حنین میں چھ ہزار قیدی اور ۲۴ ہزار اونٹ ۴۰ ہزار بکریاں اور ۴ ہزار اوقیہ چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی پاک ﷺ نے ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی نہیں چھوا اور سب کچھ صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا اور خود خالی ہاتھ گھر تشریف لے گئے۔

ن ۶۔ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک سوالی آیا۔ اس وقت آپ کے پاس کچھ بھی موجود نہ تھا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ خدا دے گا۔ پھر دوسرا سوالی آیا۔ پھر تیسرا آیا۔ آپ نے سب سوالیوں کو بٹھا لیا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں سائلوں میں تقسیم

فرمادی' اور چوتھے اوقیہ کے متعلق اعلان فرمایا' کہ کوئی لینے والا ہے۔ تو لے لے مگر کوئی لینے والا نہ اٹھا۔ رات ہوئی تو آپ نے وہ اپنے سرہانے رکھ لی۔ حضرت عائشہ نے دیکھا کہ آپ کو نیند نہیں آ رہی۔ اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں' اور نماز پڑھنے لگتے ہیں' پوچھنے لگیں' کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا' آج آپ کو کوئی تکلیف ہے۔ فرمایا نہیں' پھر پوچھا کہ کیا کوئی خدا کا خاص حکم آیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے۔ فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا کہ آپ آرام کیوں نہیں فرماتے۔ تب آپ نے چاندی نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ عائشہ مجھے اس چاندی نے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں مجھے موت ہی نہ آ جائے اور یہ میرے پاس پڑی رہے۔

اسی قسم کی ایک اور حدیث ہے کہ آپ ایک دفعہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تکبیر ہو چکی تھی۔ مگر آپ صحابہ کو وہیں کھڑا چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آئے اور نماز پڑھائی کسی نے اس بے وقت گھر تشریف لے جانے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا پڑا رہ گیا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ گھر میں پڑا رہے اور میں فوت ہو جاؤں۔

ان احادیث سے اندازہ لگائیں کہ آپ کو کتنا فکر ہے کہ کہیں مجھے اس حالت میں موت نہ آ جائے کہ میرے گھر دنیا کا کچھ سامان پڑا ہو۔ جب تک اس اوقیہ چاندی اور سونے کے ٹکڑے کو راہ اللہ خرچ نہیں کر دیا۔ اس وقت تک چین نصیب نہیں ہوا۔ اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔

"مَاتَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيْرًا وَلَا اَوْصٰى بِشَيْئٍ۔"

کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد کوئی سکہ سونے یا چاندی کا یا بکری یا اونٹ اپنے گھر میں نہیں چھوڑا' اور نہ ہی کسی شے کے بارے میں کوئی نصیحت فرمائی۔

ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ۹۰ ہزار درہم لائے گئے' اور ایک بوریہ پر ڈال دیئے گئے۔ آپ نے انہیں صحابہ کرام میں تقسیم فرمانا شروع کر دیا۔ جس نے سوال کیا' اس کو بھی دیا اور جس نے انکار کیا اس کو بھی دیا۔ یہاں تک وہ سارے ختم ہو گئے اور آپ کے پاس ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص مقروض مر جائے اور کوئی ورثہ نہ چھوڑے۔ تو ہم اس کا قرضہ ادا کریں گے اور اگر کوئی ورثہ چھوڑ کر مرے تو وہ ورثہ وارثوں کو دے دیا جائیگا اور قرضہ ہم ہی ادا کریں گے۔

سبحان اللہ کیا شان سخاوت ہے۔ جو آتا ہے دامن بھر کر لے جاتا ہے۔ دوسروں کو آپ مال و دولت دے کر خوش حال کر رہے ہیں۔ اور اپنی حالت یہ ہے کہ گھر میں کئی کئی دن تک چولہے میں اگ نہیں جلتی اور فاقہ رہتا ہے۔ آپ اگر چاہتے تو لاکھوں نہیں بلکہ کرڑوں روپیہ اپنے پاس جمع کر سکتے تھے۔ تاکہ زندگی عیش و عشرت سے گزر جائے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

"یَا رَبِّ اَجُوْعُ یَوْمًا وَ اَشْبَعُ یَوْمًا فَاَمَّا الَّذِیْ اَجُوْعُ فِیْهِ فَاَتَضَرَّعُ اِلَیْکَ وَاَدْعُوْكَ وَ اَمَّا الَّذِیْ اَشْبَعُ فِیْهِ فَاَحْمَدُكَ وَ اُثْنِیْ عَلَیْکَ۔"

کہ یا اللہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانے کو ملے' بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں اور تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور اکثر فاقہ پر فاقہ کئے جاتے تھے' بسا اوقات ایسا ہوا کہ بھوک کی وجہ سے آپ ﷺ کو رات بھر نیند نہ آتی۔ مگر اگلے دن آپ پھر روزہ رکھ لیتے۔ میں آپ کے فاقہ کی حالت کو دیکھ کر رو پڑتی اور کہتی کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ اتنا تو کھالیا کریں' جس سے جسمانی طاقت برقرار رہے' تو آپ ﷺ جواب میں فرماتے' عائشہ مجھ سے پہلے رسول اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے' وہ اسی حال پر چلے اور خدا نے ان کا احترام کیا' اگر میں خوشحالی کو پسند کروں تو مجھے شرم آتی ہے کہ کل ان سے کم رہ جاؤں گا۔

حضرت ابوطلحہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی' اور بتایا کہ ہم نے بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں' تو آپ ﷺ نے ہماری تسکین کے لئے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے دو پتھر باندھ رکھے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس چٹائی کے نشان آپ کے جسم اطہر پر پڑ گئے تھے' تو میں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ ارشاد فرمائیں تو ہم آپ کے لئے ایک نرم سا بستر بنا چھوڑیں جس کو آپ سونے کے وقت نیچے بچھالیا کریں۔

اک دن کڑی وچھا کے ستا نازک بدن سو ہارا
نقش کڑی دے جسے اندر سبھ ہوئے آشکارا
عرض کیتی عبداللہ حضرت کہو فراش بنایئے
حکم کرو تاں وقت سون دے ہیٹھ فراش وچھایئے

تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اس دنیا سے کیا کام میں تو اس مسافر کی

طرح ہوں جو راستہ میں چلتے چلتے کسی درخت کے سایہ میں تھوڑی دیر کیلئے ٹھہر جائے اور آرام کر کے پھر اپنے سفر پر روانہ ہو جائے۔

میں تے دنیا سیر نہ کوئی حضرت خود فرمایا
دنیا رہن مثال اینویں جیویں راہ وچہ رکھ دا سایہ
سائے بیٹھ لوے دم راہی ہو وئے فیر روانہ
اس دم کا رن کد کوئی عاقل طلب کرلے سمیانہ

صحیح بخاری میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ باہر کی طرف نکل گیا سامنے احد پہاڑ تھا۔ آپ ﷺ نے احد پہاڑ کو دیکھ کر فرمایا' اے ابوذرؓ اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ تین دین سے زائد میرے پاس جمع رہے' ہاں صرف اتنا رکھ لوں جتنا میں نے لوگوں کا قرضہ دینا ہے باقی سب کا سب لوگوں میں تقسیم کر دوں۔

امید ہے کہ ان تمام روایات سے آپ کو آپ ﷺ کی سخاوت کا علم ہو گیا ہو گا کہ جو مال آیا وہ راہ اللہ خرچ کر دیا اور خود بھوکے پیاسے رہ کر زندگی گزار دی ہے کوئی مائی کا لال جو اس قسم کی سخاوت کی مثال پیش کر سکے۔

آپ ﷺ کی سخاوت کے بعد اب میں آپ ﷺ کے عدل و انصاف کے متعلق کچھ گزارش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ ﷺ کو دوسری بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا وہاں آپ ﷺ کو عدل و انصاف کا وہ بے نظیر ملکہ عطا فرمایا تھا کہ جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے جو مسائل بڑے بڑے لوگ حل نہ کر سکتے تھے' آپ نے معمولی سی بات میں وہ حل کر دیئے۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

الجھے ہوئے معاملات اور اختلاف کا حل اس خوبصورتی سے فرماتے ہیں کہ ہر فریق مطمئن ہو جاتا' ہر عادل اور منصف کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذاتی اغراض سے بے نیاز ہو کر فریقین سے حسن سلوک کا برتاؤ کرے۔ کسی کی ناجائز جانب داری نہ کرے پوری توجہ سے دلائل سن کر معاملہ شناس طبیعت سے مقدمات حل کرے' محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو جب ہم اٹھا کر دیکھتے ہیں تو آپ ﷺ میں ہمیں وہ تمام خوبیاں نظر آتی ہیں۔ جو کہ ایک عادل اور منصف حاکم میں ہونی چاہئیں عدل کے معاملہ میں آپ اپنوں اور بے گانوں سے یکساں سلوک فرمایا کرتے تھے' یہی وجہ تھی کہ دشمن بھی اپنے جھگڑے نبی پاک ﷺ کی عدالت سے ہی حل کرایا کرتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ عدالت نبوی سے کبھی بے انصافی نہیں ہوگی۔ ایک دفعہ ایک یہودی اور مسلمان کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا چلو محمد رسول اللہ ﷺ سے اس کا فیصلہ کرا لیں' کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آپ ﷺ اعلیٰ درجہ کے منصف ہیں مگر مسلمان اس بات پر راضی نہیں تھا۔ کیونکہ وہ جھوٹا تھا اور آپ ﷺ کے سامنے آنے سے ہچکچاتا تھا کہنے لگا کہ چلو تمہارے یہودی سردار کعب بن اشرف سے فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ تمہارا ہم مذہب ہے اور قریب بھی ہے مگر یہودی نہ مانا اور آپ ﷺ کے پاس ہی مقدمہ لے جانے پر اصرار کرتا رہا۔ بالآخر مسلمان کو ماننا پڑا' چنانچہ دونوں عدالت نبوی ﷺ میں پہنچے' مقدمہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے مقدمہ سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ باہر آ کر نام کے مسلمان نے کہا' مجھے آپ ﷺ کا فیصلہ منظور نہیں ہے' کیونکہ آپ ﷺ بھی انسان ہیں' ممکن ہے' غلطی کھا گئے ہوں' چلو عمر فاروقؓ سے فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ اب مسلمان کے دل میں خیال تھا' کہ عمر

فاروقؓ میری حمایت کریں گے کیونکہ میں مسلمان ہوں اور اس یہودی کے خلاف ڈگری دے دیں گے۔ کیونکہ یہ کافر ہے' یہ سوچ کر دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور اپنا مقدمہ پیش کر دیا ساتھ ہی یہودی نے یہ بتا دیا کہ جناب ہم پہلے عدالت نبوی ﷺ سے ہو آئے ہیں اور آپ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ دیدیا ہے لیکن یہ آپ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوا' اس لئے اب آپ کے پاس فیصلہ کیلئے مجھے بلایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا یہ بات ہے۔ نبی ﷺ کے فیصلہ کے بعد اب مجھ سے فیصلہ کرانے آئے ہوا ٹھے اور اندر جا کر تلوار لے آئے اور اس مسلمان کا سر تن سے جدا کر دیا' اور فرمانے لگے۔

”هٰذَا قَضَائِي لِمَنْ لَمْ يَرْضَا بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔“

کہ جو شخص نبی پاک ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا' اس کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے اس کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس دنیا میں چلتا پھرتا نظر آئے۔ جب اس منافق کے قتل کی اطلاع اس کے رشتہ داروں کو ہوئی تو وہ نبی پاک ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ عمرؓ نے ناجائز ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے' اس لئے ہمیں قصاص دلا یئے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور پوچھا کہ عمرؓ تم نے ایک مسلمان کو کیوں ناحق قتل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے آپ ﷺ کے فیصلہ کو کیوں نہیں تسلیم کیا۔ وہ مسلمان نہیں تھا' بلکہ منافق تھا۔ آپ ﷺ کو اب بڑی فکر لاحق ہوئی کیونکہ قصاص میں اب حضرت عمرؓ کو قتل کرنا پڑ رہا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کو فکر لاحق کیوں نہ ہو۔ اس عمرؓ کو آپ ﷺ نے خدا تعالیٰ سے دعائیں کر کر کے لیا تھا کہ یا اللہ اسلام کو غلبہ دینے کیلئے عمرؓ بن خطاب کو مسلمان کر دے یہاں سے حضرت عمرؓ

کی فضیلت کا بھی اندازہ فرمالیں کہ آپ ﷺ نے ان کیلئے خدا سے دعا کی تھی کہ یا اللہ عمرؓ کو مسلمان کردے۔ ابوبکر صدیقؓ مسلمان ہوئے تو اپنے آپ عثمان غنیؓ مسلمان ہوئے تو اپنے آپ علی المرتضیؓ مسلمان ہوئے تو اپنے آپ دوسرے صحابہؓ مسلمان ہوئے تو اپنے آپ مگر تمام صحابہؓ میں سے عمر فاروقؓ کو ہی یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ آپ نے دامن پھیلا کر اس کے لئے دعا کی تھی۔ " اللّٰهُمَّ اعزَّ الاسلام بعمر ابن هشام او بعمر ابن الخطاب." اب آپ کو جب فکر لاحق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے وحی نازل فرمادی کہ اے میرے نبی ﷺ۔

"فلا و ربک لا یؤمنون حتّی یحکّموك فیما شجر بینهم ثمَّ لا یجدوا فیٓ انفسهم حرجا ممّا قضیت ویسلّمُ تسلیماO"

عمرؓ نے جو فیصلہ کیا ہے میرا بھی وہی فیصلہ ہے جو شخص آپ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا اس کو قتل ہی کردینا چاہئے۔

"الله اکبر کبیرا والحمد لله کثیرا۔"

تو ہاں میں عرض کررہا تھا کہ آپ ﷺ ایک بہترین عادل انسان تھے آپ ﷺ نے فیصلہ کرنے میں کبھی اپنے اور پرائے کا لحاظ نہیں کیا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ شرفائے قریش کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود چوری کے جرم میں پکڑی گئی مقدمہ پیش ہوا ثبوت مل جانے پر آپ ﷺ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمادیا۔ قریشیوں نے اپنے حسب نسب کی وجہ سے اس سزا کو اپنے لئے باعث عار سمجھ کر کوشش کی کہ کسی

طرح آپ فاطمہ کو بری کر دیں۔ چنانچہ اس کام کی تکمیل کے لئے حضرت اسامہ بن زید کو آپ کے پاس سفارشی بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ (جس سے نبی پاک ﷺ بہت محبت فرمایا کرتے تھے) نے جا کر سفارش کر دی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس عورت کو بری فرما دیں' کیونکہ اس کو سزا دینے سے سارے خاندان کی بے عزتی ہو جائے گی۔ آج کا کوئی حاکم ہوتا تو ضرور رعایت کر دیتا یا رشوت لے کر چھوڑ دیتا مگر رسول اللہ ﷺ نے اسامہ کو غصے سے فرمایا کہ اے اسامہ تم خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں سفارش کرتے ہو۔ خبردار آئندہ سے اتنی جرات نہ کرنا' پھر آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ سب کو مسجد میں جمع کرو۔ جب لوگ آ گئے' تو آپ نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگو! تم سے پہلی قومیں اس لئے ہلاک ہو گئیں' کہ ان میں سے جب کوئی بڑا آدمی جرم کا ارتکاب کرتا' تو اسے رہا کر دیتے اور اگر کوئی غریب آدمی جرم کر بیٹھتا تو اس کو سزا دے دیتے۔

"وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا."

خدا کی قسم اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا

آج ہماری حالت بھی یہی ہے' کہ بڑے لوگ اگر کوئی جرم کر بیٹھیں تو ان کیلئے ہمارا قانون خاموش اور اگر کوئی غریب آدمی جرم کرے تو قانون فوراً حرکت میں آ جائے۔

میرے دوستو! نبی پاک ﷺ کے اس فیصلہ سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ قانون میں اپنے اور بے گانے' چھوٹے اور بڑے' امیر اور غریب بادشاہ اور رعایا سب برابر ہیں۔ کسی کا کوئی لحاظ نہیں۔

الغرض آپ کے بے شمار فیصلوں سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہاں تو میں نے بطور نمونہ دو تین واقعات پیش کیے ہیں' تا کہ آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ جیسا عادل اور منصف اس دنیا میں کسی ماں نے بھی نہیں جنا۔ آپ ﷺ کے عدل و انصاف کے بعد اب میں آپ کی شجاعت اور بہادری کے متعلق کچھ گزارش کرتا ہوں۔

آپ ﷺ کی شجاعت اور بہادری پر جب ہم نگاہ کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سارے عرب میں آپ جیسا کوئی بہادر اور شجاع نہیں تھا۔

حضرت علیؓ جن کی شجاعت اور بہادری ایک مسلمہ چیز ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ جب کبھی گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا تو اس وقت ہم نبی ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سب سے آگے دشمن کی طرف رسول اللہ ﷺ ہی ہوتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جنگ حنین میں جب دشمنوں نے پہاڑ کے درہ میں بیٹھ کر تیروں کی ایسی بارش برسائی جس سے مسلمانوں کی بارہ ہزارہ فوج کا منہ موڑ دیا۔ تو اس وقت صرف رسول اللہ ﷺ ہی تھے جو دشمنوں کی جانب بڑھے جارہے تھے اور آپ ﷺ نے اس وقت اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر وہ الفاظ کہے جو کہ رہتی دنیا تک آپ کی بہادری کو آشکار کر رہے ہیں فرمایا۔

''اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ۔''

کہ میں سچا نبی ہوں اور عرب کے مشہور بہادر عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ میں میدان چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں کو پکارا

کہ تم کہاں جارہے ہو۔ میں تمہارا نبی یہاں کھڑا ہوں۔ آگے بڑھو ہمت نہ ہارو۔ چنانچہ اس آواز میں جادو کا اثر ثابت ہوا بھاگتی ہوئی فوج آگے بڑھی اور دم بھر میں میدان کا نقشہ الٹ دیا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صورت اور سیرت میں سب لوگوں سے بہتر اور سخاوت میں سب سے زیادہ اور شجاعت میں سب سے اعلیٰ اور اکمل تھے' آپ کسی لشکر سے نہ ملتے تھے مگر ساری فوج سے پہلے آپ ہی وار کیا کرتے تھے۔ ابی بن خلف عرب کے مشہور سپہ سالاروں' اور آپ کے اشد ترین دشمنوں میں سے ایک دشمن تھا۔ بدر کے دن جب وہ فدیہ دے کر رہا ہوا' تو کہہ گیا' کہ آج سے میں اپنے گھوڑے کی ایسی پرورش کروں گا جو کسی نے نہ کی ہو' پھر اس پر سوار ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا' چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا' روزانہ تین صاع گھوڑے کو دانہ دیتا رہا اور جنگ احد میں للکارتا ہوا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا۔ صحابہ نے مدافعت کرنا چاہی مگر آپ نے سب کو پیچھے ہٹا دیا اور اکیلے اس کی طرف بڑھے' ابی بن خلف جسے اپنی بہادری پر ناز تھا اور آپ کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا ابھی وار بھی نہ کرنے پایا تھا کہ آپ نے اس کی گردن میں ایسا نیزہ مارا کہ اس کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شور مچاتا ہوا پیچھے کی طرف بھاگا کہ میں مارا گیا' میں مارا گیا بالآخر مقام سرف پر گرا اور مر گیا۔

بخاری شریف میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے مروی ہے کہ کہ رکانہ عرب کا ایک مشہور شہ زور پہلوان تھا۔ جس کی بہادری سب میں مانی جا چکی تھی۔ اس نے اعلان کر رکھا تھا کہ اگر کوئی مجھے پچھاڑ دے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ اسے اپنی قوت اور

شجاعت پر بڑا ناز تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس چیلنج کو قبول فرمالیا۔ چنانچہ کشتی ہوئی تو آپ نے اسے گرالیا۔ اس نے پھر ایک دفعہ کشتی کے لئے کہا۔ آپ نے پھر اسے گرالیا۔ اس نے پھر ایک دفعہ کہا آپ نے تیسری مرتبہ بھی اسے گرادیا۔ جس سے وہ ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو گیا۔

حدیث میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک دفعہ رات کے وقت کچھ شور سا سنائی دیا۔ صحابہ کرام نے سمجھا کہ دشمن حملہ کرنے کی نیت سے آرہے ہیں۔ فوراً اٹھے اور مسلح ہو کر دشمن کے مقابلہ کے لئے باہر نکل کر اس طرف روانہ ہو پڑے۔ جس طرف سے شور سنائی دیا تھا۔ دیکھتے ہیں کہ دور سے ایک آدمی گھوڑا دوڑائے ہماری طرف آرہا ہے' دیکھا تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے فرمایا "لَمْ تَرَاعُوْا۔ لَمْ تَرَاعُوْا۔" ڈرو نہیں ڈرو نہیں واپس چلو میں اکیلا ہی دشمنوں کو بھگا آیا ہوں۔

احادیث میں کثرت سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری کے واقعات موجود ہیں۔ یہاں تو میں نے بطور نمونہ یہ چند واقعات پیش کئے ہیں تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ بہادری اور شجاعت میں بھی آپ سب سے آگے ہی نظر آتے ہیں۔

غرضیکہ جس چیز میں بھی آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہیں' آپ اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں' کہ افسوس ہے' ان لوگوں پر جنہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر رکھا ہے' آیئے ہم سب مل کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا طریقہ صحابہ کرامؓ سے سیکھیں اور عہد کریں کہ جس طرح صحابہ کرام نے آپ کی محبت میں دنیا و مافیہا کو نظر انداز کر رکھا

تھا۔ اسی طرح ہم بھی کریں گے۔ صحابہ کرام کی آپ سے محبت کے کچھ واقعات میں اپنی تقریر حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ا میں بیان کر چکا ہوں جو کہ ہماری نصیحت کے لئے کافی ہیں۔ یہاں ایک دو واقعات بیان کر کے میں اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا۔ وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اخفاء کی تلقین ہوتی تھی تا کہ کفار کی طرف سے اذیت نہ پہنچے' جب مسلمانوں کی تعداد انتالیس تک پہنچ گئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلم کھلا تبلیغ کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے پہلے تو انکار فرمایا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اصرار پر قبول فرمالیا۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کو ساتھ لے کر بیت اللہ شریف میں چلے گئے اور تبلیغ شروع کر دی۔ کافروں نے جب یہ دیکھا تو مسلمانوں پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ ابوبکر صدیقؓ جن کی عظمت اور شرافت مکہ مکرمہ میں مسلّم تھی۔ ان کی لپیٹ میں آ گئے اور ان کو اتنا مارا کہ تمام چہرہ خون آلود ہو گیا۔ حتیٰ کہ پہچانے بھی نہ جاتے تھے۔ زخموں کی تاب نہ برداشت کرتے ہوئے بیہوش ہو گئے۔ بنو تمیم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ آپ کو وہاں سے اٹھا کر گھر لائے کسی کو بھی یہ یقین نہ تھا کہ ابوبکرؓ اس وحشیانہ حملہ سے زندہ بچ سکیں گے۔ بنو تمیم مسجد میں آئے اور اعلان کر دیا کہ اگر ابوبکرؓ اس حادثہ میں فوت ہو گئے۔ تو ہم اس کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے۔ کیونکہ عتبہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا مظاہرہ کیا تھا۔ شام تک ابوبکر صدیقؓ کو بے ہوشی رہی۔ باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت

نہ آئی تھی۔ جب ہوش آیا تو آنکھیں کھول کر سب سے پہلے یہ پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی کہ جس کی رفاقت کی وجہ سے اتنی مصیبت آئی اب بھی اس کو نہیں چھوڑتا۔ لوگ تو بد دل ہو کر چلے گئے اور آپ کی والدہ ام خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کا بندوبست کر لینا۔ والدہ کھانا تیار کر کے لائی تو کہنے لگے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ حضور کا کیا حال ہے۔ والدہ نے کہا مجھے تو پتہ نہیں کیا حال ہے۔ کہنے لگے کہ ام جمیلؓ کے پاس جا کر پتہ کر کے آؤ کہ آپ کا کیا حال ہے۔ والدہ بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتابانہ درخواست کو پورا کرنے کے لئے ام جمیل کے پاس گئیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا۔ ام جمیل بھی اس وقت اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھیں۔ کہنے لگی مجھے کیا پتہ۔ ہاں تمہارے بیٹے ابو بکر کی حالت سن کر بہت دکھ ہوا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں چل کر اس کی طبیعت معلوم کر لوں۔ ام خیر نے اجازت دے دی۔ ام جمیل ساتھ گئی اور حضرت ابو بکرؓ کی حالت دیکھ کر برداشت نہ کر سکی اور بے تحاشا رونا شروع کر دیا۔ ابو بکرؓ نے پوچھا حضور کا کیا حال ہے' ام جمیل نے حضرت ابو بکر کی والدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ سن رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان سے خوف نہ کرو تو ام جمیل نے کہا آپ بالکل خیریت سے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ اس وقت حضور کہاں ہیں۔ کہنے لگی کہ ارقمؓ کے گھر۔ آپ نے فرمایا مجھے خدا کی قسم ہے اس وقت تک کوئی چیز کھاؤں پیوں گا نہیں جب تک حضور کی زیارت نہ کر لوں۔ چنانچہ ابو بکر صدیقؓ کی والدہ رات کے ٹائم آپ کو لے کر حضرت ارقمؓ کے گھر پہنچیں ابو بکرؓ صدیق نبی علیہ السلام کو گلے ملے اور رونا شروع کر دیا۔ آپ بھی اور مسلمان بھی رونے لگے۔ کیونکہ

ابوبکر صدیقؓ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں۔ آپ ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا فرمائی اور اسلام کی ترغیب دی جس سے وہ بھی اس وقت مسلمان ہوگئی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس واقعہ سے اندازہ فرمائیں کہ کتنی خالص محبت تھی کہ اس وقت تک کچھ کھایا پیا ہی نہیں جس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کر لی۔ ہماری محبت آج کل کچھ اس قسم کی ہے کہ آسانی کے وقت تو رفاقت پوری اور مشکل کے وقت تُو کون اور میں کون۔

میرے دوستو! محبت کا طریقہ سیکھنا ہے تو صحابہ کرامؓ سے سیکھیں کہ بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ یہاں مجھے ایک اور حدیث یاد آ گئی ہے کہ آپ نے اپنے ایک خدمت گار صحابی کو فرمایا کہ مجھ سے جو مانگنا چاہتے ہو مانگ لو تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ" میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔

ہمارے جیسا اگر کوئی ہوتا تو کہتا کہ مجھے فلاں کوٹھی یا فلاں کارخانہ یا فلاں زمین عنایت فرما دیں۔ کیونکہ ہماری نظر میں دنیا کی محبت ہے۔ لیکن اس صحابی نے دنیا کی کوئی چیز نہیں طلب کی بلکہ یوں کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح دنیا میں آپ کی خدمت کرتا ہوں اسی طرح جنت میں بھی آپ کی خدمت کیا کروں۔ سبحان اللہ محبت ہو تو ایسی ہو کہ آپ سے میری جدائی نہ ہو۔ دنیا جاتی ہے تو چلی جائے لیکن آپ کا ساتھ نہ ٹوٹے۔ حضرت زید بن حارثہؓ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے

کہ راستے میں کچھ لوگوں نے قافلہ کو لوٹ لیا اور حضرت زید کو مکہ کے بازار میں لا کر فروخت کر ڈالا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کیلئے ان کو خرید لیا۔ جب آپ کا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا تو انہوں نے حضرت زید کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ زید کے والدین کو بیٹے کی جدائی کا بڑا صدمہ ہوا اور وہ ان کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا تو انہوں نے زید کو پہچان لیا اور والدین کا حال کہہ سنایا حضرت زید نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ بھیجے۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں مکہ میں خیریت سے ہوں۔ غم اور فکر نہ کرو۔ میں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے زیدؓ کی خیرت اور اس کا پیغام اس کے والدین کو جا سنایا اور پتہ بھی بتا دیا۔ زیدؓ کی خبر ملتے ہی اس کا باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی نیت سے مکہ مکرمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے فرمایا کہ زید کو بلا کر پوچھ لو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہئے تو بغیر فدیہ کے وہ تمہارے ساتھ جا سکتا ہے اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت زیدؓ کو بلایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم ان کو پہچانتے ہو۔ کہنے لگا ہاں یا رسول اللہ یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تمہیں لینے آئے ہیں۔ اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو تمہیں اجازت ہے اور اگر میرے پاس رہنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری مرضی۔ حضرت زیدؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بھلا میں آپؐ کے مقابلہ میں کسی کو پسند کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔ حضرت زیدؓ کے باپ اور چچا نے جب یہ بات سنی تو کہا زیدؓ

غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو۔ باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کر رہے ہو۔ حضرت زیدؓ نے نبی پاک ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں سب کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ مجھے آزادی کی زندگی سے ان کی غلامی بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے جب یہ جواب سنا تو حضرت زیدؓ کو گودی میں لے لیا اور فرمایا کہ آج سے میں نے تمہیں اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ باپ اور چچا نے جب اس بات کو دیکھا تو وہ بھی راضی ہو گئے اور خوشی سے حضرت زیدؓ کو آپ ﷺ کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ تھی صحابہؓ کی محبت کہ آپ کی خاطر ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے دوست احباب غرضیکہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ لیکن آپ ﷺ کو نہ چھوڑا۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا جو میں نے شروع میں آپ کے سامنے تلاوت کی تھی۔ ہمیں چاہئے کہ ہم آپ کی اقتدا کریں۔ آپ ﷺ کے طریقہ کو اور آپ کی سنت کو دل و جان سے محبوب سمجھیں۔ آپ ﷺ کے افعال اور ارشادات کی پیروی کریں۔ آپ نے جن چیزوں سے روکا ہے ان چیزوں سے رک جائیں اور جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طریقہ سے آپ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

سولھواں وعظ
حب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 2

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَ غَوٰى فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ" وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

"قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ" تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔" (پارہ ۱۰ سورۃ توبہ رکوع ۳)

ترجمہ:- کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو۔ اگر یہ تمہیں خدا سے اور اس کے رسول

اللہ ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو تم خدا کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

دوستو اور بزرگو!۔۔۔۔۔السلام علیکم!

آج میں آپ کے سامنے حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے چند ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کے ساتھ دنیا کا ہر شخص محبت کرتا ہے' کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے' جو ان چیزوں سے محبت نہ کرتا ہو۔ ماں باپ سے محبت' اولاد سے محبت' بہن بھائیوں سے محبت' بیویوں سے محبت' رشتہ داروں سے محبت' مال و دولت سے محبت' کوٹھیوں سے محبت' فطرتی بات ہے لیکن اگر ان چیزوں کی محبت اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے زیادہ ہو گئی تو پھر سمجھو۔ خدا کا عذاب نازل ہونے والا ہے' حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ○"

کہ کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا' جب تک اپنے والدین اور اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے غرضیکہ دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر جس وقت تک نبی ﷺ سے محبت نہ ہو گی۔ اس وقت تک انسان ایمان دار نہیں بن سکتا۔

حضرت عمر فاروقؓ کو ایک دن آپ ﷺ نے پوچھا کہ اے عمرؓ تم میرے ساتھ کتنی محبت کرتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اللہ کے رسول میں اپنے ماں باپ سے اپنی اولاد سے اپنے رشتہ داروں سے اپنے دوستوں سے بلکہ دنیا کی تمام چیزوں سے آپ کو زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم مجھے اپنی جان سے عزیز سمجھتے ہو کہ نہیں۔ حضرت عمرؓ

نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی جان سے زیادہ عزیز آپ کو نہیں سمجھتا۔ آپ نے فرمایا: اے عمرؓ! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میری جان ہے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جس وقت تک وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ سمجھے' حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا عمرؓ اب تو مومن ہو گیا۔ بسا اوقات مذکورہ چیزوں کی محبت کی زیادتی کی وجہ سے انسان خدا اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کر کے اپنے ایمان کو تباہ کر بیٹھتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے دل میں ان چیزوں کی محبت نہیں پیدا کرنی چاہئے جس کی وجہ سے ہمارا ایمان تباہ ہو جائے۔ صحابہ کرامؓ نے دنیا کی تمام چیزوں کی محبت میں ماں باپ قربان کر دیئے' اولاد قربان کر دی' بہن بھائی قربان کر دیئے' بیویاں قربان کر دیں' رشتہ دار قربان کر دیئے' مال و دولت کو قربان کر دیا' غرضیکہ سب کچھ قربان کر دیا۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ چھوڑا۔ ابو سفیان کفر کی حالت میں اپنی بیٹی ام حبیبہؓ (جو کہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہے) کو ملنے کے لئے آتا ہے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بیٹی نے دروازہ کھولا دیکھا کہ والد صاحب آئے ہیں۔ اندر آنے کی اجازت دے دی۔ نبی ﷺ کا بستر بچھا ہوا تھا۔ ابو سفیان نے بستر پر بیٹھنے کو کوشش کی تو بیٹی نے کہا' ابا جان ذرا ٹھہریئے' باپ رک گیا۔ بیٹی نے جلدی سے بستر لپیٹ لیا اور کہنے لگی کہ اب بیٹھ جاؤ۔ باپ نے کہا بیٹی کیا بات ہے بیٹیاں تو اپنے والدین کی آمد پر بہترین بستر بچھا کر دیا کرتی ہیں اور تم نے پہلا بچھا ہو بستر بھی لپیٹ لیا ہے' کیا یہ بستر میری شان کے لائق نہیں ہے یا میں اس بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہوں' بیٹی نے کہا ابا جان یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا پاک بستر ہے اور آپ "اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ" کے تحت ناپاک ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ جیسا ناپاک انسان اس پاک بستر پر بیٹھے۔

آپ خود اندازہ لگائیے کہ حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے باپ کی ذرا پرواہ نہیں کی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنے باپ کو رد کر دیا۔

عبداللہ بن ابی منافق نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے متعلق کہا۔

"يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ۔"

کہ ہم عزت والے ہیں اور یہ لوگ ذلیل ہیں۔ جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ان ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ یہ بات عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے کان میں بھی پہنچ گئی کہ میرے باپ نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو ذلیل کہا ہے مدینہ پہنچتے ہی حضرت عبداللہ تلوار نکال کر مدینہ شریف کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے لوگ گزرتے گئے' جب باپ آیا تو کہنے لگے پیچھے ہٹ جاؤ تمہیں مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ جب تک رسول اللہ ﷺ تیرے لئے اجازت نہ دے دیں اور تو اس بات کا اقرار نہ کر لے کہ میں ذلیل ہوں اور رسول اللہ ﷺ عزت والے ہیں باپ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر اس منافق نے اپنے بیٹے کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے پوچھا عبداللہ تو نے اپنے باپ کو کیوں روک رکھا ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے اس نے یہ لفظ کہے ہیں کہ ہم عزت والے ہیں اور رسول اللہ ﷺ ذلیل ہیں۔ جب تک یہ اپنے لفظ واپس نہیں لے گا اس کو میں گزرنے نہیں دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عبداللہ کوئی بات نہیں اس کو گزر لینے دو۔ آپ ﷺ نے اجازت دی تو پھر حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کو گزرنے دیا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں

ہے کہ حضرت عبداللہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بات کی ہے اس کے بدلے آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں اگر یوں ہی ہے تو اس کے قتل کا حکم آپ کسی اور کو نہ کیجئے میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ ﷺ کے قدموں میں لاکر رکھ دیتا ہوں قسم خدا کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے احسان سلوک محبت اور عزت کرنے والا نہیں۔ لیکن میں فرمان رسول ﷺ پر اپنے پیارے باپ کی گردن مارنے پر تیار ہوں اگر آپ نے کسی اور کو حکم دیا اور اس نے اسے مارا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں جوش انتقام میں میں اسے مار نہ بیٹھوں اس لئے کہ آپ مجھے حکم دیجئے تاکہ یہ کام میں خود اپنے ہاتھ سے کروں آپ ﷺ نے فرمایا عبداللہ میں تیرے باپ کو قتل کرنا نہیں چاہتا میں اس کے ساتھ نرمی کروں گا۔ جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص جب مسلمان ہوئے تو ماں نے کہا بیٹا:

”وَاللّٰهِ مَا اَكَلْتُ طَعَامًا وَّلَا شَرِبْتُ شَرَابًا حَتّٰى تَكْفُرَ بِمَا جَاءَ بِهٖ مُحَمَّدٌ“۔

خدا کی قسم! نہ میں اس وقت تک کھانا کھاؤں گی اور نہ کوئی چیز پیوں گی۔ جب تک تو محمد ﷺ کے ساتھ کفر نہ کرے گا اور اسلام کو نہ چھوڑ دے گا۔ تو حضرت سعدؓ نے کہا اماں جان ”مَا تَرَكْتُ دِيْنَ هٰذَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلِيْ اِنْ شِئْتِ اَوْلَاتَا كُلِيْ۔“ تو بے شک بھوکی پیاسی رہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے خدا کی قسم تیرے جیسی میں ہزار ہا مائیں محمد رسول اللہ ﷺ کی خاطر قربان کر سکتا ہوں۔ لیکن یہ یاد رکھ میں اب رسول اللہ ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اللہ اکبر محبت ہو تو اس قسم کی جو ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں باپ کو رد کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف

ماں کی پرواہ نہیں کی جارہی۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے جنگ بدر میں اپنے والد کو کافروں کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی وجہ سے قتل کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو جو کہ کافر تھا قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ اور عبیدہ بن حارث نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ شیبہ اور ولید کو قتل کر دیا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دشمن تھے غرضیکہ صحابہ کرامؓ نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں ماں باپ بہن بھائی عزیز و اقارب سب کو قربان کر دیا اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کے سرٹیفکیٹ حاصل کر لئے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه، وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ وَاَبْنَآءَهُمْ وَاِخْوَانَهُمْ اَوْعَشِيْرَتَهُمْ اُوْلٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔"

کہ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھنے والے خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا قبیلے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں، اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی قابل غور ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے بدری قیدیوں کے متعلق مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں اور مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے آلات حرب بھی خرید لئے جائیں اور ان کو چھوڑ دیا جائے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل اسلام کی طرف مائل کر دے۔ آخر ہیں تو ہمارے ہی رشتہ دار لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی رائے اس کے بالکل خلاف پیش کی کہ یا رسول

اللہ علیہ جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہے وہ اس کے حوالے کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کی کوئی محبت نہیں ہے مجھے میرے فلاں فلاں رشتہ دار سونپ دیجئے تاکہ ان کو میں اپنے ہاتھ سے قتل کروں نبی علیہ نے دوسرے صحابہؓ سے مشورہ لیا۔ انہوں نے بھی حضرت ابوبکرؓ والی رائے پیش کی' چنانچہ نبی علیہ نے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آیات نازل فرمادیں:

" مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَه، اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ" حَكِيْم" ٥ لَوْلَا كِتَاب" مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَاب" عَظِيْم"۔" (پ۱۰ سورۃ توبہ)

کہ اے میرے نبی جو مشورہ عمرؓ نے دیا تھا میرا بھی آسمانوں پر وہی مشورہ تھا اب جو فدیہ لے کر آپ نے ان کو چھوڑ دیا ہے وہ میں نے تم کو معاف کر دیا ہے اور فدیہ کو تمہارے لئے حلال کر دیا ہے اگر یہ بات پہلے میں نہ لکھ چکا ہوتا۔ تو تم سب کو سوائے عمرؓ کے دردناک عذاب کرتا۔ شیعہ صاحبان کی تفسیر مجمع البیان ص ۴۳۷ میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔

"لَوْ نَزَلَ عَذَاب" مِّنَ السَّمَآءِ مَا نَجَا مِنْكُمْ غَيْرُ عُمَرَ۔"

کہ اگر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو حضرت عمرؓ کے سوا کسی نے نہیں بچنا تھا۔

تو دوستو! یہ تھا صحابہؓ کا ایمان اور محبت رسول کہ جو خدا اور اس کے رسول کا دشمن ہے وہ زمین پر چلتا پھرتا نظر کیوں آئے ان واقعات کو سامنے رکھ کر ہم ذرا اپنی محبت کا اندازہ لگائیں کہ اگر ہمارے والدین بہن بھائی عزیز و اقارب خدا اور اس کے رسول

کے دشمن ہوں تو ہم نے ان کے ساتھ جہاد تو کہاں قطع تعلق کا ارادہ بھی کبھی کیا ہے بلکہ
ہماری حالت تو یہ ہے کہ جتنا کوئی دشمن خدا اور دشمن رسول ہے اتنا ہی وہ ہمارا دوست ہے
یاد رکھیئے! یہ ایمان داروں کے لائق نہیں ہے اگر ہم بھی خدا تعالیٰ کے محبوب بننا چاہتے
ہیں۔ تو اس کے دشمنوں سے عداوت رکھیں اور صحیح طریقہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
اپنا تعلق قائم کریں۔ آپ کے ارشادات عالیہ کو دل و جان سے تسلیم کریں۔ آپ کے
دامن کو مضبوطی سے تھام لیں جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے کیا ہے دیکھئے کسی نکمی چیز کی نسبت
جب کسی اعلیٰ چیز سے ہو جاتی تو اس نکمی چیز کی قسمت کو بھی چار چاند لگ جاتے ہیں۔ یہ مٹی
ہمارے پاؤں تلے رہتی ہے اس کو کوئی بھی قیمتاً خریدنے کو تیار نہیں ہے۔ لیکن جب یہ
گندم کے ساتھ مل جاتی ہے تو اس کی قیمت بھی وہی ہوتی ہے جو گندم کی ہوتی ہے اگر گندم
تین سو روپے من بکے تو مٹی کا بھاؤ بھی تین سو روپے من ہو جائے گا۔ کیونکہ مٹی نے اپنی
نسبت کسی اعلیٰ چیز کے ساتھ جوڑ لی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ میں نے مٹی کو
اٹھا کر سونگھا تو اس سے خوشبو آنے لگی میں نے کہا اے مٹی! تو پاؤں تلے رہتی ہے تجھ پر کوڑا
کرکٹ گرایا جاتا ہے لیکن یہ بتا آج تجھ سے بُو کی بجائے خوشبو کیوں آ رہی ہے تو مٹی نے
کہا شیخ صاحب آج مجھ پر گلاب کا پھول پڑا رہا ہے گلاب کے پھول کی وجہ سے میں
بھی خوشبودار بن گئی' کیوں جناب اگر مٹی گلاب کے پھول کی ہمنشینی کی وجہ سے
خوشبودار بن سکتی ہے تو ہم گلشن محمدی ﷺ سے سنت کے پھول چن کر اپنے سینے سے
لگانے سے کیوں نہیں خوشبودار بن سکتے۔ یقیناً صحیح نسبت ایک بہت بڑی چیز ہے دیکھئے
اسلام سے پہلے حضرت بلالؓ کی کوئی قیمت نہیں تھی اور کوئی بھی خریدنے کو تیار نہیں تھا۔

لیکن جب اس نے اپنا تعلق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے قائم کر لیا تو اس کی
قیمت سونے کے برابر ہو گئی۔ بلکہ اب اسے یہ مقام اور مرتبہ حاصل ہوا کہ چلتے زمین پر

ہیں اور پاؤں کی آہٹ آسمانوں پر جنت میں پہنچتی ہے۔ آیئے ہم بھی اپنی نسبت نبی علیہ السلام کے ساتھ جوڑ لیں۔ تا کہ میدان محشر میں ہماری بھی کوئی قدر و منزلت ہو جائے ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ صحابہ کرام نے نبی علیہ السلام کی محبت اور اطاعت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا دیکھئے جنگ احد میں ایک عورت کا باپ بھی شہید ہو گیا بھائی بھی شہید ہو گیا خاوند بھی شہید ہو گیا بیٹے بھی شہید ہو گئے اس جنگ میں شیطان نے یہ افواہ اڑا دی تھی کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں آپ ﷺ کی شہادت کی خبر سے ایک کہرام مچ گیا۔ مدینہ منورہ میں خبر پہنچی تو مدینہ منورہ کا ایک ایک فرد بے چین ہو گیا بہت سی عورتیں اس صدمہ میں حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے باہر نکل آئیں۔ وہ عورت جس کا باپ بھائی خاوند اور بیٹے سب شہید ہو گئے تھے پریشانی کے عالم میں سب سے پوچھ رہی تھی کہ بتاؤ حضور ﷺ کا کیا حال ہے کسی نے اس سے کہا تیرا باپ شہید ہو گیا ہے اس نے پرواہ نہ کی پھر کسی نے خاوند بھائی اور بیٹوں کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس نے کہا میں اپنے باپ بھائی خاوند اور بیٹوں کے متعلق نہیں پوچھ رہی۔ مجھے بتاؤ کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے کہا اے مائی فکر نہ کر آپ خیریت سے ہیں کسی نے آپ ﷺ کی شہادت کی غلط افواہ اڑا دی ہے وہ کہنے لگی کہ مجھے بتاؤ آپ ﷺ کہاں ہیں لوگوں نے اشارہ کر کے بتایا کہ آپ اس مجمع میں ہیں۔ یہ دوڑی ہوئی گئی اور اپنی آنکھوں کو آپ کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ "کُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ۔" آپ کی زیارت ہو جانے کے بعد مجھے کسی کے شہید ہو جانے کا ذرا جتنا بھی غم نہیں ہے۔

اسی جنگ میں حضرت انس بن نضرؓ چلے جا رہے تھے کہ مہاجرین اور انصار کو پریشان حال دیکھا پوچھا کیا بات ہے پریشان کیوں ہو جواب ملا کہ حضور علیہ السلام شہید

ہو گئے ہیں۔ تو حضرت انسؓ نے کہا۔

"مُوْتُوْا عَلٰی مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔"

کہ اگر ہمارے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ تو پھر ہمارے زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے تلواریں پکڑو اور چل کر تم سب بھی شہید ہو جاؤ' چنانچہ حضرت انسؓ نے خود تلوار ہاتھ میں لے لی اور کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور اس وقت تک لڑتے رہے جب تک شہید نہیں ہو گئے ان کا مطلب یہ تھا کہ جس ذات کے دیدار کے لئے جینا تھا۔ جب وہ ہی نہ رہی تو پھر ہم نے جی کر کیا کرنا ہے یہ ہے محبت کہ آپ ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر اپنی جان تک قربان کر دی۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ جان قربان کرنا تو ایک طرف آپ کے حکم کو بھی تسلیم نہیں کرتے' زبان سے تو ہمارے دعوے یہ ہیں میں صدقے میں واری یا رسول اللہ ﷺ انگوٹھے چوم چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں لیکن جب حکم ہوتا ہے۔

"مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔"

کہ میرا نبی جو چیز تمہیں دے دے اس کو لے لو اور جہاں سے روکے وہاں سے رک جاؤ تو پھر ہم دائیں بائیں جھانکنے لگ جاتے ہیں۔ یاد رکھیے ایسی محبت فائدہ کی بجائے الٹا نقصان کا سبب بنے گی جیسا کہ کسی آدمی نے ایک نوکر رکھا ہوا تھا وہ اپنے مالک کی بڑی خوشامد کیا کرتا تھا کہ جناب آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کو دیکھتا ہی رہا کروں ایک دن شدت کی سردی پڑ رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ مالک نے نوکر کو کہا باہر جا کر دیکھو بارش ہو رہی ہے کہ نہیں نوکر نے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے کہہ دیا کہ جناب بارش ہو رہی ہے مالک نہ کہا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ بارش

ہو رہی ہے نوکر نے کہا کہ باہر سے بلی آئی ہے وہ بھیگی ہوئی تھی۔ میں نے سمجھ لیا کہ بارش ہو رہی ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد مالک نے نوکر کو کہا کہ اٹھ کر دروازہ بند کر دو۔ اب نوکر لحاف میں بیٹھا ہوا تھا اسے اٹھنا بہت مشکل معلوم ہوا۔ کہنے لگا میرے آقا میں آپ پر قربان جاؤں۔ آپ کا چہرہ بڑا خوبصورت ہے آپ کے دانت کلیوں جیسے ہیں' آپ جب بولتے ہیں تو پھول گرتے ہیں' دل چاہتا ہے کہ آپ بولتے جائیں اور میں پھول چنتا جاؤں میں آپ پر قربان جاؤں۔ آپ اٹھ کر خود دروازہ بند کر لیں۔ مالک کو غصہ تو آیا لیکن چپ کر رہا اور اٹھ کر خود دروازہ بند کر لیا۔ پھر تھوڑی دیر گزری تھی کہ مالک نے نوکر کو کہا اٹھ کر لالٹین بجھا دو۔ تاکہ ہم سو جائیں۔ کیونکہ رات کافی گزر چکی ہے نوکر پھر کہنے لگا میرے مالک میرے آقا آپ کی تعریف کن کن لفظوں سے کروں۔ آپ جیسا مہربان میں نے سارے جہاں میں نہیں دیکھا۔ آپ اٹھ کر خود ہی لالٹین بجھا دیں۔ میں نہیں اٹھ سکتا۔ کیونکہ مجھے سردی لگ رہی ہے اب مالک طیش میں آ گیا۔ جوتا پکڑ کر اس کے سر میں دے مارا اور کہنے لگا۔ زبان سے چاپلوسیاں کر رہا ہے اور کام کی باری کہتا ہے تم خود ہی کر لو۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے مجھے تمہارے جیسے نوکر کی اور تمہاری محبت کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ کہہ کر اسے گھر سے نکال دیا۔

بھائی جان اگر ایک نوکر اپنے مالک کا کہنا نہ مانے اور نرے محبت کے دعوے کرتا جائے تو ایسے نوکر کو مالک پسند نہیں کرتا اور جوتیاں مار کر گھر سے نکال دیتا ہے تو اگر ہم بھی نبی ﷺ سے نرے محبت کے ہی دعوے کرتے جائیں اور آپ ﷺ کے احکام کو نظر انداز کر دیں۔ تو یاد رکھیے ہم کو بھی میدان محشر میں جوتے مار کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں نبی ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

تو ہاں میں عرض کررہا تھا کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتنی محبت تھی
کہ اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ ایک دفعہ عروہ بن مسعود ثقفی کو (جو کہ اس وقت مسلمان
نہیں ہوئے تھے) قریش نے صلح حدیبیہ سے قبل اپنا سفیر بنا کر نبی ﷺ کی خدمت میں
روانہ کیا اور اسے سمجھایا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھنا اور پھر آ کر ہمیں
بتلانا۔ چنانچہ عروہ کافی دیر تک نبی ﷺ سے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کرتا رہا اور ساتھ ساتھ
نظریں بچا کر صحابہ کرامؓ کا جائزہ لیتا رہا۔ گفتگو ختم ہونے پر واپس اپنی قوم کے پاس گیا اور
جا کر کہنے لگا کہ اے قریشیو! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں قیصر و کسریٰ
اور نجاشی کے درباروں کو بھی دیکھا ہے اور ان کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں
نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی جماعت اس کی ایسی تعظیم کرتی ہو جیسی محمد ﷺ کی
جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے اگر وہ تھوکتے ہیں تو جس کے ہاتھ پر پڑ جائے وہ اس کو بدن
اور منہ پر مل لیتا ہے جو بات محمد ﷺ کے منہ سے نکلتی ہے اس کے پورا کرنے کو سب کے
سب ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان کے وضو کا پانی آپس میں لڑ لڑ کر تقسیم کرتے ہیں۔ زمین پر
نہیں گرنے دیتے۔ اگر کسی کو کوئی قطرہ نہ ملے تو وہ دوسرے کے تر ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے مل
کر اپنے منہ پر مل لیتا ہے ان کے سامنے بولتے ہیں تو بہت نیچی آواز سے ان کے سامنے
زور سے نہیں بولتے۔ ان کی طرف ادب کی وجہ سے نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اگر ان
کے سر یا داڑھی کا کوئی بال گرتا ہے تو وہ اس کو تبرکاً اٹھا لیتے ہیں اور اس کی تعظیم اور احترام
کرتے ہیں۔ غرض میں نے کسی جماعت کو اپنے آقا کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں
دیکھا۔ جتنی محمد ﷺ کی جماعت ان سے کرتی ہے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ ایک غیر مسلم شخص جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا' اپنے
ساتھیوں کے سامنے کتنے تعجب سے اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھیوں کو جو آپ سے محبت ہے' اتنی محبت میں نے آج تک کسی جماعت کو اپنے آقا کے ساتھ کرتے نہیں دیکھا۔ ایک وہ لوگ تھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اک اک ادا پر مرمٹتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ آپ کے حکم کا کوئی احساس ہی نہیں' انہوں نے آپ کی ساری زندگی کو اپنے لئے لائحہ عمل بنالیا۔ جہاں آپ نے ان کو بٹھایا وہاں بیٹھے رہے جہاں کھڑے کیا وہاں کھڑے رہے' اپنے اعمال اور افعال کو سیرت اور صورت کو اٹھنے اور بیٹھنے کو' چلنے اور پھرنے کو' کھانے اور پینے کو' سونے اور جاگنے کو غرضیکہ اپنی ساری زندگی کے معاملات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سانچے میں ڈھال لیا۔ لیکن ہمارا عمل' ہمارے فعل' ہماری شکل وصورت' ہمارا اٹھنا بیٹھنا' ہمارا کھانا پینا' ہمارا چلنا پھرنا سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف۔ کیا محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اک اک ادا کو اپناتا نہیں ہے؟ اگر اپناتا ہے تو پھر ہمیں آج سے ہی یہ عہد کر لینا چاہئے کہ اب ہم بھی اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں گے' جس طرح صحابہ کرامؓ نے کی اور ہم بھی آپ کی بات کو بلا سوچے سمجھے اسی طرح تسلیم کریں گے جس طرح صحابہؓ نے کیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :

اِنَّ خِيَاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ .

کہ ''ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تو میں بھی آپ کے ساتھ گیا' دعوت کرنے والوں نے آپ کی خدمت میں جو کی روٹی اور گوشت جس میں کدو ڈال کر پکایا گیا تھا پیش کیا۔ ''فَرَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ'' میں نے دیکھا آپ پیالہ میں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے تناول فرمارہے ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ کی اس رغبت کو دیکھ کر ''فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ

"الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمَئِذٍ" میں بھی کدو سے محبت کرنے لگا۔ حالانکہ آپ نے حکم نہیں دیا تھا کہ اے انس تم بھی کدو سے محبت کیا کرو۔ (شمائل ترمذی)

امام ترمذی نے اس جگہ ایک اور حدیث اسی قسم کی نقل کی ہے: حضرت زید کہتے ہیں:

"كُنَّا عِنْدَ اَبِي مُوْسٰى فَاُتِيَ بِلَحْمِ دَجَاجٍ۔"

کہ "میں حضرت موسیٰ اشعری کے پاس تھا کہ ان کے پاس کھانے میں مرغی کا گوشت آیا۔ "فَتَنَحّٰى رَجُل" مِنَ الْقَوْمِ "تو ایک آدمی کھانے سے پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت ابوموسیٰ نے اس سے ہٹنے کی وجہ دریافت کی۔ تو وہ کہنے لگا:

"اِنِّيْ رَاَيْتُهَا تَاْكُلُ شَيْئًا فَحَلَفْتُ اَنْ لَا اٰكُلُهَا۔" میں نے مرغی کو گندگی کھاتے دیکھا تھا۔ اسلئے میں نے اس کا گوشت نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا آؤ اور اس کو بے تکلف کھاؤ کیونکہ "فَاِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ" میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔ اگر یہ ناجائز ہوتی تو آپ اسے کیسے کھا سکتے تھے۔

صحابہ کرامؓ نے ہر وہ کام کیا جو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق تھا۔ ان کی تمام زندگیاں اتباع رسولؐ میں گزریں۔ انہوں نے آپ کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ مگر اتباع رسول کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آپکے ہر حکم کو بلا کسی حیل و حجت کے تسلیم کر لیا۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے سامنے نبی علیہ السلام کے احکامات پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن ہم ان کو ذرا جتنی بھی اہمیت نہیں دیتے۔ زبانی کلامی دعوے کرنے میں ہم بڑے ہشیار ہیں کہ میں صدقے واری' یا رسول اللہ انگوٹھے چوم چوم کر آنکھوں پر لگاتے

ہیں۔لیکن جب ہمیں حکم ملتا ہے' نماز پڑھو' روزے رکھو' زکوٰۃ دو' حج کرو' تو پھر ہم مختلف قسم کے حیلے بہانے بنانے شروع کر دیتے ہیں۔کہ جناب کیا کریں ہمارے کپڑے ناپاک ہیں۔روزہ رکھنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے' زکوٰۃ دینے سے ہم غریب ہو جائیں گے۔ حج کیلئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔

یاد رکھیئے! اس قسم کے حیلے بہانے خدا کے دربار میں ہرگز نہیں سنے جائیں گے۔آج وقت ہے' ہم اپنے آپ کو اطاعت رسول کے رنگ میں رنگ لیں' منزل مقصود تک پہنچنا ہے تو دامن رسولؐ پکڑ لینا چاہئے' آپؐ سے اگر محبت نہیں ہے تو پھر چاہے کتنا ہی فلسفی اور عالم ہو سب بے کار ہے۔مثال کے طور پر ریل کا ایک ڈبہ فسٹ کلاس کا جس میں گدے بھی ہوں' بجلی کا پنکھا بھی ہو' غسل خانہ صابن اور تولیہ بھی موجود ہو لیکن وہ انجن سے الگ ہو تو بے کار ہے' اس کا کوئی کرایہ نہیں ہوگا اور اگر وہ انجن کے ساتھ لگ جائے تو پھر اس کا کرایہ بھی ہوگا اور وہ منزل مقصود تک پہنچانے والا بھی ہوگا۔اسی طرح ہم چاہے کتنے بھی فسٹ کلاس کے ہوں' فلسفی اور عالم ہوں' بی اے اور ایم اے ہوں جب تک اپنی کڑی محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ ملا لیں اس وقت تک ہم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔اگر ہم اپنا وقار بنانا چاہتے ہیں' تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تعلق پیدا کر لیں۔پھر دیکھیں ہماری عند اللہ کتنی قدر و قیمت ہوتی ہے۔

دوستو! کل قیامت کے دن اس حقیقت کا راز کھلے گا جب کہ غافل انسان خدا اور اس کے رسول سے منہ موڑنے والا پچھتائے گا اور افسوس کرے گا۔کہ میں نے کیوں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کر لیا۔

جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے :

"وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا۔"

کہ جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا اور کہے گا کہ ہائے میں نے کیوں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ اختیار کیا۔ خدا تعالیٰ کو کہے گا "رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۔" کہ اے اللہ مجھے ایک دفعہ دوبارہ دنیا میں بھیج دو میں ہمیشہ نیک عمل کرتا رہوں گا

رو رو کہسن دنیا اندر بھیج ربا اک واری
من قرآن حدیث نبی دی کریئے تابعداری

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا:

"فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔"

حکم ہوسی ہن دنیا اندر مول نہ ہر گز جانا
وچہ عذاب جہنم اندر دائم برا ٹھکانا

کہ اب تمہیں دنیا میں جانے کی اجازت نہیں ہے، میں نے تمہیں بڑی مہلت دے رکھی تھی۔ تمہارے پاس رات اور دن میرے احکامات پیش کئے جاتے تھے۔ لیکن تم نے ان کو ذرا بھی اہمیت نہ دی۔ آج جہنم میں اپنے اعمال کی سزا بھگتو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن لوگوں سے نہ کرے جن پر اس کا عذاب نازل ہوگا۔ (آمین)

تو ہاں میں کہہ رہا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نبی علیہ السلام سے سچی محبت کر لینی چاہیے۔ خواہ اس محبت میں ہمیں کتنی ہی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنا

پڑیں۔

جب انسان کسی سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو بسا اوقات اس کی محبت کو پرکھنے کے لئے اس کا امتحان لیا جاتا ہے' اسی طرح جنہوں نے نبی علیہ السلام سے محبت کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو کفار کے ہاتھوں پٹوا کر ان کا امتحان لیا۔

دیکھئے! حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب آپ کیساتھ محبت کا دعویٰ کیا تو امیہ کافر نے کہا' اے بلالؓ! میں نے تجھے محمدؐ کی غلامی کرنے کیلئے نہیں خریدا تھا

کہندا امیہ تینوں مل لیایا میں
بیٹھے نکے نوں اناج کھوایا میں
ہو گیا ایں مومن اج پتہ اے پایا میں
حضرت بلالؓ اگوں آہو پکار دا
نام محمدؐ والا کالجے ٹھار دا

کہنے لگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو۔ ورنہ تجھے جان سے مار دیا جائے گا۔ حضرت بلالؓ نے جواب دیا

پوج پوج بت ساری عمر لنگھا لئی
رب توں بیگانے ہو کے عمر گوا لئی
شکر خدا دا دولت وحدت دی پا لئی
پڑھ لیا کلمہ دلوں احمد سردار دا
نام محمدؐ والا کالجے ٹھار دا

کہ اب میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا ہے' جس کو کبھی

بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ تم جو کرنا چاہتے ہو کر لو۔ امیہ کافر نے حضرت بلالؓ کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا کر اوپر ایک بھاری پتھر رکھ دیا اور کہنے لگا کہ جب تک تم محمدؐ کے ساتھ کفر نہ کرو گے اس وقت تک تم کو نہیں چھوڑا جائے گا۔

حضرت بلالؓ نے جواب دیا

کہے بلالؓ اے سینے پتھر پھل گلاب دیندا
واہ واہ پیار محمدؐ والا لوں لوں لذتاں دیندا

کہ مجھے اس آگ اور پتھر سے سکون حاصل ہو رہا ہے' بازار میں حضرت بلالؓ کو مار پڑ رہی ہے' لوگوں نے کہا محمدؐ کو چھوڑ کر اپنی جان بچا لو۔ تو حضرت بلالؓ نے کہا۔ بازار سے تم ایک گھڑا خریدنے جاتے ہو' تو خریدنے سے پہلے اس کو اچھی طرح ٹھوک بجا کر دیکھتے ہو کہ یہ کچا تو نہیں ہے' پلا تو نہیں ہے' اسی طرح خدا تعالیٰ مجھے کفار کے ہاتھوں پٹوا کر دیکھ رہا ہے کہ بلالؓ کی محبت کا دعویٰ کچا تو نہیں ہے۔

امیہ کافر نے لڑکوں کو اکٹھا کر کے کہا۔ کہ بلالؓ کے گلے میں رسہ ڈال لو اور اس وقت تک اسے گھسیٹتے رہو' جب تک یہ محمدؐ کو چھوڑنے کا اقرار نہ کرے۔ حضرت بلالؓ کو ظالموں نے بازاروں میں گھسیٹنا شروع کر دیا

ریت تے پتھراں اتے پھرن گھسیٹ دے
بدن تے داغ پے گئے جیویں پھل نے چھیٹ دے
درد مند دل ویکھ اکھیں پے میٹ دے
پر ترس نہ کھاوے ہرگز ٹولہ کفار دا
نام محمدؐ والا کالجے ٹھار دا

اتنی سخت تکلیفوں کے باوجود بھی حضرت بلال ؓ نے دامنِ رسول ؐ نہ چھوڑا اور ہمیں سبق دیا کہ بغیر رنج و تکلیف کے مقصد کو پا لینا بڑا مشکل ہے' محبوب تک پہنچنا ہو تو بڑی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے' ہم نے اگر لاہور سے کراچی جانا ہو تو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دن رات کے آرام کو خیر باد کہہ کے گاڑی کے رش میں نہ ہم وقت پر کچھ کھا سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ پی سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ حوائج ضروریہ کے لئے بھی مشکل پیش آ جاتی ہے' تو جب کراچی تک پہنچنا تکلیف کے بغیر ناممکن ہے تو خدا تک پہنچنے کے لئے کیوں نہ تکلیف اٹھانی پڑے گی۔ کیوں نہ آزمائش کا سامنا ہو گا۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب لکھا ہے:

کہ یہ کنگھی جو زلف یار کے بوسے لیا کرتی ہے' کیا یہ بغیر کسی تکلیف کے اس مقام پر پہنچ گئی ہے' نہیں' نہیں۔ بلکہ جب تک آری کے نیچے آ کر چیری نہیں گئی' تب تک محبوب کی زلفوں تک نہیں پہنچی

جب تک عاجز کنگھی وانگوں آری ہیٹھ نہ آویں
یار سجن دیاں زلفاں تائیں کیونکہ انگ لگاویں

اسی طرح جب تک ہم کنگھی کی طرح اپنی جان کو قربان نہیں کر دیتے اس وقت تک محب رسول نہیں کہلا سکتے' صحابہ کرام ؓ نے نبی علیہ السلام کی محبت کو پیش نظر رکھ کر تمام چیزوں کو پس پشت ڈال دیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ بیوی کو گھر لائے' سہاگ کی رات ہے' گھر میں بڑی چہل پہل ہے کہ کان میں نبی ﷺ کی طرف سے جنگ کی منادی کی خبر پہنچ جاتی ہے کہ کفار مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والے ہیں ان کے مقابلہ کیلئے

محمدیؐ فوج میں بھرتی ہونے کیلئے نکلو۔ جب حضرت حنظلہؓ نے یہ اعلان سنا تو سب کچھ بھول گئے اور میدان جنگ میں چلنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے' بیوی نے پیچھے سے پکڑ لیا۔ کہنے لگی کہاں جا رہے ہو؟ حضرت حنظلہؓ نے کہا۔ مجھے چھوڑ دو کیونکہ میدان احد سے مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے' پیچھے سے بیوی دامن کھینچ رہی ہے اور آگے سے فرمان رسولؐ دامن کھینچ رہا ہے' اس وقت حضرت حنظلہؓ بیوی کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کے درمیان کھڑے تھے' کہنے لگے' اے بیوی مجھے میدان جہاد میں جانے سے نہ روکو۔ کیونکہ یہ ارشاد رسول ہے جس پر ساری دنیا قربان کی جا سکتی ہے' آخرکار بیوی کو چھوڑ کر میدان احد کی طرف چلے جاتے ہیں اور کفار کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہو جاتے ہیں۔ خاوند کے شہید ہونے کی خبر جب بیوی کو پہنچی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ نے شہیدوں کو غسل تو دینا نہیں ہے' لیکن میرے خاوند کو ضرور غسل دے دیویں کیونکہ یہ جب گھر سے آئے تھے' تو ان پر غسل فرض تھا۔ آپ کے فرمان کو سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور جلدی میں غسل بھی نہ کر سکے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے حنظلہؓ کی بیوی گھبراؤ نہیں' میں نے دیکھا ہے کہ تیرے خاوند کو آسمان کے فرشتے غسل دے رہے تھے چنانچہ ان کا لقب ہی غسیل الملائکہ ٹھہر گیا۔"

سبحان اللہ کیا شان ہے' ان پاک لوگوں کی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی بیوی کو چھوڑ دیا اور خدا کے راستے میں شہید ہو گئے۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ سنیئے:

حضرت سعدؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ پڑھایا

اور مسلمان کر لیا۔ چند دنوں کے بعد کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا شادی کرانے کو دل چاہتا ہے۔ آپ ﷺ میرے لئے کوئی رشتہ تلاش فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کی یہ بات سن کر فرمایا کہ فلاں صحابی کے پاس جاؤ اور اس کو جا کر کہو کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے اور فرمایا ہے اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔ حضرت سعدؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر اس صحابی کے گھر جاتے ہیں اور جا کر ساری صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو صحابی نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگا۔ ٹھہرو میں اپنی بیوی کے ساتھ مشورہ کر کے پھر تمہیں بتلاتا ہوں جا کر بیوی کو کہنے لگا۔

سوہنے نے بھیجا ای اک بندہ کالے جئے رنگ دا
ہوندا معلوم پلے آٹا نہیں ڈنگدا
ساڈے کولوں اوہ رشتہ لڑکی دا منگدا
توں دیویں صلاح میرے تائیں

کہ اے اللہ کی بندی ہمارے پاس نبی علیہ السلام نے ایک آدمی کو بھیجا ہے اور پیغام دیا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح اس کے ساتھ کر دو۔ لیکن آدمی جس کو آپ نے ہمارے پاس بھیجا ہے رنگ کا کالا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ بتاؤ تمہاری اس میں کیا صلاح ہے۔

آکھدی عورت ساڈا عذر نہ کوئی آ
جے بھیجیا انہ نوں سچے نبی الٰہی آ

پر رنگ دا کالا اپنی بات سنائی اے

ہور کوئی عذر ساڈا نائیں

کہنے لگی کہ اگر اس کا رنگ کالا نہ ہوتا تو پھر ہمیں نکاح کرنے میں کوئی اعتراض نہ تھا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ وہ لڑکی بول پڑی جس کے ساتھ اس کا نکاح ہونا تھا۔

آکھدی لڑکی نی اماں بس کر جان دے

کالے تے گورے ایہ نہیں کم ایمان دے

اسیں حکم دے بدھے خادم نبی سلطاں دے

عذر کوئی لیاؤ مول نائیں

لڑکی کہنے لگی امی جان محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ کر پھر رنگ دیکھتی پھرتی ہو جلدی کرو میرا اس کے ساتھ نکاح کر دو۔ جو خاوند میرے لئے آپ نے تجویز کر کے بھیجا ہے مجھے منظور ہے۔

غور کر اماں نہ اس کے رنگ کالے کو دیکھ

اس کو نہ دیکھ اس کے بھیجنے والے کو دیکھ

بے شک یہ قد کا خورد رنگ کا ماند ہے

بھیجنے والا تو چودھویں کا چاند ہے

تیری لڑکی اس کی کالی شکل پر مغرور ہے

اماں جان مجھے کملی والے کی مرضی منظور ہے

لڑکی کہنے لگی امی جان میں بڑی خوش قسمت ہوں اسلئے کہ میری دوسری

بہنوں کے لئے رشتے تم نے تلاش کئے ہیں اور میرے لئے رشتہ محمد رسول اللہ ﷺ نے تلاش کر کے بھیجا ہے میں جانتی ہوں کہ اسکے پاس لباس نہیں ہے رہنے کیلئے مکان نہیں ہے تجارت کیلئے دکان نہیں ہے لیکن یاد رکھیں مجھے کسی لباس کی ضرورت نہیں ہے کسی مکان کی ضرورت نہیں ہے مال و دولت کی ضرورت نہیں ہے امی جان یہ وہ شخص ہیں جن کے متعلق میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جنت میں محل تیار کر رکھے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن اسکے ساتھ ہی جنت میں چلی جاؤں لڑکی کا یہ ایمان افروز جواب سن کر اس کے والدین نے حضرت سعدؓ کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

سن کے بات جلدی کاج رچا دتا
دے کے نکاح سعدؓ گھریں پچا دتا
حکم رسول والا من کے دکھا دتا
لکھاں برکات اونہاں تائیں
کردا شکرانہ سعدؓ سچی سرکار دا
ہو گیا احسان میں پر رب جبار دا
میں بن گیا لاڑا نالے بیوی نیار دا
ہن دنیا دی لوڑ مینوں نائیں!
بیوی جد گھر لیایا سعدؓ جوان سی
جنگ رسول والا ہو گیا اعلان سی
کدھ تلوار ہو یا جلد روان سی

کوئی پرواہ کیتی نائیں
جا کے میدان اندر تیغ چلائی
اک اک دو دو دے وچ لنگھائی
یاد نہ رہ گئی جیہڑی بیوی وہائی
ہویا شہید اوسے جائیں

یہ ہیں وہ صحابہ کرامؓ جنہوں نے نبی پاک ﷺ کی محبت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

آپ ﷺ ایک دفعہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بہترین خوبصورت مکان دیکھا پوچھا یہ کس کا مکان ہے صحابہ کہنے لگے کہ یہ فلاں صحابی کا ہے۔ آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے چند دنوں کے بعد وہ صحابی نبی پاک ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا اور اعراض فرما لیا۔ اس انصاری نے سوچا کہ شاید آپ کو میرے سلام کا علم نہیں ہوا۔ دوبارہ سلام کیا آپ نے پھر اعراض فرما لیا اور سلام کا جواب نہ دیا۔ انصاری یہ دیکھ کر بڑا پریشان ہوا کہ آپ نے میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ صحابہؓ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے مجھ سے آپ ﷺ ناراض تو نہیں ہیں۔ صحابہؓ نے کہا ہمیں زیادہ تو پتہ نہیں بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تیرا عالیشان مکان بنانا ناگوار گزرا ہے جس کی وجہ سے آپ نے تجھ سے اعراض فرما لیا ہے یہ سن کر وہ انصاری صحابیؓ اسی وقت گیا اور اپنے مکان کو گرا کر بالکل زمین کو ایسے صاف کر دیا گویا کہ پہلے یہاں کوئی مکان ہی نہ تھا کہنے لگا کہ جو مکان میرے نبی کو پسند نہیں ہے مجھے کوئی حق نہیں کہ میں اس میں رہوں۔

چند دنوں کے بعد پھر رسول اللہ ﷺ کا اس جگہ سے گذر ہوا تو دیکھا کہ وہ مکان نہیں ہے آپ نے پوچھا کہ یہاں سے مکان کہاں گیا ہے صحابہؓ نے کہا اللہ کے رسول ﷺ اس انصاری نے آپ کی ناراضگی کی وجہ سے مکان گرادیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا مومن کے لئے لائق نہیں ہے کہ عمارتوں پر اپنا روپیہ خرچ کرے۔

اس حدیث سے اندازہ لگائیں کہ اس صحابی نے آپکی ناراضگی کو برداشت نہ کرتے ہوئے اپنا ہزاروں روپے کا مکان گرا کر زمین کے ہموار کردیا اور آپ ﷺ کو خوش کردیا ہمارے جیسا کوئی ہوتا تو بالکل پرواہ ہی نہ کرتا۔ لیکن وہ لوگ تھے کہ آپ ﷺ کو کبھی رنجیدہ خاطر دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ آپ کی خوشنودی کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ جب تک وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہیں لیتے تھے اس وقت تک چین نہیں آتا تھا۔

ایک دن ایک صحابی نبی پاک ﷺ کے پاس آیا۔ جو کہ نہایت غمگین تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے۔ غمگین کیوں ہو' کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ ایک سوچ نے پریشان کردیا ہے پوچھا کون سی سوچ ہے کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ مجھ کو اپنے اہل وعیال اور مال دولت سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو جب آپ کا خیال آجاتا ہے تو اسی وقت آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوجاتا ہوں اور جس وقت تک آپ ﷺ کو دیکھ نہ لوں چین نہیں آتا۔ کل قیامت کے دن آپ تو جنت میں انبیا علیہم السلام کے درجات پر ہوں گے اور میں غریب اس وقت پتہ نہیں کہاں ہوں گا۔ آپ ﷺ کو دیکھ سکوں گا کہ نہیں بس اسی خیال نے مجھے پریشان کردیا ہے آپ ﷺ نے اس کے خیال کو سن کر سکوت فرمایا ہی تھا کہ فوراً جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آگئے اور

خوشخبری سنادی۔

”وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔“

کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول علیہ ﷺ کی اطاعت کرے گا۔ وہ جنت میں ان حضرات کے ساتھ ہوگا۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے یعنی انبیا علیہم السلام صدیق شہید اور نیک لوگ ان حضرات کی رفاقت بہت اچھی چیز ہے یہ آیت اتری تو پھر اس صحابی کو تسلی ہوئی تو دوستو اور عزیز و اس قسم کے واقعات تو بے شمار ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے آپ کی محبت میں آ کر اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کے سرٹیفکیٹ حاصل کر لئے۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر آپ سے محبت کریں اور ” لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔“ کے صحیح معنوں میں مصداق بن جائیں۔ اللہ ہمیں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

ستارھواں وعظ

اخلاق رسول
صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ حْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاھْتَدٰی وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ وَ غَوٰی فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ" وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ" وَ کُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔

"نٓ ○ وَالْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَ اِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ○ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ (پ۲۹ سورۃ قلم)

ترجمہ:- نون اور قسم ہے قلم کی اور اس کی جو کچھ کہ وہ لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے اور بے شک تیرے لئے بے انتہا ثواب ہے اور بے شک تو بہت بڑے اخلاق پر ہے۔

دوستو! اور بزرگو!۔۔۔۔۔السلام علیکم!

آج میں آپ کے سامنے نبی پاک ﷺ کے مقدس اور پاکیزہ اخلاق اور

عادات کے متعلق کچھ گزارشات کروں گا اور بتاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنے بہترین اخلاق سے نوازا ہے اس کا اندازہ آپ ان آیات سے ہی لگالیں۔ جو آپ کے سامنے میں نے تلاوت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قسمیں کھا کر فرما رہے ہیں کہ اے میرے نبی آپ بہترین اخلاق پر ہیں۔

قرآن مجید اول سے لے کر آخر تک پڑھ لیں کسی دوسرے نبی کے متعلق آپ کو یہ نہیں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اخلاق کی تعریف ان لفظوں کے ساتھ کی ہو۔ جن لفظوں سے نبی پاک ﷺ کی کی ہے ہم جب نبی علیہ السلام کے انداز تکلم، طرز گفتگو ایک دوسرے سے میل جول اپنے اور بیگانوں سے حسن سلوک کا مطالعہ احادیث سے کرتے ہیں۔ تو آپ ہم کو ان اوصاف میں تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ محدثین کرامؒ نے احادیث میں نبی پاک ﷺ کے اخلاق حسنہ کے ہر ایک پہلو پر بہترین باب منعقد کئے ہیں جو کہ احادیث کا مطالعہ کرنے والے ہر شخص پر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتے ہیں۔ حضرت انسؓ نبی پاک ﷺ کے اخلاق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت کی ہے۔

”فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَیْئٍ صَنَعْتُہٗ“ لِمَ صَنَعْتَہٗ وَلَا لِشَیْئٍ تَرَکْتُہٗ لِمَا تَرَکْتَہٗ۔“

مجھے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ نے کسی بات پر اف تک بھی نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی کام کرنے پر یہ فرمایا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور نہ ہی کسی کام کے متعلق یہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔ آپ نے ایک دفعہ مجھے کسی کام کیلئے بھیجا تو میں گھر سے باہر آ کر ان لڑکوں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ اچانک رسول اللہ ﷺ نے آ کر مجھے گدی سے پکڑ لیا اور مسکرا کر فرمایا کہ اے انس! کیا تو وہاں سے ہو آیا ہے جہاں میں

نے تجھ کو بھیجا تھا۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اب میں جا رہا ہوں۔ فرماتے ہیں:

"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا."

کہ آپ ﷺ اخلاق کے اعتبار سے تمام دنیا کے لوگوں سے بہتر تھے۔

ایک حدیث میں یوں آتا ہے کہ "حضرت امام حسینؓ نے اپنے والد حضرت علیؓ سے پوچھا کہ نبی پاک ﷺ اپنے اہل مجلس کے ساتھ کیسے پیش آیا کرتے تھے۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمُ الْبِشْرِ سَهْلُ الْخُلُقِ لِيِّنُ الْجَانِبِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا فَحَّاشٍ وَلَا عَيَّابٍ وَلَا مَشَّاحٍ يَتَغَافَلُ عَمَّا لَايَشْتَهِيْ وَلَا يُؤْيِسُ مِنْهُ وَلَا يُجِيْبُ فِيْهِ قَدْ تَرَكَ نَفْسَهُ، مِنْ ثَلَاثٍ اَلْمِرَاءِ وَالْاِكْبَارِ وَمَا لَا يَعْنِيْهِ وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلٰثٍ كَانَ لَا يَذُمُّ اَحَدًا وَلَا يَعِيْبُهُ، وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ، وَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا فِيْمَا رَجَا ثَوَابَهُ." (شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ متصف رہتے تھے۔ یعنی چہرہ انور پر تبسم اور بشاشت کا اثر نمایاں رہتا تھا۔ آپ نرم مزاج تھے۔ کسی بات میں لوگوں کو اگر آپ کی موافقت کی ضرورت ہوتی تو آپ آرام سے موافق ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ سخت گو اور سخت دل نہیں تھے۔ آپ ﷺ چلا کر نہیں بولتے تھے اور نہ ہی فحش گوئی اور بدکلامی فرماتے تھے نہ عیب گیر تھے کہ دوسرے کے عیب تلاش کرتے رہیں نہ مبالغہ سے تعریف کرنے والے تھے نہ ہی زیادہ مذاق کرنے والے تھے اور نہ ہی بخیل

تھے۔ آپ ناپسند باتوں سے اعراض فرما لیتے تھے۔ دوسرے کی کوئی خواہش اگر آپ ﷺ کو پسند نہ آتی تو اس کو مایوس بھی نہ کرتے اور نہ اس کا وعدہ فرماتے۔ آپ نے تین باتوں سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھا تھا۔ جھگڑے سے تکبر سے اور بے کار بات کرنے سے اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ کسی کی مذمت فرماتے تھے نہ کسی کو عیب لگاتے تھے اور نہ کسی کے عیب تلاش کرتے تھے۔ آپ صرف وہی بات کرتے تھے جو باعث اجرو ثواب ہو۔

اس حدیث سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کتنی خوبیوں کے مالک تھے۔ جو ایک دفعہ آپ کے پاس آ کر بیٹھ جاتا۔ تو وہ آپ کا دیوانہ بن جاتا تھا۔ آپ جب کسی سے ملتے تو خندہ پیشانی سے اور مسکرا کر ملتے اور ملنے والا سمجھتا تھا کہ آپ میرے پرانے ہی واقف ہیں۔ دشمن اگر آپ سے ترش روئی اختیار کرتے تو آپ ان کو بھی بڑی سنجیدگی سے سمجھاتے اور اخلاق سے پیش آتے۔ بالآخر آپ ﷺ کے اس کریمانہ اخلاق کو دیکھ کر وہ مسلمان ہو جاتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ ایک یہودی سے قرضہ لیا تو اس نے میعاد مقررہ سے پہلے ہی ادائیگی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ ایک دن تو اس کا مطالبہ حد سے بڑھ گیا اور اس نے آپ ﷺ کی چادر پکڑ کر سخت برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بھئی ابھی تو میعاد مقررہ سے کچھ دن باقی ہیں۔ اتنی دیر میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے۔ انہوں نے جب یہ دیکھا تو اس یہودی کو مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو منع کر دیا اور فرمایا کہ عمرؓ تمہارا یہ حق نہ تھا کہ اسے مارنے کی کوشش کرتے۔ ہاں صرف اتنا کہہ سکتے تھے کہ بھئی میعاد مقررہ سے پہلے تمہارا مطالبہ ٹھیک نہیں ہے اور مجھے یہ کہتے کہ آپ جہاں تک ہو سکے جلدی قرض ادا فرما دیں۔ یہودی نے جب آپ کی یہ نرمی اور خلق دیکھا تو اس وقت کہنے لگا۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔"

کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ اس حدیث سے اندازہ لگائیں کہ آپ کتنے اونچے اخلاق کے مالک تھے۔ اگر آپ بحیثیت حاکم ہونے کے چاہتے تو اسے فوراً سزا دے دیتے۔ حضرت عمرؓ کو ہی اشارہ فرما دیتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ آپ نے اخلاق سے کام لیا۔ چنانچہ یہودی نے مسلمان ہونے کے بعد بتایا کہ یہ حرکت میں نے بطور تجربہ کی تھی تا کہ آپ کے اخلاق کو دیکھوں کہ کیسا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ خیبر کے لوگوں میں سے ایک یہودی عورت نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت میں زہر ملا دیا اور اس کو آپ کی خدمت میں بطور تحفہ ارسال کر دیا۔ آپؐ نے اس میں سے کھانا شروع کر دیا۔ صحابہؓ بھی کھانے لگے پھر یکا یک آپ نے صحابہؓ کو فرمایا کہ کھانے سے رک جاؤ اور اس عورت کو بلا کر لاؤ جس نے ہمیں گوشت بھیجا ہے۔ جب وہ آئی تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے وہ کہنے لگی آپ کو کس نے کہا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس گوشت نے ہی بتلا دیا ہے۔ وہ کہنے لگی ٹھیک ہے میں نے زہر ملایا ہے۔ آپ نے پوچھا تم نے اس میں زہر کیوں ملایا ہے۔ تو اس نے کہا میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر آپ ﷺ واقعی نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو نقصان نہ دے گا اور اگر آپ نبی نہیں ہیں۔ تو ہم آپ سے نجات حاصل کر لیں گے۔ اس عورت نے یہ بات کہہ کہ معافی کی درخواست پیش کر دی تو آپ نے اپنے کریمانہ اخلاق کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اسے معاف کر دیا اور کوئی سزا نہ دی۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے کہ ایک جانی دشمن کے ساتھ بھی اس طرح کا سلوک کیا جا رہا ہے کہ جس کی مثال نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہے۔ اسی لئے حضرت عائشہ

صدیقہؓ نے نبی پاک ﷺ کے اخلاق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے۔ بلکہ معاف فرما دیتے تے۔ احادیث میں کثرت سے اس قسم کے واقعات آتے ہیں کہ کافروں نے نبی پاک ﷺ کو سخت سے سخت تکلیف پہنچائیں۔ لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی ان کے حق میں بددعا نہیں فرمائی۔ بلکہ معاف کر دیا۔ آپ ﷺ کا اسلام کی تبلیغ کے لئے طائف جانے کا واقعہ بڑا مشہور ہے کہ آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے اور وہاں جا کر تین بڑے سرداروں سے ملاقات کی اور دعوت اسلام پیش کی۔ مگر یہ لوگ بجائے اس کے کہ دین اسلام کو قبول کر لیں۔ نہایت بے رخی اور بداخلاقی سے پیش آئے۔ ان میں سے ایک بولا کیا اللہ نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے اس کو رسالت کے لئے تیرے سوا اور کوئی آدمی ہی نہیں ملا تھا۔ (نعوذ باللہ) دوسرا بولا کہ میں کعبہ کے سامنے اپنی داڑھی منڈوا دوں گا اگر تجھے خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہو۔ تیسرا کہنے لگا میں تجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا اس لئے کہ اگر تو واقعی رسول ہے تو تیری بات سے انکار کرنا مصیبت سے خالی نہیں اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے تو میرے لائق نہیں کہ تجھ سے بات کروں۔

نبی علیہ السلام نے ان کی باتیں سن کر فرمایا' اچھا تم اپنے ان خیالات کو اپنے پاس ہی رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کی تباہی کا بھی سبب بن جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں خدا تعالیٰ کی توحید بیان کرنا شروع کر دی۔ ان کافر سرداروں نے طائف کے بدمعاش لڑکوں کو اکٹھا کر کے نبی علیہ السلام کے پیچھے لگا دیا کہ جب یہ وعظ کرے تو تم اس پر پتھر برسانا شروع کر دینا۔ چنانچہ ان بدبختوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔

بھرے تھے ان کی جھولیوں میں پتھر سنگ باری کو
نشانہ دور سے کرنے لگے تھے محبوب باری کو
وہ ابر لطف جس کی شفقت کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے
وہ سینہ جس کے اندر نور حق مستور رہتا تھا
وہ یہاں شق ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا

پتھروں کی چوٹوں سے آپ ﷺ کا سارا جسم لہولہان ہوگیا۔ حتیٰ کہ دونوں جوتے بھی خون سے بھر گئے۔ کافر کہنے لگے۔ اے محمد ﷺ

کوئی بولا آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں
کم از کم یہ تو ہو یہ پتھر ہی ہم پر پلٹ آئیں
کوئی بولا تم سے یہ بلا ہٹ کیوں نہیں جاتی
ہمارے غرق ہونے کو زمین پھٹ کیوں نہیں جاتی

حضرت زیدؓ جو کہ نبی پاک ﷺ کے ساتھ تھے کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ انہوں نے آپ کو اتنی سخت تکلیف پہنچائی ہے۔ ان کے لئے بدعا کیوں نہیں فرماتے۔ اس پر آپ نے فرمایا میں ان کے لئے بددعا نہیں بلکہ دعا کرتا ہوں۔

"اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔"

کہ یااللہ میرے قوم کو ہدایت دے دے۔ کیونکہ ان کو میری قدر و منزلت کا پتہ ہی نہیں ہے۔ اگر ان کو پتہ ہوتا تو یہ کبھی بھی ایسا نہ کرتے۔ طائف سے واپس ہوتے ہوئے آپ فرمانے لگے کہ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا۔ امید ہے۔

”اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِھِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا یُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا۔“

کہ ان کی آئندہ آنے والی نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانے والی ہونگی۔

دعا مانگی الٰہی قوم کو چشم بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر ان کو نور ہدایت دے
جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو
بے چارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو
الٰہی رحم کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا ان پتھروں والی زمینوں پر

حضرت زیدؓ نے جب یہ دیکھا کہ آپ ان کی ہدایت کی دعا فرما رہے ہیں۔ تو کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ ان کے تباہ ہونے کی دعا کیوں نہیں فرماتے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّلٰکِنِّیْ بُعِثْتُ رَحْمَۃً۔“

یہ سن کر رحمۃ اللعالمین نے ہنس کر فرمایا:

”کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا۔“

اے زید! میں ان کی ہلاکت کے لئے دنیا میں نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ اکبر۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہی حوصلہ تھا کہ باوجود اتنی تکلیف اٹھانے کے پھر بھی آپ نے ان کے لئے بددعا نہیں فرمائی۔

نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوت توحید دی تو قوم نے آگے سے یہ الفاظ کہے۔ ”اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ کہ اے نوح ہم تو تمہیں گمراہ

سمجھتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے سمجھانے کے بعد بھی جب قوم نے خدا تعالیٰ کی توحید کو تسلیم نہ کیا۔ تو بارگاہ ایزدی میں عرض کی۔

”رَبِّ اِنِّی دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا O فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا O وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا O ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا O ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا O“

کہ اے اللہ میں نے اپنی قوم کو دن رات تیری طرف بلایا۔ مگر میرے بلانے سے وہ دور ہی بھاگی اور جب کبھی بھی میں نے ان کو تیری بخشش کی طرف بلایا تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور سخت سرکشی کی۔ پھر میں نے ان کو آواز بلند بلایا اور اعلانیہ اور پوشیدہ طور پر بھی میں نے ان کو سمجھایا۔ لیکن یہ اپنی ضد پر ہی قائم رہے اور میری بات تسلیم کرنے کی بجائے میری تکذیب کرتے رہے۔ اب تو ان کو تباہ و برباد کردے۔

”وَقَالَ نُوْحٌ“ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا O اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا O (پ۲۹ سورۃ نوح)

یا اللہ! ان کا ایک گھر بھی زمین پر نہ رہنے دینا۔ اگر تو ان کو چھوڑ دے گا۔ تو یہ تیرے دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کردیں گے اور ان کے ہاں جو اولاد پیدا ہوگی۔ وہ بھی بدکار اور کافر ہی ہوگی۔ چنانچہ نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ طوفان آیا اور سب تباہ و برباد ہوگئے یہاں بعض دوست اعتراض کرتے ہیں کہ جناب نوح علیہ السلام کو علم غیب تھا

تو پھر ہی۔انہوں نے یہ کہا کہ یا اللہ اس قوم کے کسی فرد کو بھی اگر چھوڑ دیا گیا تو وہ تیرے بندوں کی گمراہی کا سبب بن جائے گا اور ان کے ہاں جو اولاد پیدا ہوگی۔ وہ بھی کافر ہی ہوگی۔ اگر علم غیب نہ ہوتا تو یہ بات کیوں کہتے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع دے دی تھی:

''وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ O (پارہ ۱۲ سورۃ ھود)

کہ اے نوح! تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں۔ان کے سوا اور کوئی نہیں تجھ پر ایمان لائے گا۔اب تو ان کا خیال نہ کر جب بذریعہ وحی نوح علیہ السلام کو اطلاع ملی تو پھر آپ نے دعا کی کہ اللہ ان کو تباہ و برباد کر دے۔اعتراض رفع ہوگیا۔

تو ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے جب تنگ کیا تو ان کیلئے نوح علیہ السلام نے بد دعا کر دی۔لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم تکلیفیں دے رہی ہے۔تو آپ ان کے حق میں بد دعا نہیں فرماتے بلکہ یوں دعا کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ O

اس سے بھی ذرا آگے آپ کا اپنی امت کے حق میں شفقت کا اس بات سے بھی ذرا اندازہ لگائیں کہ ایک طرف تو کافر دار الندوہ میں بیٹھ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں اور دوسری طرف آپ انکی ہدایت کیلئے دعائیں فرما رہے ہیں

سکیمیں اس طرف سرکار ؐ کی ایذا کی ہوتی تھیں
ادھر چشمان رحمت عاصیوں کے غم میں روتی تھیں
اُدھر یہ ارادے تھے کہ محمدؐ کو مٹا ڈالیں
اِدھر یہ ارادہ تھا کہ دنیا کو دوزخ سے بچا ڈالیں

آپ کی امت کے حق میں اسی شفقت کا اظہار اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ ○

کہ لوگو! تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک ایسا رسول آیا ہے۔ جس پر تمہاری تکلیف بہت ہی دشوار گزرتی ہے۔ جو تمہاری بھلائی کے خواہاں ہیں اور تم پر بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

کافر بیت اللہ شریف کا غلاف پکڑ کر یہ دعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○

کہ اللہ! ہم تیرے نبی اور تیرے دین کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہم پر اس جرم کی پاداش میں پتھروں کی بارش نازل کر دے یا کوئی اور دردناک عذاب لے آ۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ۔" کہ اے میرے نبیؐ جس وقت تک آپ ان میں موجود ہیں میں ان کو عذاب نہیں کروں گا۔

مطلب کہ آپ کا وجود ہی ان کے لئے مانع عذاب ہے۔ کافروں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کرنے میں حد کر دی۔ لیکن آپ نے ان کے حق میں انتہائی زیادہ رحم دلی کا ثبوت دیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ صفا پہاڑی کے قریب خدا تعالیٰ کی یاد میں مصروف تھے کہ ابوجہل آ گیا۔ اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ کہنے

لگا کہ تو روز نئی نئی باتیں سوچ کر ہمیں کہہ دیتا ہے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے۔ اس قسم کی وہ بکواس کرتا رہا۔ لیکن آپ نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا اور باقاعدگی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے۔ کافر یہ بات بالکل ہی برداشت نہیں کرتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ایک دفعہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ چند کافر ابوجہل کی معیت میں کعبہ کے صحن میں جا بیٹھے۔ ابوجہل نے کہا کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے اور اس کی اوجھڑی وہاں پڑی ہوئی ہے۔ کوئی جائے اور اسے اٹھا لائے اور اس نبی کے اوپر رکھ دے۔ عقبہ اٹھا اور نجاست سے بھری ہوئی اوجھڑی اٹھا لایا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو اس نے آپ کی پشت مبارک پر رکھ دی۔ نبی علیہ السلام تو یاد الٰہی میں مستغرق تھے۔ کچھ خبر نہ ہوئی لیکن کافر ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوتے جا رہے تھے اور ایک دوسرے کے اوپر گر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی بھی موجود تھے کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کا حوصلہ نہ پڑا کہ ان کو اسی بری حرکت سے روکیں۔ اتنے میں حضرت فاطمہ سیدۃ النساء العالمین آ گئیں اور انہوں نے اپنے اباجی کے کندھوں سے اوجھڑی کو نیچے پھینکا۔ (بخاری شریف' کتاب الصلوٰۃ' باب المرأۃ تطرح عن المصلی)

میں عرض کر رہا تھا کہ ابوجہل نے نبی پاک ﷺ کو گالیاں نکالنی شروع کر دیں۔ آپ نے اسکی گالیوں کی بالکل پرواہ نہ کی اور یاد الٰہی میں مصروف رہے اسکے بعد ابوجہل صفا پہاڑی پر چڑھ گیا اور اس نے ایک پتھر پکڑ کر نبی پاک ﷺ کے سر مبارک پر دے مارا۔ جس سے آپکے سر مبارک سے خون بہنے لگا اور ابوجہل ہنسی خوشی اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ اس سارے واقعہ کو حضرت حمزہ (جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی لونڈی دیکھ رہی تھی' اس نے جاتے ہی قریشیوں کو طعنہ مارا' کہنے لگی

مر جاؤ قریشیو! ڈب شرم اتار کے
محمدؐ نوں چلا گیا ابوجہل مار کے
جے آج عبداللہ جیوندا ہوندا پھڑدا للکار کے
کون امداد کرے ایس نادار دی

کہ آج اگر محمدؐ کا باپ زندہ ہوتا تو پھر کسی کی کیا مجال تھی کہ اس کو کوئی مار جاتا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت حمزہ جو کہ شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے۔ شکار ٹھیل کر آ جاتے ہیں تو لونڈی ان کو کہتی ہے

اٹھ سویرے توں شکار نوں جاوندا
یتیم محمدؐ پچھوں ماراں پیا کھاوندا
تینوں بھتیجے اُتے ترس نہیں آوندا
سن کے تے ہوش کھلی حمزہ سردار دی
جھوک مدینے والے احمد سردار دی

آپ کے بھتیجے محمدؐ کو جس کا دل چاہتا ہے گالیاں نکال دیتا ہے۔ جس کا دل چاہتا ہے مار جاتا ہے۔ آپ کو ذرا جتنی بھی پرواہ نہیں ہے۔ لونڈی نے یہ بات کہہ کر پھر آنکھوں دیکھا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ واقعہ سنتے ہی حضرت حمزہؓ کے جسم میں آگ لگ گئی۔ اسی وقت ہاتھ میں کمان پکڑ کر ابوجہل کے گھر کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ جا کر دیکھتے ہیں کہ ابوجہل اپنے ساتھیوں میں بیٹھا بڑی خوشی سے کہہ رہا ہے کہ آج میں محمدؐ کا سر پھاڑ کر آ گیا ہوں۔ حضرت حمزہؓ نے پوچھا بتاؤ تم نے محمدؐ کو کیوں مارا ہے۔ تمہیں پتہ نہیں وہ میرا بھتیجا ہے۔ یہ کہہ کر اس کے سر میں زور سے کمان ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا۔ کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ ابوجہل کو حضرت حمزہ سے چھڑا لے۔ ابوجہل کا سر پھاڑ کر

کہنے لگے۔سنو

آج توں بعد جے کر ظلم کماویں گا
جان لئی میرے کولوں جتیاں کھاویں گا
طرف محمدؐ جے کر اکھ اٹھاویں گا
جھڑی ادھیڑاں تیرے گندے سریر دی
جھوک مدینے والے احمد بشیر دی

حضرت حمزہؓ ابوجہل کا سر پھاڑ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آ کر کہنے لگے۔ بیٹا خوش ہو جاؤ میں ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے آیا ہوں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انج تے بھاویں سارے کافراں نوں مار دے
میں نہیوں خوش بھاویں مکہ اجاڑ دے
مینوں جے خوش کرنا ایں کلمہ پکار دے
سن کے تے ہوش کھلی حمزہ سردار دی
جھوک مدینے والے احمد سردار دی

کہ چچا جان مجھے اس بات کی بالکل خوشی نہیں ہے کہ آپ ابوجہل سے میرا انتقام لے آئے ہیں۔ اگر آپ نے مجھے خوش کرنا ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ۔ حضرت حمزہؓ نے نبی علیہ السلام کو کہا کہ بیٹا تم اس طرح خوش ہو تو پھر مجھے کلمہ پڑھا دو

جے انج توں راضی میریا سوہنیا تاریا
کلمہ پڑھا دے مینوں رب دیا پیاریا

ہر دور پڑھایا کلمہ نعرہ مومناں نے مار یا

لا الہ والی بولی کالجے ٹھار دی

نبی علیہ السلام نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو کلمہ پڑھایا اور مسلمان کر لیا۔ ان کے اسلام سے آپ کو اور صحابہ کرامؓ کو انتہائی زیادہ خوشی ہوئی اور نعرہ تکبیر بلند کیا۔

دیکھ لیجئے نبی علیہ السلام کا اخلاق ہی حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ آپ اگر کوئی دنیادار ہوتے۔ تو ابو جہل سے اپنے انتقام پر بہت خوش ہوتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ آپ نے اپنے بڑے سے بڑے دشمن سے بھی کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا۔

قاضی سلیمان صاحب منصور پوریؒ نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ صفوان بن امیہ جس کا باپ جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا اور عمیر بن وھب جس کے بیٹے کو مسلمانوں نے قیدی بنا لیا تھا۔ دونوں مکہ سے باہر ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔

عمیر بولا کہ اگر میرے اوپر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور اپنے کنبہ کے بے کس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں خود مدینہ جاتا اور محمدؐ کو قتل کر کے ہی آتا۔

صفوان کہنے لگا تیرا قرض میں ادا کر دوں گا اور تیرے کنبے کا خرچ جب تک میں زندہ ہوں میرے ذمہ ہوگا۔ عمیر بولا بہت بہتر۔ لیکن یہ راز کسی دوسرے پر نہ کھلے۔

عمیر نے گھر آ کر اپنی تلوار کی دھار کو تیز کیا اور زہر کی پان دے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عمیر مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی کے سامنے اپنا اونٹ بٹھا رہا تھا کہ اونٹ بول پڑا۔ عمر فاروقؓ نے اسے دیکھا اور پہنچانا اور دل میں سمجھ گئے کہ یہ شیطان ضرور کوئی مفسد ارادہ سے آیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کیا۔ کہ عمیر بن وہب مسلح چلا آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے میرے پاس آنے دو۔ جب عمیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آیا۔تو عمر فاروقؓ نے اس کی تلوار پر قبضہ کرلیا۔آپؐ نے فرمایا' عمرا سے چھوڑ دو۔عمیر تم میرے پاس آ جاؤ۔عمیر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔آپ نے فرمایا کیسے آئے ہو۔کہنے لگا اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں آپ نے پوچھا یہ تلوار کیسی ہے۔عمیر کہنے لگا۔ یہ کونسی تلوار ہے اور ہماری تلواروں نے آپ کا پہلے کیا بگاڑ لیا ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچ سچ بتاؤ۔اس نے پھر پہلے والی بات کہی۔آپؐ نے فرمایا' دیکھ تو اور صفوان مکہ سے باہر گئے تھے۔صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبہ کا خرچ اپنے اوپر لیا ہے اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا ہے اور اسی ارادہ سے تو یہاں آیا ہے۔عمیر تو یہ نہیں جانتا کہ خدا میرا محافظ ہے۔عمیر یہ سن کر حیران ہو گیا بولا اب میرا دل مان گیا ہے کہ آپ واقعی اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔آج سے قبل ہم آپ کو آسمانی خبروں اور وحی کی بابت جھٹلاتے رہے ہیں۔لیکن اب میں اس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں۔جسکی خبر میرے اور صفوان کے سوا کسی تیسرے کو نہیں تھی۔اللہ کا شکر ہے جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنا دیا ہے۔ چنانچہ عمیر مسلمان ہو گیا۔نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ اپنے بھائی کو دین سکھاؤ اور اس کے فرزند کو آزاد کر دو۔عمیرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے اجازت دیجئے کہ میں مکہ میں واپس جاؤں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔میرے دل میں آتا ہے کہ اب میں بت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں۔جس طرح پہلے مسلمانوں کو ستایا کرتا تھا۔ صفوان کو جب خبر ملی کہ عمیر مسلمان ہو گیا ہے تو اسے سخت صدمہ ہوا اور اس نے قسم کھالی جب تک زندہ رہوں گا۔عمیر سے بات نہ کروں گا اور نہ ہی اسے کوئی فائدہ پہنچنے دوں گا۔ خدا کی قدرت دیکھئے یہی صفوان جو نبی پاک ﷺ کا سخت دشمن تھا اور مکہ کا مشہور سردار تھا سنہ ۸ ھ کے بعد خود بخود مسلمان ہو گیا۔دیکھ لیجئے عمیر بن وہب مکہ سے مدینہ منورہ نبی ﷺ کو قتل کرنے کیلئے جاتا ہے۔حضرت عمرؓ نے عمیر کو پکڑا تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور میرے پاس آنے دو۔پھر آپ عمیر سے اتنے کریمانہ اخلاق سے پیش آئے کہ وہ کلمہ

پڑھنے پر مجبور ہو گیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھ کر ارادہ کر لیا کہ آپ ﷺ کو قتل کر دوں۔ جب وہ اس ارادہ سے قریب گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا فضالہ کیا بات ہے اور اپنے دل میں کیا ارادہ کر کے آئے ہو۔ فضالہ نے کہا کچھ نہیں میں اللہ اللہ کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا اچھا تم اپنے لئے خدا سے معافی کی درخواست کرو۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ فضالہ کے سینہ پر رکھ دیا۔ فضالہ کا اپنا بیان ہے کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے اطمینان قلب حاصل ہو گیا اور آپ ﷺ کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہو گئی کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا میں یہاں سے گھر چلا۔ راستہ میں میری محبوبہ ملی۔ جس کے پاس میں اکثر بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے مجھے آواز دی کہ میری ایک بات سنتے جانا۔ میں نے جواب دیا نہیں نہیں خدا اور اس کے رسول ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں یہ وہی فضالہ ہے جو تھوڑی دیر پہلے آپ کا دشمن تھا لیکن اب محمد رسول اللہ ﷺ کا شیدائی بن چکا ہے یہی وہ اخلاق تھا۔ جس کے ذریعہ آپ نے بندوں کو خدا کے قریب کر دیا۔ نفرت اور عداوت کی جگہ الفت اور محبت کو بٹھا دیا۔ ظلمت اور جہالت کو لوگوں کے دل و دماغ سے نکال کر نور صداقت اور معرفت الٰہی کو متمکن کر دیا۔ آپ کے اسی اخلاق کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔

"لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔"

کہ اے میرے پیغمبر! آپ اگر ترش رو اور سخت دل ہوتے تو لوگ کبھی بھی آپ کے پاس آ کر نہ بیٹھتے۔ آپ کے اخلاق نے لوگوں کے دلوں کو فتح کر لیا۔

نبی علیہ السلام کے صحابہؓ نے ایک دفعہ ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ نبی ﷺ تشریف لائے تو آپ نے اس کو پوچھا ثمامہ کیا

حال ہے۔ کہنے لگا۔ "اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاکِرٍ وَ اِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ ..." کہ اگر مجھے چھوڑ دو گے تو احسان کا بدلہ احسان ہے اور اگر قتل کر دو گے تو یاد رکھنا میرے پیچھے بدلہ لینے والے موجود ہیں وہ بدلہ لے لیں گے۔ آپ ﷺ مسکرائے اور تشریف لے گئے۔ دوسرے دن آپ پھر تشریف لے گئے۔ تیسرے دن آپ ﷺ نے پھر پوچھا ثمامہ کیا حال ہے۔ اس نے اب کی بار بھی پہلا ہی جواب دیا۔ جب تیسری دفعہ اس نے یہی الفاظ کہے تو آپ نے اس کی باتوں کا غصہ کرنے کی بجائے اس کو آزاد کر دینے کا حکم دے دیا۔ ثمامہ بن اثال یہاں سے آزاد ہونے کے بعد ایک کھجور کے باغ میں گیا۔ جو مسجد نبوی کے قریب ہی تھا۔ وہاں جا کر غسل کیا اور دل میں سوچنے لگا۔

اوتھے کھلو کے دل وچہ سوچاں دوڑا وندا
دشمن تے انج نہیں کوئی. رحم کما وندا
میں کردا رہیا سختی پر اوہ نرمی دکھا وندا
ایہ خلق گواہی دیندا احمد سچیار دی
جھوک مدینے والی احمد سردار دی

کہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ اس لئے کہ اگر آپ مجھے قتل کرانا چاہتے تو کروا سکتے تھے۔ میں ان کے ساتھ تلخ کلامی بھی کرتا رہا۔ لیکن انہوں نے ذرا بھی محسوس نہیں کیا اور مجھ پر رحم کرتے ہوئے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ یہ سوچ کر وہ واپس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا اور کہنے لگا۔

کلمہ پڑھاو مینوں کر لو مرید جی
اللہ سچے دی مناں سچی توحید جی
تسیں سچے رسول دلوں ہوگئی تائید جی
قسم خدا دی نائیں گنجائش انکار دی

کہ [illegible] آپ کے اخلاق سے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ”اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔“ کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ کہنے لگا۔

قسم خدا دی آکھاں گل ایمان دی
اج توں پہلاں نہیں سی شکل تدھ بھاوندی
نام مدینہ سن کے جان سڑ جاوندی
دونویں مکروہ لگن اندر سنسار دی
جھوک مدینے والی کالجے ٹھاردی

پر قسم خدا دی اج ہویا انقلاب آ
چہرہ تساڈا دسدا وانگ ماہتاب آ
شہر مدینہ سوہوے وانگ گلاب آ
اج دو نویں محبوب ڈاہڈی رحمت غفار دی

یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم سارے عالم میں آپ سے زیادہ اور کسی شخص سے مجھے نفرت نہ تھی۔ مگر اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سے سب سے بڑھ کر پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کے شہر سے مجھے بہت نفرت تھی۔ مگر آج وہ مجھے سب مقامات سے پسندیدہ نظر آتا ہے۔ آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے کسی اور دین سے بغض نہ تھا۔ لیکن آج آپ کا دین مجھے محبوب ہو گیا ہے۔ ثمامہ نے یہ بھی عرض کیا کہ میں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کے لئے جا رہا تھا۔ راستہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ اب عمرہ کے بارہ میں کیا ارشاد ہے۔ آپ نے عمرہ کی اجازت فرما دی۔

ثمامہ مکہ پہنچا تو وہاں کے ایک شخص نے پوچھا۔ سنا ہے کہ تم صابی بن گئے ہو۔

ثمامہ نے کہا میں صابی نہیں ہوا۔ بلکہ محمد ﷺ پر ایمان لا کر اسلام قبول کر چکا ہوں اور اب یہ یاد رکھنا کہ ملک یمامہ سے تمہارے پاس ایک گندم کا دانہ بھی نہیں آئیگا جب تک نبی ﷺ کی اجازت نہ ہوگی۔ چنانچہ ثمامہ نے اپنے ملک پہنچتے ہی مکہ کی طرف آنے والا تمام غلہ بند کر دیا۔ غلہ کی آمد کے رک جانے سے اہل مکہ بلبلا اٹھے اور آخر نبی ﷺ سے ہی انھیں التجا کرنی پڑی اور آپ نے ثمامہ کو لکھ دیا کہ غلہ کو بدستور جانے دو۔ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جبکہ اہل مکہ نبی ﷺ کے جانی دشمن تھے اور انہوں نے آپ کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ جنگ بدر احد خندق میں نبی ﷺ اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے ساری طاقت صرف کر چکے تھے مگر آپ نے یہ بھی پسند نہیں فرمایا کہ انکا غلہ روک لیا جائے اور انکو تنگ کر کے اسلام کی طرف مائل کیا جائے

یہ تھا آپ کا پاکیزہ اخلاق۔ جس کا گہرا اثر لوگوں کے دلوں پر پڑا اور لوگ آپ کے فرماں بردار اور جان نثار بن گئے۔ لیکن اس کے برعکس آج ہمارا اخلاق کیسا ہے؟ بھائی بھائی سے تنگ ہے۔ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے تنگ ہے۔ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے تنگ ہے۔ ہمسایہ ہمسائے سے تنگ ہے۔ گویا کہ کوئی ایک دوسرے کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ ایک وہ تھے کہ دشمن ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر دوست بن جاتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ دوست ہمارے اخلاق کو دیکھ کر دشمن بن جاتے ہیں۔ دوستو اور عزیزو۔ اسلام نے مسلمان کو بہت اونچے اخلاق کا مالک بنایا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے تو درکنار دشمن سے بھی حسن سلوک سے پیش آنے کی ترغیب دی ہے کہ کسی کو گالی نہ دو۔ کسی کی بے عزتی نہ کرو۔ کسی کو ایسا مذاق نہ کرو۔ جس کو وہ برا محسوس کرے کسی کی چغلی نہ کرو۔ کسی کے عیب نہ تلاش کرتے پھرو۔ غرضیکہ ایسے بن جاؤ کہ تمہارے دل میں اپنے کسی مسلمان بھائی کے متعلق کوئی برا خیال تک نہ پیدا ہو۔ اسلام نے جو ہمیں سلام کرنے کا طریقہ سکھلایا ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ سلام لینے والا

شخص اپنے دوسرے بھائی کو السلام علیکم کہہ کر یقین دلا رہا ہے کہ بھائی جان تم میری طرف سے امن اور سلامتی میں ہو۔ میں آج کے بعد تمہارے خلاف کوئی ایسی بات نہیں سوچوں گا جس سے تمہیں نقصان پہنچے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

”اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔“

کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

تو اب جس کی زبان رات دن مسلمانوں کو گالیاں نکالتی رہے اور ہاتھ ناجائز ظلم کرتے رہیں۔ وہ مسلمان کیسے رہ سکتا ہے۔ آج کوئی شخص ہوگا جس نے اپنے آپ کو ان تمام بری عادات سے بچا رکھا ہوگا۔ گالیاں نکالنا ہماری عادت بن چکی ہے۔ بات بعد میں کرتے ہیں اور گالی پہلے نکالتے ہیں۔ حالانکہ نبی ﷺ نے منافق کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ جب کسی سے جھگڑتا ہے تو گالیاں نکالتا ہے۔ یاد رکھیئے ایسے شخص کے متعلق شریعت میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میرے کچھ غلام ہیں۔ جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں۔ میری نافرمانی بھی کرتے ہیں اور خیانت بھی کرتے ہیں اور میں غصہ میں آکر بسا اوقات ان کو گالی بھی دے دیتا ہوں اور مارتا بھی ہوں۔ میرے لئے ان کے بارہ میں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا۔ انہوں نے جو تیری خیانت تیری نافرمانی اور تجھ سے جھوٹ بولا ہوگا۔ اس کا حساب لیا جائے گا اور تجھ سے بھی جو تو ان کو ان کے گناہوں کی سزا دیتا ہے حساب لیا جائے گا۔ اگر دونوں برابر ہوگئے۔ تو پھر تجھے کوئی نفع نقصان نہیں ہوگا اور اگر تیری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہوگئی تو پھر اس کے بدلہ میں تجھ کو سزا ملے گی۔ یہ سن کر وہ آدمی ایک طرف بیٹھ کر زور زور سے رونے لگا۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ کیا تو نے خدا تعالیٰ کا

یہ فرمان نہیں پڑھا:

" وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ" شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ O "(پ ۱۷)

کہ قیامت کے دن ہم میزان عدل قائم کرینگے اور کسی پر ظلم نہیں کریں گے۔ اگر کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسکو بھی حاضر کردیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔ اس پر اس آدمی نے کہ یارسول اللہ ﷺ میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان تمام غلاموں کو آزاد کردیا نہ وہ میرے پاس ہوں گے اور نہ میں ان پر کوئی زیادتی کروں گا۔ اللہ اکبر کبیرا والحمدللہ کثیرا۔

یہ تھا کہ ان لوگوں کا خوف خدا کہ ہر چیز کو ترک کردیا جس کی وجہ سے وہ موجب عذاب بن جائیں۔ ہمارے جیسا اگر کوئی ہوتا تو بالکل پرواہ ہی نہ کرتا۔ میرے بھائیو! یہ حدیث ہمارے لئے بھی باعث عبرت ہے۔ آیئے آج سے ہی ہم توبہ کریں اور اس بات کا عہد کریں کہ کسی کو آگے سے کوئی گالی نہیں نکالیں گے کسی مسلمان کی چغلی نہیں کریں گے۔ کسی مسلمان پر لعنت نہیں کریں گے۔ کسی مسلمان کی بے عزتی نہیں کریں گے۔ کسی مسلمان سے بغض کینہ اور حسد نہیں رکھیں گے۔ کسی کے عیب نہیں تلاش کریں گے۔ کسی کو فحش اور بے ہودہ مذاق نہیں کریں گے۔ کسی مسلمان کو ہلکا اور حقیر نہیں سمجھیں گے۔ حتی الوسع مسلمانوں کی عزت اور احترام کریں گے۔ اگر کسی میں بتقاضائے بشریت کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرتے ہوئے اس کی اصلاح کی کوشش کریں گے۔ غرضیکہ اپنے اندر ہر وہ چیز پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس کا شریعت نے ہمیں حکم دیا ہے۔

تو ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ آپ نے اپنے اخلاق سے بڑے بڑے ظالم اور

جانی دشمنوں کو معاف فرمادیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دنیا اچھے اخلاق کا خراب نمونہ پیش کرے تو بھی انسان کو اپنے اخلاق حسنہ نہیں چھوڑنے چاہئیں۔

وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ انتقام کے خوف سے جگہ جگہ چھپتا پھرا۔ اہل طائف نے جو وفد مدینہ منورہ بھیجنے کیلئے تجویز کیا تھا۔ اس میں وحشی کا نام بھی تھا۔ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں مجھ سے انتقام نہ لیا جائے۔ لیکن دشمنوں نے اس کو یقین دلایا کہ تم بے خوف ہو جاؤ۔ محمد ﷺ سفیروں کو قتل نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ وہ اس اعتماد پر دربار میں حاضر ہوا اور قبول اسلام کا ارادہ ظاہر کر کے امید جواب میں خاموش کھڑا رہا۔ آپ اندازہ فرمایئے کہ یہ آپ کے چچا کا قاتل ہے اور چچا بھی وہ جنہوں نے بچپن میں ایک ہی دایہ کا دودھ پیا۔ ایک ہی ساتھ رہے اور محبت کے ساتھ زندگی بسر کی۔ آپ کے دعویٰ نبوت کے بعد اسلام قبول کر کے اعلاء کلمۃ اللہ میں پیش پیش رہے ایسے پیارے چچا کو شہید کر کے نہ صرف شہید بلکہ عضو عضو جدا جدا کر کے اور نعش کی پوری توہین کر کے وحشی آج اس گناہ عظیم پر نادم اور شرمسار آغوش اسلام کا طلبگار بن کر کھڑا ہے۔ فطرت انسانی کب اجازت دیتی ہے کہ ایسے شخص پر رحم تو کجا سامنے آنے کی بھی اجازت دی جائے۔ مگر آپ نے اپنے خلق عظیم کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس کے اسلام کو قبول فرمالیا اور صرف یہ کہہ کر معاف فرمادیا کہ میرے سامنے نہ آیا کرنا کیونکہ تمہیں دیکھ کر مجھے میرے چچا کی یاد آجاتی ہے۔ غورث بن حارث آپ ﷺ کو ہلاک کرنے کی نیت سے آتا ہے۔ آپ بیدار ہو جاتے ہیں۔ وہ پوچھتا ہے کہ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپ نہایت اطمینان سے فرماتے ہیں۔ اللہ اللہ کا نام سنتے ہی اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور تلوار ہاتھ سے گر پڑتی ہے۔ اسی تلوار کو آپ نے پکڑ لیا اور پوچھا کہ اب تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ اس پر وہ گھبرایا۔ آپ نے فرمایا وہ خدا جس نے مجھے تجھ سے بچایا تھا۔ وہ تیری حفاظت پر بھی قادر ہے یہ کہہ کر معاف فرمادیا۔ جن لوگوں نے آپ کو اس

قدر سخت تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ ان سب کو معافی اور امن کا پیغام سنا دیا۔ ہبار جس نے آپ کی بیٹی زینبؓ کو نیزا سے زخمی کیا تھا اور وہ اسی زخم سے فوت ہو گئی تھی۔ جب سامنے آیا تو آپ نے معاف فرما دیا۔ جنگ احد میں عبداللہ بن قیمہ نے جب آپ کے روئے انور پر تلوار سے وار کیا تو مغفر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ چاروں طرف سے تیر اور تلواریں برس رہی تھیں۔ جان نثاروں نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ حضرت ابو دجانہؓ جھک کر ڈھال بن گئے۔ حضرت طلحہؓ نے دشمن کی تلواریں اپنے ہاتھ پر روکیں۔ جس سے ایک ہاتھ کٹ کر نیچے گر پڑا۔ اتنی تکلیف اٹھانے کے بعد بھی آپ ان کی ہدایت کیلئے دعا فرما رہے تھے کہ یا اللہ میری قوم کو معاف فرما دے۔ کیا دنیا کی کوئی تاریخ اس قسم کا اخلاق پیش کر سکتی ہے؟ آخر میں میں آپ کے اخلاق کی ایک جھلک دکھا کر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ جب آپ اس شہر کو فتح کرتے ہیں۔ جس سے بڑے بڑے ظلم و ستم کے بعد آپ کو نکالا گیا۔ جس کے رہنے والوں نے آپ کو وہ وہ تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں کہ الامان والحفیظ جس میں آپکے غریب ساتھیوں پر وہ وہ ظلم کئے گئے کہ جن کے ذکر سے آج بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو اپنی فوج کو حکم دیتے ہیں کہ مکہ میں داخل ہو کر اپنا پورا تسلط اور قبضہ جما لو اور مندرجہ ذیل احکام کو اپنے پیش نظر رکھنا۔

۱۔ جو شخص ہتھیار پھینک دے اس کو قتل نہ کیا جائے۔

۲۔ جو شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۳۔ جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۴۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۵۔ جو شخص حکیم بن حزام کے گھر چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۶۔ جو لوگ بھاگ جائیں ان کا تعاقب نہ کیا جائے۔

۷۔ بوڑھوں بچوں، عورتوں اور زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

قیدیوں کو بھی قتل نہ کیا جائے۔ان تمام ہدایات کو سامنے رکھ کر غور کریں کہ کیا وہ شخص جس پر مسلسل ۲۰ سال تک ظلم کیا گیا ہو۔اس قسم کے اخلاق کا نمونہ پیش کر سکتا ہے۔جس قسم کا محمد رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا ہے۔ابوسفیان اسلام سے پہلے جس قدر آپ کا مخالف تھا وہ سب پر عیاں ہے۔غزوہ بدر سے لے کر فتح مکہ تک جتنی لڑائیاں اسلام کو لڑنی پڑیں۔ ان میں سے اکثر میں اس کا ہاتھ تھا۔فتح مکہ کے موقع پر جب وہ گرفتار کر کے لائے گئے اور حضرت عباسؓ ان کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ اسکے ساتھ محبت سے پیش آئے۔حضرت عمرؓ نے گزشتہ جرائم کی پاداش میں انکے قتل کا ارادہ کیا تو آپ نے منع فرمادیا اور عام اعلان فرمادیا:

”لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ○ “

کہ آج تم پر کوئی الزام اور مواخذہ نہیں۔خدا تم کو بخش دے وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ مہربان ہے۔

نبی ﷺ کے اخلاق حمیدہ کے واقعات سے تو احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ میں نے تو صرف چند مثالیں پیش کی ہیں اب آپ ان کو پڑھ کر خود اندازہ لگالیں کہ کیا آپ کے سوا کوئی اور بھی ماں کا لال ہے۔جو ان اوصاف سے متصف ہو۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی پاک ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

”واخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین۔“

اٹھارواں وعظ
معراج رسول
صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاھْتَدٰی وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ وَ غَوٰی فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھُدٰی ھُدٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ" وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ" وَ کُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ○

ترجمہ:- پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک۔ جس کے اردگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں۔ تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (پ ۱۵ بنی اسرائیل)

دوستو اور بزرگو!۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم!

آج میں آپ کے سامنے نبی ﷺ کے معراج کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔قبل اس کے کہ میں اپنے موضوع کو شروع کروں چند تمہیدی کلمات عرض کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو کچھ نہ کچھ معجزات عطا کئے ہیں۔معجزہ اسے کہتے ہیں جو عقل کو عاجز کر دے اگر انبیاء علیہم السلام کی ذات سے کسی خرق عادت شی کا ظہور ہو جائے تو اسے معجزہ کہتے ہیں اور اگر اولیاء اللہ سے کوئی خرق عادت شی ظاہر ہو جائے تو اسے کرامت کہتے ہیں۔معجزہ نبی کو اس لئے عطا کیا جاتا ہے کہ قوم خرق عادت شی دیکھ کر مسلمان ہو جائے۔مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا لوگ لوہے کو گرم کر کے پھر کوئی چیز بناتے تھے۔لیکن حضرت داؤد علیہ السلام بغیر گرم کرنے کے لوہے کو کھینچ کر جو چیز بنانا چاہتے تھے۔بنا لیتے۔ساتھ ہی جب حضرت داؤد علیہ السلام خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے تو پہاڑ اور پرندے بھی حضرت کے ساتھ مل کر ذکر باری تعالیٰ کرتے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔

"اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝۔" (پارہ ۲۳ سورۃ ص)

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو جنات کو اور پرندوں کو مطیع کر دیا تھا۔ان سے جو کام لینا چاہتے تھے لے لیتے۔

"فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي

الْاَصْفَادِ O هٰذَا عَطَاءُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ O (پ ۲۳ سورہ ص)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عصا کا سانپ بن جانا اور ید بیضا معجزہ عطا کیا تھا۔ جن کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ قرآن مجید میں آتا ہے:

"وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى O قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى O قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى O قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى O وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى O"

(پارہ ۱۶ سورہ طٰہ)

تو خیر اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی بے شمار معجزات عطا فرمائے ہیں۔ معراج بھی آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ معراج نبی علیہ السلام کا جاگتے ہوئے جسم سمیت آسمانوں پر تشریف لے جانا اور آن کی آن میں بے شمار عجائبات دیکھ کر پھر واپس تشریف لے آنا بے شک ہماری عقلوں سے باہر ہے۔ لیکن ہمارا ایمان ضرور ہے کہ نبی علیہ السلام کو معراج جسمانی ہوا ہے۔ بعض لوگ نبی علیہ السلام کے اس معجزہ کا انکار کرتے ہیں کہ جناب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام جسم سمیت اوپر چلے گئے اور پھر آن کی آن میں واپس آگئے۔ حالانکہ راستے میں کئی قسم کے کُرّے آتے ہیں۔ جن سے آدمی کا بچ نکلنا محال ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ جناب جس خدا نے اپنے محبوب کو بلایا اسی نے راستے کی تمام رکاوٹوں کو دور فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ میں فرما رہے ہیں۔ " سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔" کہ پاک ہے وہ ذات ہر کمزوری ہر نقص اور ہر عیب سے جس نے اپنے بندے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جسم سمیت راتوں رات بیت اللہ شریف سے لے کر بیت المقدس تک اور پھر بیت المقدس سے لے کر ساتوں آسمانوں اور اس سے بھی اوپر تک سیر کرائی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سیر کیوں کرائی۔ اس کا جواب بھی ساتھ ہی ارشاد فرما دیا کہ "لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا۔" تاکہ ہم اپنے محبوب کو اپنی نشانیاں اور قدرت کاملہ کے عجائبات دکھائیں۔

نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں عشاء کی نماز کے بعد بیت اللہ شریف میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دو فرشتے جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں آئے۔ انہوں نے آ کر مجھے جگایا۔ مجھے اٹھا کر زمزم کے کنویں کے پاس لے گئے۔ وہاں مجھے لٹا کر جبرائیل علیہ السلام نے میرا سینہ گردن تک چاک کیا۔ پھر سینہ اور پیٹ کی تمام چیزیں نکال کر ان کو زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا۔ پھر ایک سونے کے طشت میں رکھ کر جو کہ ایمان و حکمت سے پُر تھا۔ میرے سینہ میں سی دیا اور مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ پھر مجھے براق پر سوار کرایا گیا۔ جس کا رنگ سفید تھا اور اس کا قد گدھے اور خچر کے درمیان تھا۔ وہ ایک قدم اتنی دور رکھتا تھا۔ جتنی دور اس کی نظر جاتی تھی۔ میرے سوار ہونے کے وقت براق شوخی سے کودا۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے اس پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ "وَاللّٰہِ مَارَکِبَکَ عَبْدٌ لِلّٰہِ قَبْلَ مُحَمَّدٍ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنْہُ۔" خدا کی قسم نبی علیہ السلام سے بہتر آج تک تجھ پر کوئی سوار نہیں ہوا۔ یہ کہنا ہی تھا کہ براق ندامت کے پسینے سے شرابور ہو گیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آپ کو لے کر چل پڑے۔ راستہ

میں آپ نے ایک بڑھیا کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون ہے۔ جواب ملا کہ آگے چلئے پھر تھوڑی دور گئے کہ راستے میں ایک شخص کو دیکھا جو کہ آپ کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ آپ نے اس کی آواز کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جبرئیل سے پوچھا یہ آوازیں دینے والا کون ہے تو جبرئیل نے کہا جس بڑھیا کو آپ نے دیکھا تھا۔ وہ گویا یہ دکھایا گیا تھا کہ دنیا کی عمر اب اتنی ہی باقی ہے جیسے اس بڑھیا کی اور یہ جو آوازیں دینے والا تھا یہ دشمن خدا ابلیس تھا۔ پھر آپ تھوڑی دور گئے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہاں اتر کر نماز ادا کیجئے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا جانتے ہو یہ جگہ کون سی ہے؟ یہ مدینہ طیبہ ہے اور یہی آپ کی ہجرت گاہ ہے۔ پھر آپ کو راستے میں ایک اور جگہ نماز پڑھوائی اور کہا یہ طور سینا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کی تھیں۔ پھر آگے چل کر ایک اور جگہ نماز پڑھوائی اور کہا یہ بیت لحم ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے پھر آپ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ بیت المقدس کے دروازے پر پہنچے براق کو ایک سوراخ کے ساتھ باندھ دیا گیا اور مسجد میں داخل ہو گئے۔ وہاں بہت سے آدمی جمع تھے۔ مؤذن نے اذان کہی پھر تکبیر ہوئی۔ ہم سب کھڑے ہو گئے اور منتظر تھے کہ امامت کون کرائے۔ ہر ایک دل میں سوچ رہا تھا کہ دیکھیں آج امامت کا شرف کس کو حاصل ہوتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو پکڑ کر آگے مصلے پر کھڑا کر دیا کہ آپ جماعت کرائیں۔ آپ کی موجودگی میں کوئی جماعت نہیں کرا سکتا۔ چنانچہ آپ نے وہاں جماعت کرائی جب فارغ ہوئے تو جبرئیل نے آپ کو کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے نماز کن کو پڑھائی ہے۔ آپ نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ آپ کے پیچھے آپ کے یہ سب مقتدی خدا کے پیغمبر ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ معبوث فرما چکا ہے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے آپ کا تمام انبیاء کے ساتھ تعارف کرایا۔ میل ملاپ کے بعد پھر نبی علیہ السلام کی

موجودگی میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے پروردگار کی حمد وثنا بیان کی۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے اور یوں تقریر کی۔

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اتَّخَذَنِی خَلِیْلًا وَّاَعْطَانِی مُلْکًا عَظِیْمًا وَّجَعَلَنِی اُمَّۃً قَانِتًا یُؤتَمُّ بِی وَاَنْقَذَنِی مِنَ النَّارِ وَجَعَلَھَا عَلَیَّ بَرْدًا وَّسَلَامًا۔''

سب تعریف اس خدا کی ہے۔ جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے بہت بڑا ملک دیا اور میری امت کو ایسا فرماں بردار بنایا کہ ان کی اقتدا کی جاتی ہے۔ اسی نے مجھے آگ سے بچایا اور اسے میرے لئے ٹھنڈا کر دیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِی کَلَّمَنِی تَکْلِیْمًا وَجَعَلَ ھِلَاکَ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَنَجَاۃَ بَنِی اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی یَدِی وَجَعَلَ مِنْ اُمَّتِی قَوْمًا یَھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ۔''

سب تعریفیں اس خدا کی ہیں۔ جس نے مجھ سے کلام کیا۔ میرے دشمن آل فرعون کو ہلاک کیا اور میرے ہاتھوں بنی اسرائیل کو نجات دی۔ میری امت میں ایسی جماعت رکھی جو حق کی ہادی اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والی تھی۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنی شروع کی۔

'' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی جَعَلَ لِی مُلْکًا عَظِیْمًا وَّعَلَّمَنِی الزَّبُوْرَ وَاَلَانَ لِیَ الْحَدِیْدَ وَسَخَّرَ لِیَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ وَاَعْطَانِیَ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔''

کہ سب تعریف اسی خدا کیلئے ہے جس نے مجھے عظیم الشان ملک دیا۔ مجھے زبور کا علم عطا کیا اور میرے لئے لوہا نرم کر دیا اور پہاڑوں اور پرندوں کو میرے ساتھ مسخر دیا جو میرے ساتھ ذکر باری تعالیٰ کرتے تھے مجھے حکمت اور پرزور کلام عطا کیا۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان الفاظ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی حمد بیان کی۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَخَّرَ لِیَ الرِّیَاحَ وَ سَخَّرَلِیَ الشَّیَاطِیْنَ یَعْمَلُوْنَ لِیْ مَاشِئْتُ مِنْ مُحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِیْ وَقُدُوْرٍ الرَّاسِیَاتِ وَعَلَّمَنِیْ مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَ اٰتَانِیْ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ فَضْلًا وَّ سَخَّرَلِیْ جُنُوْدَ الشَّیَاطِیْنَ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اٰتَانِیْ مُلْکًا عَظِیْمًا۔ لَایَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِنْ بَعْدِیْ وَجَعَلَ مُلْکِیْ مُلْکًا طَیِّبًا لَیْسَ فِیْهِ حِسَابٌ"۔

ترجمہ:- کہ الحمدللہ خدا نے ہواؤں کو میرے تابع کر دیا اور شیاطین کو بھی کہ وہ میرے حکم کے تحت بڑے بڑے محلات' نقشے اور برتن وغیرہ بناتے تھے اور اس نے مجھے جانوروں کی گفتگو سمجھنے کا علم عطا فرمایا۔ ہر چیز میں مجھے فضیلت دی اور مجھے وہ سلطنت دی جو میرے بعد کسی کے لائق نہیں اور وہ بھی ایسی کہ جس میں پاکیزگی ہی پاکیزگی تھی اور کوئی حساب نہ تھا۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ کَلِمَتَه، وَجَعَلَ مَثَلِیْ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَه، مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنَ وَعَلَّمَنِیَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَجَعَلَنِیْ اَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ

الطَّيْرِ فَانْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَجَعَلَنِیْ اُبْرِیءُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ وَرَفَعَنِیْ وَطَهَّرَنِیْ وَاَعَاذَنِیْ وَاُمِّیَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ فَلَمْ یَکُنْ لِلشَّیْطَانِ عَلَیْنَا سَبِیْلٌ"۔

کہ سب تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں۔ جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا اور میری مثال حضرت آدم علیہ السلام کی طرح کی۔ جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا تھا کہ ہو جا اور وہ ہو گئے تھے۔ اس نے مجھے کتاب و حکمت تورات و انجیل سکھائی۔ میں مٹی کا پرندہ بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ بحکم خدا زندہ ہو کر اڑ جاتا میں بچپن کے اندھوں کو اور جذامیوں کو بحکم خدا اچھا کر دیتا تھا۔ مردوں کو میں خدا کے حکم سے زندہ کر دیتا تھا۔ مجھے اس نے اٹھا لیا۔ مجھے پاک صاف کر دیا۔ مجھے اور میری والدہ کو شیطان سے بچا لیا۔ ہم پر شیطان کا کچھ دخل نہ تھا۔ اب آخر میں نبی ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمانے لگے کہ تم سب نے تو باری باری خدا تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔ اب میں کرتا ہوں۔

"فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَکَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّاَنْزَلَ عَلَیَّ الْفُرْقَانَ فِیْهِ بَیَانٌ لِکُلِّ شَیْءٍ وَجَعَلَ اُمَّتِیْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلَ اُمَّتِیْ اُمَّةً وَّسَطًا وَجَعَلَ اُمَّتِیْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ وَشَرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَوَضَعَ عَنِّیْ وِزْرِیْ وَرَفَعَ لِیْ ذِکْرِیْ وَجَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا"

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں، جس نے مجھے رحمۃ العالمین بنا کر اپنی تمام مخلوق کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور مجھ پر قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان

ہے' میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا' جو کہ لوگوں کی بھلائی کیلئے بنائی گئی ہے' میرا سینہ کھول دیا' میرے بوجھ دور کر دیئے' میرا ذکر بلند کر دیا' مجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ (تفسیر ابن کثیر پارہ ۱۵' بنی اسرائیل)

یہاں سے فارغ ہو کر آپ کے پاس دو پیالے لائے گئے ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا۔ آپ نے دودھ کو پسند کر کے نوش فرمالیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت کو پسند فرمایا۔ اگر شراب پی لیتے تو آپ کی اکثر امت گمراہ ہو جاتی۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آپ کو لے کر آسمان دنیا تک پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی کون ہے کہا جبرئیل پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے۔ کہا محمد ﷺ۔ کہا کیا آپ بلائے گئے ہیں۔ حضرت جبرئیل نے کہا ہاں۔ فرشتے نے دروازہ کھول دیا۔ اور خوش ہو کر مرحبا کہہ کر آپ کا استقبال کیا۔ پھر وہاں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے نیک نبی اور مبارک بیٹا کہہ کر خوش آمدید کہا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں کچھ آدمی دیکھے۔ دائیں جانب دیکھ کر ہنس دیتے ہیں اور بائیں جانب دیکھ کر رو پڑتے ہیں۔ پوچھا یہ کیا بات ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا دائیں جانب والے لوگ جنتی ہیں اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں۔ اولاد کی اچھائی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور برائی دیکھ کر رو پڑتے ہیں۔ پھر میں تھوڑی دور چلا ہونگا کہ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے جہنم کی آگ کے بڑے بڑے کوئلے رکھے ہوئے ہیں اور فرشتے انہیں زبردستی کھلا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ہاتھوں سے انگارے پکڑ کر اپنے موہنوں میں ڈالتے ہیں۔ جو ان کے پیٹ کو جلاتے ہوئے پاخانہ کے راستہ نکل جاتے ہیں۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں۔ جو یتیموں کا مال ظلم سے کھا جاتے تھے۔ جیسا کہ قرآن پاک نے بیان کیا

ہے۔

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۔'' (پ۴ سورہ النساء)

آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے مٹکوں جیسے ہیں' چل پھر نہیں سکتے' اٹھتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو کہا گیا یہ آپ کی امت کے سود خور ہیں اور یہ ان لوگوں کی طرح کھڑے ہونگے جن کو شیطان نے باؤلا بنا رکھا ہے۔

''اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَایَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ۔'' (پارہ ۳' بقرۃ)

پھر میں نے چند آدمیوں کو دیکھا۔ جن کے پاس ایک طرف تو بہت عمدہ تازہ گوشت اور بدبودار سڑا ہوا گوشت اور خراب غذائیں رکھی ہوئی ہیں۔ لیکن وہ عمدہ گوشت اور غذاؤں کو چھوڑ کر بدبودار کھانے کھا رہے ہیں۔ میں نے کہا ان کا کیا جرم ہے۔ جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نکاح شدہ حلال بیویوں کو چھوڑ کر ان عورتوں کے پاس جاتے تھے جو ان پر حرام تھیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک قوم کو میں نے دیکھا۔ جن کے سروں کو فرشتے بڑے بڑے پتھروں سے کچل رہے ہیں۔ کہا گیا یہ وہ لوگ ہیں؟ جن کے سر نمازوں کے وقت بھاری ہو جاتے تھے۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں کو آپ نے دیکھا کہ ان کے آگے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں اور وہ جانوروں کی طرح تھور اور جہنم کے پتھر چر رہے ہیں۔ کچھ عورتوں کو دیکھا کہ ان کو پستانوں سے لٹکایا ہوا ہے اور وہ واویلا کر رہی ہیں۔ کہا گیا یہ وہ عورتیں ہیں۔ جو غیر مردوں کو دکھانے کیلئے بناؤ سنگھار کیا کرتی تھیں۔ پھر کچھ لوگوں کو دیکھ کر ان کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی

جا رہی ہیں۔ پھر ٹھیک ہو جاتی ہیں پھر کاٹی جاتی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ واعظ اور خطیب ہیں، جو حق گو نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین

تو خیر اس قسم کے بے شمار مناظر دیکھتے دیکھتے آپ ایک وادی میں پہنچے۔ جہاں سے نہایت ہی خوشگوار ٹھنڈی ہوا اور خوش کن آوازیں آ رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جنت کی آواز ہے۔ وہ کہہ رہی ہے۔

"یا ربِّ أتنیْ بما وعدتنیْ فقدْ کَثُرتْ غُرَفِیْ وَاسْتَبْرَقِیْ وحَرِیرِیْ وسُنْدُسِیْ وَعَبْقَرِیْ ولُؤلُؤیْ وَمَرْجَانِیْ وفِضَّتِیْ وَذَهبِیْ واکْوَابِیْ وصحافِیْ وَاباریْقِیْ واکوسِیْ وَعَسَلِیْ وَمَائِیْ ولَبَنِیْ وَخَمْرِیْ فَأْتِنِیْ بِمَا وَعَدْتَنِیْ۔"

کہ یا اللہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر، میرے بالا خانے ریشم، موتی، سونا چاندی شہد، دودھ، شراب، پانی وغیرہ نعمتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے۔

"مَنْ اٰمَنَ بِیْ وبِرُسُلِیْ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَمْ یُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا وَلَمْ یَتَّخِذْمِنْ دُوْنِیْ اَنْدَادًا۔"

کہ ہر ایک مسلمان مرد عورت جو مجھے اور میرے رسولوں کو مانتا ہو۔ نیک عمل کرتا ہو۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو اور نہ ہی میرے برابر کسی کو سمجھتا ہو۔ وہ سب تجھ میں داخل ہونگے۔ سن جس کے دل میں میرا ڈر ہے۔ وہ ہر خوف سے محفوظ ہے۔ جو مجھ سے سوال کرتا ہے وہ مجھ سے محروم نہیں رہتا۔ جو مجھے قرض دیتا ہے میں اسے بدلہ دیتا ہوں۔ جو مجھ پر توکل کرتا ہے۔ میں اسے کفایت کرتا ہوں۔ میں سچا معبود ہوں۔ میرے

سوا اور کوئی معبود نہیں۔ میرے وعدے خلاف نہیں ہوتے یہ باتیں سن کر جنت نے کہا بس میں خوش ہو گئی۔

پھر آپ ایک دوسری وادی میں پہنچے۔ جہاں سے نہایت بری اور بھیانک آوازیں آرہی تھیں اور سخت بدبو تھی آپ نے پوچھا جبرئیل یہ کون سی جگہ ہے اور آواز کس کی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔

"هٰذا صَوْتُ جَهَنَّم۔" یہ جہنم کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے۔

"يَا رَبِّ أْتِنِيْ بِمَا وَعَدْتَنِيْ فَقَدْ كَثُرَتْ سَلَاسِلِيْ وَاَغْلَالِيْ وَسَعِيْرِيْ وَحَمِيْمِيْ وَضَرِيْعِيْ وَغَسَّاقِيْ وَعَذَابِيْ وَقَدْبَعُدَ قَعْرِيْ وَاَشْتَدَّ حَرِّيْ فَأْتِنِيْ بِمَا وَعَدْتَنِيْ۔"

خدایا مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے وہ دے۔ میرے طوق و زنجیر۔ میرے شعلے اور گرمی میرا تھور اور لہو پیپ میرے عذاب اور سزا کے سامان بہت وافر ہو گئے ہیں۔ میرا گہراؤ بہت زیادہ میری آگ بہت تیز ہے۔ مجھے وہ دے جس کا تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"لَکَ كُلُّ مُشْرِكٍ وَمُشْرِكَةٍ وَكَافِرٍ وَكَافِرَةٍ وَكُلُّ خَبِيْثٍ وَخَبِيْثَةٍ وَكُلُّ جَبَّارٍ لَايُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۔"

ہر مشرک کافر بے دین مرد اور عورت تیرے لئے ہے۔ یہ سن کر جہنم نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر ایک جگہ سے گزرا۔ جہاں سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ اور مست کر دینے والی خوشبو آئی۔ میں نے پوچھا یہ خوشبو کیسی ہے تو جواب ملا کہ فرعون کی نوکرانی ماشطہ اور اس کی اولاد کے محل کی خوشبو ہے ماشطہ فرعون کی نوکرانی

تھی جو کہ مسلمان تھی لیکن اس کا اسلام ابھی تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ وہ فرعون کی لڑکی کے سر میں ایک دن کنگھی کرنے لگی تو اس کے ہاتھ سے کنگھی گر پڑی۔ تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا۔ یہ نام سن کر فرعون کی لڑکی نے کہا۔ اللہ تو میرا باپ ہے۔ تو نے یہ کس کے نام کا ورد کیا ہے۔ تو ماشطہ نے کہا تیرا باپ خدا نہیں ہے بلکہ خدا وہ ہے جو مجھے اور تجھے اور خود فرعون کو روزی دیتا ہے۔ ہم تو اس کے عاجز بندے ہیں۔ فرعون کی لڑکی نے کہا اچھا اب پتہ چلا کہ تو میرے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا رب سمجھتی ہے۔ ماشطہ نے کہا ہاں میرا تیرا اور تیرے باپ کا سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ چنانچہ لڑکی نے ماشطہ کی شکایت اپنے باپ سے کر دی۔ فرعون نے جب یہ سنا تو آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کیا تو نے میرے سوا کسی دوسرے خدا کو تسلیم کر لیا ہے۔ میں ہی سارے جہان کا مالک خالق اور رازق ہوں۔ یہ سن کر ماشطہ نے کہا تم خدا نہیں ہو بلکہ خدا وہ ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے اور پھر تجھے حکومت عطا کی ہے۔ فرعون نے ماشطہ کو پاس بلا کر سمجھانا شروع کیا۔ کہنے لگا۔

سن بیٹی میں ہاں رب جہان دا
چنگیاں مندیاں نوں روزی پہنچا وندا
توں ورد کرنی ایں غیر دے نام دا
کوئی بلا کے اک دبکا چا مار دا
نال تکلیفاں ملدا ٹکٹ دربار دا

ماشطہ کو سمجھایا جا رہا ہے۔ لیکن وہ بدستور ایمان پر قائم ہے۔ پھر فرعون نے ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا۔ لیکن ماشطہ کہنے لگی جو سزا دینی ہے دے لو مجھے منظور ہے۔ لیکن میں اب خدا کے دین کو نہیں چھوڑ سکتی۔ ایمان کی رنگت میرے بدن میں سرایت کر چکی

ہے۔ یہ کبھی بھی نہیں اتر سکتی۔ آخر فرعون نے جلاد کو بلایا اور کہا کہ اسے اتنا مارو کہ یہ اپنے نئے دین سے پھر جائے۔

فرعون نوں چڑھیا غصہ سدے جلاد نوں
مار دیو جانوں پچھو نہ خانہ برباد نوں
سکھیا سبق کتھوں نالے پھڑ لو استاد نوں
مزا چکھاؤ سب نوں رب قہار دا
نال تکلیفاں مل دا ٹکٹ دربار دا
مار مار ماشطہ نوں ظالم قصائیاں نے
بدن سارے اتے لاساں کالیاں پایاں نے
پر ٹلدے نہیں ہر گز جہناں اکھیاں لایاں نے
خوف نہ رکھن ہر گز دشمن دی مار دا
نال تکلیفاں مل دا ٹکٹ دربار دا

ماشطہ کو بری طرح مارا جا رہا ہے۔ تاکہ وہ اسلام کو چھوڑ دے۔ لیکن حضرت ماشطہ کہہ رہی ہیں۔

بوٹی بوٹی کرو مینوں فکر نہیں جان دا
کلمہ نہ چھڈاں ہر گز رب رحمان دا
ہو جائے قربان ٹٹ جائے فخر شیطان دا
دنیا توں بندا بن کے جائے غفار دا
نال تکلیفاں مل دا ٹکٹ دربار دا

فرعون اور اس کے درباری سوچ رہے ہیں کہ کوئی ایسی ترکیب سوچی جائے۔

جس نے یہ ایمان چھوڑ دے۔ آخر کار فرعون نے حکم دیا کہ تانبے کی جو گائے بنی ہوئی ہے اسے خوب تپایا جائے۔ جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے۔ تو اس کے بچوں کو ایک ایک کرکے اس میں ڈال دیا جائے۔ آخر میں خود اسے بھی ڈال دیا جائے چنانچہ وہ گرم کی گئی۔ جب آگ جیسی سرخ ہوگئی۔ تو حکم دیا کہ اس کے بچوں کو ایک ایک کرکے آگ میں ڈالنا شروع کرو۔

وڈے پتر نوں پھڑ کے اگ وچ پا دتا
ڈگدیاں سار اگ نے کوئلہ بنا دتا
مائی دے کلیجے وچوں تیر لنگھا دتا
پتراں دا مرنا سمجھو ماپیاں نوں مار دا
نال تکلیفاں مل دا ٹکٹ دربار دا

ان ظالموں نے ماشطہ کے بڑے لڑکے کو آگ میں ڈال دیا اور پھر ماشطہ کو سمجھانے لگے کہ اب بھی دین موسیٰ علیہ السلام سے باز آجاؤ۔ ورنہ تمہارے دودھ پیتے بچے کو بھی اس طرح آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ لیکن اس خدا کی نیک بندی نے جواب دیا۔

وڈا پتر جیویں میں رب تو واریا
اینویں قربان ہونا مومن دی کار آ
کرے قبول جے کر سچی سرکار آ
ہور کی لوڑاں فائدہ اس سنسار دا
نال تکلیفاں مل دا ٹکٹ دربار دا

فرعونیوں نے جب دیکھا کہ عورت کسی صورت رضامند نہیں ہو رہی۔ تو انہوں

نے چھوٹے بچے کو جو اس کے چھاتی کے ساتھ لگا دودھ پی رہا تھا' گھسیٹا' تو اس نیک بندی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ خدا تعالیٰ نے اس بچے کو اسی وقت زبان دے دی اور اس نے بلند آواز سے کہا۔

"یَا اُمَّہْ قعیْ و لَا تُقَاعسیْ فَاِنَّکِ عَلٰی الْحَقِّ"

اماں جان ذرا بھی پس و پیش نہ کرو حق پر جان دینا ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔

چنانچہ بچے کو اور پھر اس کی ماں کو بھی آگ میں ڈال دیا گیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جبرئیل علیہ السلام نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ خوشبو کی مہکیں اسی کے جنتی محل سے آ رہی ہیں۔

تو خیر پھر آپ دوسرے آسمانوں کی طرف چڑھے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اسی طرح سوال و جواب کے بعد دروازہ کھلا۔ وہاں آپ نے دونو جوانوں کو دیکھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ پھر آپ تیسرے آسمان پر پہنچے۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جنہیں حسن میں اور لوگوں پر وہی فضیلت تھی جو چاند کو باقی ستاروں پر۔ پھر چوتھے پر پہنچے۔ حضرت ادریس عایہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھا۔ ملاقات کی پھر آپ چھٹے آسمان پر پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا' ملاقات کی۔ پھر آپ آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے حال پر افسوس کر کے کہ یہ امت آپ کی امت کی نسبت جنت مین کم جائے گی' رو پڑے۔ پھر آپ ساتویں آسمان پر پہنچے۔ وہاں آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

بیت المعمور سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے پاس کچھ لوگ ہیں بعض کے چہرے تو سفید ہیں اور بعض کے سیاہ ہیں۔ سیاہ چہروں والے لوگ اٹھے اور انہوں نے نہر میں غوطہ لگا دیا۔ جس سے ان کے چہرے بھی روشن ہو گئے۔ یہاں ایک اور حدیث بیان کرتا جاؤں۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں شب معراج ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے ملا۔ وہاں قیامت کے قائم ہونے کے بارہ میں تذکرہ ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پوچھا؟ تو انہوں نے بے خبری ظاہر کی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ قیامت کے صحیح وقت کا علم تو سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔ ہاں یہ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں ہلاک کرے گا پھر تو درخت پتھر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان دیکھ یہاں میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے۔ آؤ اسے قتل کرو پس اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کرے گا۔ پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ وہ ہر چیز کو غارت کرتے جائیں گے جہاں پانی دیکھیں گے پی جائیں گے۔ پھر لوگ مجھ سے ان کی شکایت کریں گے۔ میں ان کی ہلاکت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کر دے گا۔ زمین پر لاشیں ہی لاشیں ہو جائیں گی کہ چلنا مشکل ہو جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا۔ جو ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔ مجھے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کے فوراً بعد قیامت آ جائے گی۔

تو ہاں پھر آپ بیت المعمور گئے' وہاں نماز ادا کی۔ اس بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ جو ایک دفعہ نماز پڑھ گئے۔ ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آئیگی۔ پھر آپ سورۃ المنتہی کی طرف روانہ ہوئے جس کا پھل بڑے بڑے

مشکوں جتنا تھا۔ وہاں سے ایک نہر جاری تھی۔ جس کا نام سلسبیل ہے۔ پھر اس سے دو چشمے پھوٹتے ہیں۔ ایک کوثر دوسرا رحمت۔ پھر آپ جنت کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں ایک طرف سے پاؤں کے چلنے کی آواز آئی۔ پوچھا جبرئیل یہ چلنے کی آواز کس کی ہے۔ تو جواب ملا کہ یہ آپ کے فرمانبردار حضرت بلالؓ کی ہے۔ وہاں جنت میں آپ نے ایک حور دیکھی پوچھا تو کس کی ہے؟ تو وہ کہنے لگی میں زید بن حارثہ کی ہوں۔ یہاں جنت کی حوروں کے متعلق ایک اور بات کرتا جاؤں کہ وہ جنت میں کون سے گیت گاتی ہیں ؎

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَبِيْدُ
نَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ
نَحْنُ الرَّاضِيَاتِ فَلَا نَسْخَطُ
طُوْبٰی لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهٗ

کہ ہم ہمیشہ زندہ رہنے والی ہیں۔ ہمیں موت کبھی نہیں آئے گی۔ ہم نعمتوں والی ہیں۔ کبھی فکرمند نہیں ہونگی۔ ہم ہمیشہ خوش رہیں گی۔ کبھی ناراض نہیں ہونگی۔ خوشخبری ہے ان لوگوں کو جو ہمارے لئے ہیں اور ہم ان کیلئے ہیں۔ وہاں آپ نے پھر ایک بہت عمدہ محل دیکھا۔ جبرئیل سے پوچھا یہ محل کس کا ہے۔ جواب ملا کہ یہ حضرت عمر فاروقؓ کا ہے۔ غرضیکہ اس طرح سے بے شمار دلکش مناظر آپ نے دیکھے آپ نے جنت میں چار نہریں دیکھیں۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا گیا ہے۔

”مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط فِيْهَا اَنْهَارٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَّاَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ

لَذَّةٍ لِلشَّارِبِيْنَ وَاَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ۔"

ایسے پانی کی نہریں جو کبھی بدبودار ہی نہ ہو۔ ذائقہ نہ تبدیل ہونے والے دودھ کی نہریں۔ بے نشہ لذیذ شراب کی نہریں۔ صاف ستھرے شہد کی نہریں آپ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے جہنم دکھائی گئی۔ جہاں غضب خدا اور عذاب خدا تھا۔ اس میں اگر پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اسے بھی کھا جائے۔ پھر وہ بند کر دی گئی۔ جنت اور دوزخ دیکھنے کے بعد پھر آپ کو سورۃ المنتہٰی تک پہنچا دیا گیا۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ سے باتیں کیں۔ فرمایا کہ اے میرے محبوب مانگو مجھ سے کیا مانگتے ہو۔ تو آپ ﷺ نے کہا۔

"اِنَّکَ اتَّخَذْتَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَاَعْطَيْتَهٗ مُلْكًا عَظِيْمًا وَكَلَّمْتَ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا وَاَعْطَيْتَ دَاوٗدَ مُلْكًا عَظِيْمًا وَاَلَنْتَ لَهُ الْحَدِيْدَ وَسَخَّرْتَ لَهُ الْجِبَالَ وَاَعْطَيْتَ سُلَيْمَانَ مُلْكًا وَسَخَّرْتَ لَهُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ وَالشَّيَاطِيْنَ وَسَخَّرْتَ لَهُ الرِّيَاحَ وَاَعْطَيْتَ لَهٗ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَّمْتَ عِيْسٰى التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْتَهٗ يُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَيُحْيِي الْمَوْتٰى بِاِذْنِكَ وَاَعَذْتَهٗ وَاُمَّهٗ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِمَا سَبِيْلٌ۔"

یا اللہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور انھیں بڑا ملک عطا کیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے تو ہم کلام ہوا۔ داؤد علیہ السلام کو عظیم الشان سلطنت عطا کی اور اس کے لئے لوہا نرم کر دیا۔ سلیمان علیہ السلام کو تو نے ایسی بادشاہت دی۔ جو کہ کسی کے لائق

نہیں۔ جن انسان شیاطین ہوائیں اس کے تابع کر دیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو تورات انجیل سکھائی اپنے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے والا اور مردوں کو زندہ کرنے والا بنایا۔ میرے متعلق ارشاد ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

”اِتَّخَذْتُکَ خَلِیْلاً وَھُوَ مَکْتُوْبٌ فِی التَّوْرٰۃِ حَبِیْبُ الرَّحْمٰنِ وَاَرْسَلْتُکَ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا وَشَرَحْتُ لَکَ صَدْرَكَ وَوَضَعْتُ عَنْکَ وِزْرَكَ وَرَفَعْتُ لَکَ ذِکْرَكَ فَلَا اُذْکَرُ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِی وَجَعَلْتُ اُمَّتَکَ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلْتُ اُمَّتَکَ اُمَّۃً وَسَطًا وَجَعَلْتُ اُمَّتَکَ ھُمُ الْاَوَّلِیْنَ وَھُمُ الْاٰخِرِیْنَ وَجَعَلْتُ اُمَّتَکَ لَاتَجُوْزُ لَھُمْ خُطْبَۃٌ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنَّکَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ وَجَعَلْتُ مِنْ اُمَّتِکَ اَقْوَامًا قُلُوْبُھُمْ اَنَاجِیْلُھُمْ وَجَعَلْتُکَ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ خَلْقًا وَاٰخِرَھُمْ بَعْثًا وَاَوَّلَھُمْ یُقْضٰی لَہٗ وَاَعْطَیْتُکَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِیْ لَمْ یُعْطِھَا نَبِیٌّ قَبْلَکَ اَعْطَیْتُکَ خَوَاتِیْمَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ لَمْ اُعْطِھَا نَبِیًّا قَبْلَکَ وَاَعْطَیْتُکَ الْکَوْثَرَ وَاَعْطَیْتُکَ ثَمَانِیَۃَ اَسْھُمٍ اَلْاِسْلَامَ وَالْھِجْرَۃَ وَالْجِھَادَ وَالصَّلٰوۃَ وَالصَّدَقَۃَ وَصَوْمَ رَمَضَانَ وَالْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَجَعَلْتُکَ فَاتِحًا خَاتِمًا۔“

تو میرا خلیل ہے۔ تورات میں میں نے تجھے حبیب الرحمٰن کا لقب دیا ہے۔ تجھے تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ تیرا سینہ کھول دیا ہے۔ تیرا بوجھ میں

نے اتار دیا ہے۔ تیرا ذکر بلند کر دیا ہے۔ جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا بھی ہوگا۔ تیری امت کو میں نے سب امتوں سے بہتر بنا دیا ہے۔ تیری امت میں میں نے ایسے لوگ بھی بنائے ہیں۔ جن کے سینوں میں میری کتاب محفوظ ہوگی۔ تجھے میں نے پیدائش میں سب سے اول کیا اور بعثت میں سب سے آخر کیا اور از روئے فیصلہ کے بھی سب سے اول کیا۔ تیری امت کو بھی اولین و آخرین بنایا ہے۔ ان کا خطبہ جائز نہیں جب تک وہ تیرے بندہ اور رسول ہونے کی شہادت نہ دے لیں۔ تجھے میں نے سات آیات ایسی دی ہیں۔ جو بار بار دہرائی جاتی ہیں یعنی سورت فاتحہ۔ جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ تجھے میں نے اپنے عرش کے خزانوں سے سورت بقرۃ کی خاتمہ آیتیں دیں۔ یہ بھی تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ میں نے تجھے کوثر عطا فرمائی۔ میں نے تجھے اسلام کے آٹھ حصے دیئے۔ اسلام' ہجرت' جہاد' نماز' صدقہ' رمضان کے روزے' نیکی کا حکم' برائی سے روکنا' میں نے تجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ میں نے تجھے چھ باتوں میں دوسرے انبیاء پر فضیلت عطا کی۔ تیرا رعب دشمن کے دل میں ایک مہینہ کی مسافت تک ڈال دیا گیا۔ تیرے لئے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا۔ تیرے لئے ساری زمین وضو اور مسجد بنا دی گئی۔ تجھے تمام لوگوں کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا۔ تجھے جامع کلمات عطا کئے گئے۔ تجھے نبیوں کو ختم کرنے والا بنایا۔ تیری امت میں سے جو کوئی شرک سے بچے گا۔ اس کے چھوٹے بڑے سب گناہوں کو ایک نہ ایک دن معاف کر دوں گا۔ تیری امت کو محض نیکی کا ارادہ کرنے پر ہی نیکی کا ثواب دے دونگا اور عمل کرنے پر دس نیکیوں کا ثواب دوں گا۔ برائی کا ارادہ معاف کر دوں گا اور عمل کرنے پر صرف ایک ہی گناہ لکھوں گا۔ تجھ پر اور تیری امت پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کرتا ہوں۔

چنانچہ یہ انعام واکرام لے کر جب آپ واپس ہوئے تو راستے میں موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا ملا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دن رات میں پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ آپ کی امت کی طاقت سے باہر ہیں۔ آپ واپس جائیں اور اللہ تعالیٰ سے کمی کی درخواست کریں چنانچہ آپ گئے اور دعا کی کہ یا اللہ میری امت پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی۔ کچھ کم کر دیجئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے دس معاف فرمادیں۔ پھر آپ ﷺ واپس لوٹے۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا دس کم ہوگئی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اور کم کروائیں۔ آپ کی امت چالیس بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ آپ ﷺ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف گئے اور کمی کی درخواست کی۔ دس اور معاف ہوگئیں۔ واپسی پر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ ﷺ اور کم کروائیں۔ آپ ﷺ کی امت یہ بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ کیونکہ میں نے لوگوں کو آزمایا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کئی دفعہ گئے اور کمی کی درخواست کرتے رہے۔ آخرکار پانچ رہ گئیں موسیٰ علیہ السلام نے پانچ سے بھی کم کروانے کا مشورہ آپ کو دیا۔ تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے رب سے سوال کرتے کرتے شرما گیا ہوں۔ اب میں ان پانچ پر ہی خوش ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ اسی وقت یہ آواز آئی میں نے اپنا حکم جاری کر دیا اور اپنے بندوں پر آسانی کر دی۔ میری باتیں نہیں بدلتی اور نہ میں اپنے غلاموں پر سختی کرتا ہوں۔ یہ پڑھنے کے اعتبار سے تو پانچ ہوں گی۔ لیکن ثواب کے اعتبار سے پچاس ہونگی آپ فرماتے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر نیچے اترے میں نے ان سے پوچھا کہ جس آسمان پر میں پہنچا وہاں کے فرشتوں نے مجھے دیکھ کر خوشی ظاہر کی۔ ہنس ہنس کر مجھے ملے۔ سوائے ایک فرشتے کے۔ اس نے میرے سلام کا جواب تو دیا اور مجھے مرحبا بھی کہا لیکن مسکرایا نہیں۔ وہ کون تھے؟ حضرت

جبرئیل علیہ السلام نے کہا وہ جہنم کے داروغہ مالک ہیں۔ اپنے پیدا ہونے سے لے کر آج تک وہ کبھی نہیں ہنسا اور نہ ہی قیامت تک ہنسے گا۔ آخر کار آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر پہنچا دیا گیا۔ اس حال میں کہ ابھی رات ہی تھی۔

صبح ہوئی تو آپ نے اپنے معراج کا قصہ لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ میں نے رات عشاء کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ہے اور اب صبح کی نماز میں بھی شامل ہوں۔ اسی درمیانی وقفہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں سے بیت المقدس اور پھر بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں تک اور جنت دوزخ کی سیر کرائی ہے۔ ابوجہل اور دوسرے کافروں نے جب یہ سنا۔ تو دوڑے ہوئے ابوبکرؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ لو آج تمہارے نبی ﷺ نے ایک ایسی بات کہی ہے۔ جسے تم بھی سچا نہ کہو گے۔ پوچھا وہ کیا بات ہے۔ کفار نے کہا وہ کہتے ہیں۔ میں اس گزر جانے والی رات میں بیت المقدس پہنچا اور وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر کر کے واپس یہاں پہنچ گیا ہوں ابوبکرؓ نے فرمایا کیا یہ باتیں تم نے خود اپنے کانوں سے سنی ہیں۔ کافر کہنے لگے کہ ہاں ہم نے خود سنی ہیں۔ تو ابوبکرؓ کہنے لگے۔ پھر آپ ﷺ واقعی سچے ہیں۔ جس خدا میں اتنی طاقت ہے کہ وہ جبرئیل کو آنکھ جھپکنے میں آسمان سے زمین پر لے آتا اور لے جاتا ہے۔ وہ یقیناً اپنے نبی کو بھی ایک رات میں آسمانوں پر لے جانے اور پھر واپس لے آنے پر قادر ہے۔ اسی دن سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صدیقؓ کا لقب عطا ہوا۔ کفار اس واقعہ پر طرح طرح کے آوازے اور اعتراض کرنے لگے بالآخر انہوں نے کہا کہ محمد ﷺ نے کبھی بیت المقدس نہیں دیکھا۔ آؤ ان سے اس کی نشانیاں پوچھیں۔ یہ بتا نہ سکیں گے اور سب پر اس کا جھوٹ عیاں ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ سے بیت المقدس کے

بارہ میں مختلف سوال کرنے لگے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری نظروں کے سامنے کر دیا۔ وہ سوال کرتے تھے اور میں دیکھ کر بتلاتا جاتا تھا۔ اس عظیم واقعہ کو دیکھ کر بے شمار کافر مسلمان ہو گئے۔

تو برادران اسلام یہ ہے معراج کا قصہ۔ یہ معراج نبی علیہ السلام کو جاگتے ہوئے جسم و روح سمیت ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "مَازَاغَ الْبَصَرُ مَاطَغٰی۔" نہ تو نظر بہکی اور نہ بھٹکی۔ "وَلَقَدْ رَأٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی۔" یقیناً ہمارے نبی نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

تعجب ہے ان لوگوں پر جو اسے خواب کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اگر واقعی یہ خواب کا واقعہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کو اتنی بڑی نعمت اور احسان فخریہ طور پر بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

"سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ۔"

آخر تک یہاں یہ بات یاد رکھیں یہاں لفظ عبدہ فرمایا ہے اور عبد کا اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے اگر واقعہ معراج صرف خواب ہی تھا تو کفار نے اسے کیوں خلاف عادت سمجھا اور انکار کیا۔ کس بات نے انھیں تعجب میں ڈالا اور مذاق کرنے پر آمادہ کیا۔ خواب میں اس سے بھی زیادہ اہم چیزوں کا دیکھنا خلاف عقل نہیں۔ اگر آپ نے خواب کا ہی ذکر کیا تھا۔ تو کافر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس کیوں گئے؟ اور آپ سے نشانیاں کیوں پوچھنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے اسے "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔" کیوں کہا۔ تو خیر حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے حضور

ﷺ کو معراج جسمانی ہوا ہے اور یہی جمہور علماء اسلام کا عقیدہ ہے۔ اس واقعہ معراج سے ایک اور مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ حاضر ناظر نہیں ہیں۔ اگر آپ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ تو مسئلہ معراج کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور ''سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔'' فرمانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ آپ تو پہلے ہی بیت المقدس اور آسمانوں پر موجود تھے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر پکا رکھے اور ان لوگوں سے نہ کرے جن کو آپ نے عذاب میں مبتلا دیکھا ہے اور اپنے خاص فضل و کرم سے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

ہماری چند مطبوعات

فیض الباری شرح اردو صحیح بخاری (۱۰ جلد)

ترجمہ فتح الباری۔ مترجم: فضیلۃ الشیخ محمد ابوالحسن سیالکوٹیؒ

تفسیر محمدی منظوم (پنجابی) سات جلد

مصنف فضیلۃ الشیخ حافظ محمد بن بارک اللہ لکھویؒ

بلوغ المرام (مترجم مع تلخیص سبل السلام)۔

اسلام میں اصلی اہلسنت کی پہچان

مصنف مناظر اسلام مولانا عبدالقادر عارف حصاریؒ

ترجمان القرآن بلطائف البیان (۱۰ جلد کامل اردو) (زیر طبع)

مصنف فضیلۃ الشیخ حضرت العلام مفسر قرآن نواب صدیق الحسن خانؒ

تفسیر ثنائی (۴ جلد کامل)

مصنف مناظر اسلام حضرت العلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

رحمۃ اللعالمین ﷺ (کامل ۳ جلد)

مصنف: قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ

نوٹ: تمام کتب خانوں کی مطبوعات رعایتی قیمت پر دستیاب ہیں۔